حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع)
ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

از کلام
حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولا سے گندوں کو
کبھی ضائع نہیں کرتا وہ اپنے نیک بندوں کو

وہی اس کے مقرب ہیں جو اپنا آپ کھوتے ہیں
نہیں رہ اسکی عالی بارگہ تک خود پسندوں کو

یہی تدبیر ہے پیارو کہ مانگو اُس سے قربت کو
اُسی کے ہاتھ کو ڈھونڈو جلاؤ سب کمندوں کو

ہے سرِ رہ پہ کھڑا نیکوں کی وہ مولیٰ کریم
نیک کو کچھ غم نہیں ہے گو بڑا گرداب ہے

کوئی کشتی اب بچا سکتی نہیں اس سیل سے
حیلے سب جاتے رہے اک حضرتِ توّاب ہے

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اُس پہ نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

اُسے دے چکے مال و جاں بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

سخت شورے او فتاد اندر زمیں
رحم کُن بر خلق اے جاں آفریں

کچھ نمونہ اپنی قدرت کا دکھا
تجھ کو سب قدرت ہے اے ربّ الوریٰ

حق پرستی کا مٹا جاتا ہے نام
اک نشاں دکھلا کہ ہو حجّت تمام

عیشِ دنیا سدا نہیں پیارو
اس جہاں کو بقا نہیں پیارو

یہ تو رہنے کی جا نہیں پیارو
کوئی اس میں رہا نہیں پیارو

اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل
ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل

دنیا کی حرص و آز میں کیا کچھ نہ کرتے ہیں
نقصاں جو ایک پیسہ کا دیکھیں تو مرتے ہیں

زر سے پیار کرتے ہیں اور دل لگاتے ہیں
ہوتے ہیں زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہیں

جب اپنے دلبروں کو نہ جلدی سے پاتے ہیں
کیا کیا نہ ان کے ہجر میں آنسو بہاتے ہیں

پر اُن کو اُس سجن کی طرف کچھ نظر نہیں
آنکھیں نہیں ہیں کان نہیں دل میں ڈر نہیں
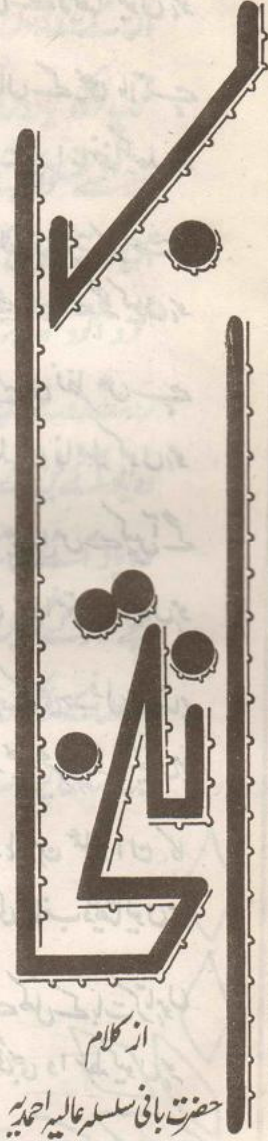
روزنامہ الفضل ربوہ
پبلشر: آغا سیف اللہ ، پرنٹر: قاضی منیر احمد
مطبع: ضیاء الاسلام پریس - ربوہ
مقام اشاعت: دارالنصر غربی - ربوہ
قیمت ۱۵ پندرہ روپے
جلد ۷۵/۴۰ سوموار ۱۲ جمادی الثانی ۱۴۱۱ھ ، ۳۱ فتح ۱۳۶۹ ہش ، ۳۱ دسمبر ۱۹۹۰ء نمبر ۲۴۶

الفضل — ہماری تاریخ

آج سے تقریباً اسی سال پہلے جاری ہونے والا الفضل مڑ کر دیکھے تو اس کے دامن میں بے بہا قیمتی سامان موجود ہے۔ دنیا بھر کے احمدی احباب کی روحانی - جسمانی اور اخلاقی تربیت کے سلسلہ میں مضامین۔ زندگی بھر کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھنے والے امور سے متعلق نہائت واضح اور مفید نوٹ۔ ہر مضمون پر معلومات کا ایک ذخیرہ۔ یہ سب کچھ پیش کرنے کیلئے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر سلامتی نازل فرماتا رہے) کے ارشادات۔ آئمہ سلسلہ کے روح پرور خطبات۔ آئمہ کرام کے سماجی اور معاشرتی مسئلوں کے سلسلہ میں رہنمائی اور اصولی فیصلے دوروں کی تفاصیل۔ انفرادی طور پر اور اجتماعی طور پر جماعت کو ہدایات اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن کرنے کی سعی مسلسل۔ افراد اور جماعتوں کا ایک دوسرے سے رابطہ۔ مختلف ادوار میں جماعتی ضرورتوں کی بدلتی ہوئی کیفیات کا تفصیلی حال۔ اور ایسی تمام باتیں جنہیں ہم اپنی تاریخ کہہ سکتے ہیں۔

احمدیت کی گذشتہ سو سالہ تاریخ پر یکجائی نظر ڈالنے کے لئے اور اس کے نشیب و فراز سمجھنے کے لئے سب سے بہتر ذریعہ الفضل کے فائلوں کا مطالعہ ہے۔ اتنی مفصل تاریخ اور کہیں نہیں مل سکتی۔ اور اتنی مستند بھی۔ اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ حضرت امام جماعت احمدیہ (الثانی) اللہ تعالیٰ آپ سے ہمیشہ راضی رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ وہ وقت آنے والا ہے جب الفضل کا ایک ایک پرچہ ہزاروں روپے میں خریدا جائے گا۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ جوں جوں وقت گذرتا ہے ہماری تاریخ کے ریکارڈ کی اہمیت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ اور ہم یہ بھی کہنا چاہیں گے کہ پھیلتی چلی جاتی ہے۔ یعنی اس کی مانگ کا دائرہ وسیع سے وسیع تر ہو رہا ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی تاریخ سے آگاہ رہیں۔ اور اس کی قدر کریں۔ اپنی آئندہ نسلوں کو بھی اس طرف متوجہ کریں۔ اکثر و بیشتر الفضل کی پرانی فائلوں کی ورق گردانی کریں اور اپنے ماضی کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں۔

اللہ تعالیٰ الفضل کی اس خدمت کے جاری رکھنے میں ہم سب کی مدد فرمائے اور ہمیں اس سے بھرپور طریق پر مستفید ہونے کا موقع فراہم فرماتا رہے۔

سَو سال کے ہر اک دن پر نازاں ہم سے کوئی پُوچھے تو
کس طرح چلے ہم شانہ بہ شانہ ہاتھوں میں ڈالے اپنے ہاتھ
مشکل کو کبھی مشکل نہ کہا رو کے سے کسی کے رُک نہ سکے
ہر گام نظر تھی مَولا پر، ہر گام تھا مَولا اپنے ساتھ

ابوالاقبال

خیابانِ حقیقت میں وساوس کی فضا کیوں ہو
مرے مولا! مرے ماحول میں شورِ دغا کیوں ہو

مری فطرت ہے ہر فردِ بشر سے اُنس کی حامل
مجھے اک شخص میلی آنکھ ہی سے دیکھتا کیوں ہو

قلا ہے جو زمین و آسماں کے بھی ملاتا ہے
کسی کی بے ریا اک بات پر اتنا خفا کیوں ہو

میں ہر الزام سے خوش ہوں یہی عزت کا باعث ہے
"خدا داری چہ غم داری" مجھے ان سے گلہ کیوں ہو

اگرچہ دُور ہے منزل مگر میری نظر میں ہے
نظر میں ہو تو کوئی فاصلہ بھی فاصلہ کیوں ہو

اگر پرواز کر سکتا ہوں میں اس سے کہیں آگے
مری پرواز کی یہ آسماں ہی انتہا کیوں ہو

کوئی آنکھوں سے اوجھل ہو کے بھی جب دل میں بستا ہو
تو پھر لندن سے دُوری پر بھی محرومِ دُعا کیوں ہو

مری ہر سوچ میں شامل رہا حسنِ عمل ان کا
تو پھر میرا عمل اوروں کی جانب دیکھتا کیوں ہو

جو ہے میرا خدا مَیں اس سے کھُل کے بات کرتا ہوں
ہمارے درمیاں حائل کوئی بھی واسطہ کیوں ہو

نسیم احساس کی دولت سے مالا مال ہونے پر
تجھے زخموں کی قلت کا کسی سے بھی گلہ کیوں ہو

نسیم سیفی

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ کا تازہ منظوم کلام

اُن کو شکوہ ہے کہ ہجر میں کیوں تڑپایا ساری رات ـــــ جن کی خاطر رات لُٹا دی۔ چین نہ پایا ساری رات

اُن کے اندیشوں میں دل نے کیسے گھبرا گھبرا کر ـــــ سینے کے دیوار و دَر سے۔ سَر ٹکرایا ساری رات

خوب سجی یادوں کی محفل۔ مہمانوں نے تپے ہاتھ ـــــ ہم نے اپنا کوئلہ کوئلہ۔ دل دہکایا ساری رات

اُن سے شکوہ کیسا جن کی یاد نے بیٹھ کے پہلو میں ـــــ ساری رات آنکھوں میں کاٹی۔ دَرد بٹایا ساری رات

اُن سے شکایت کس مُنہ سے ہو۔ جن کے ہوں احسان بہت ـــــ جن کی کومل یاد نے دُکھتا دل سہلایا ساری رات

گرد آلُود تھا پتّہ پتّہ۔ کلی کلی کُجلائی ہوئی ـــــ یادوں کی برسات نے دل کا چمن نہلایا ساری رات

روتے روتے سینے پر سَر رکھ کر سو گئی اُن کی یاد ـــــ کون پیا تھا؟ کون پریمی؟ بھید نہ پایا ساری رات

وہ یاد آئے جن کے آنسُو تھے غم کی خاموش کتھا ـــــ میرے سامنے بیٹھ کے روئے۔ دُکھ نہ بتایا ساری رات

وہ یاد آئے جن کے آنسُو پونچھنے والا کوئی نہ تھا ـــــ سُوجے نَین دکھائے اپنے اور رُلایا ساری رات

بچے بھُوکے گریاں ترساں۔ دیپک کی لَو لرزاں لرزاں ـــــ کُٹیا میں اِفلاس کے بھُوت کا۔ ناچا سایہ ساری رات

اَوروں کے دُکھ دَرد میں تُو کیوں بلک بلک کر روتا ہے ـــــ تجھ کو کیا کوئی بے شک تڑپے۔ ماں کا جایا ساری رات

صبحِ صادق پر صدّیقوں کا ایمان نہیں ڈولا ـــــ اندھی رات کے گھُپ اندھیروں نے بہکایا ساری رات

رات خدا سے پیار کی پینگیں۔ صبح بُتوں سے یارانے
کچھ لوگ گنوا بیٹھے دن کو۔ جو یار کمایا ساری رات

گھروں میں اَمن کی فضا پیدا کریں

ارشاد حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع)

"پس اسے کوئی معمولی بات نہ سمجھیں۔ اپنے گھروں سے ہر قسم کی لڑائیاں فساد، ایک دوسرے پر زیادتیاں ختم کر دیں۔ عفو کا سلوک شروع کر دیں مغفرت کا سلوک شروع کر دیں۔ رحم کا سلوک شروع کر دیں اور اس کا فائدہ آپ کو بھی پہنچے گا بدلہ لینے والے گھروں میں سکون کبھی بھی میں نے نہیں دیکھا۔ دُکھ اور بے چینی پھر جہنم میں تبدیل ہونا شروع ہو جاتی ہے، دلوں میں آگیں بھڑک جاتی ہیں۔ ایک جرم سے دوسرا جرم آگے بڑھنا شروع ہو جاتا ہے۔ بعض ماں باپ ایسے ظالم ہو جاتے ہیں کہ پھر اپنی اولاد سے بھی ایسا ظالمانہ سلوک کرتے ہیں کہ وہ واقعات سُن کر بھی انسان حیران رہ جاتا ہے۔ امریکہ میں ایسے واقعات کثرت سے ہو رہے ہیں کہ مائیں اپنے بچوں کو پکڑ کر دیواروں سے مارتی ہیں اور ان کے سر پھاڑ دیتی ہیں بعض آدمیوں نے اپنے بچوں پر ایسے ایسے مظالم کئے ہیں اور یہ معمولی تعداد نہیں ہے بلکہ اعداد و شمار سے پتہ لگتا ہے کہ اس قسم کی عورتوں کی تعداد لاکھوں میں ہے اور بعضوں کے پاگل پن تو ایسے ہیں کہ وہ سوسائٹی سے کٹ جاتے ہیں لیکن بعض ایسے پاگل ہیں کہ آگے پھر وہ جرائم کرتے ہیں اور ان دکھوں کو پھیلاتے چلے جاتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۳ جنوری ۱۹۸۴ء)

ارشادات حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

"مَیں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ تکبّر سے بچو کیونکہ تکبر ہمارے خداوند ذُوالجلال کی آنکھوں میں سخت مکروہ ہے۔ مگر تم شاید نہیں سمجھو گے کہ تکبّر کیا چیز ہے۔ پس مجھ سے سمجھ لو کہ مَیں خدا کی رُوح سے بولتا ہوں۔ ہر ایک شخص جو اپنے بھائی کو اس لئے حقیر جانتا ہے کہ وہ اُس سے زیادہ عالم یا زیادہ عقلمند یا زیادہ ہُنرمند ہے وہ متکبّر ہے کیونکہ وہ خدا کو سرچشمہ عقل اور علم کا نہیں سمجھتا اور اپنے تئیں کچھ چیز قرار دیتا ہے۔ کیا خدا قادر نہیں کہ اُس کو دیوانہ کر دے اور اُس کے اُس بھائی کو جس کو وہ چھوٹا سمجھتا ہے اُس سے بہتر عقل اور علم اور ہُنر دیدے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنے کسی مال یا جاہ و حشمت کا تصوّر کر کے اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ کیونکہ وہ اِس بات کو بھُول گیا ہے کہ یہ جاہ و حشمت خدا نے ہی اُس کو دی تھی، اور وہ اندھا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ وہ خُدا قادر ہے کہ اس پر ایک ایسی گردش نازل کرے کہ وہ ایکدم میں اَسفل السافلین میں جا پڑے اور اُس کے اس بھائی کو جس کو وہ حقیر سمجھتا ہے اُس سے بہتر مال و دولت عطا کر دے۔ ایسا ہی وہ شخص جو اپنی صحت بَدنی پر غرور کرتا ہے یا اپنے حُسن اور جمال اور قوّت اور طاقت پر نازاں ہے اور اپنے بھائی کا ٹھٹھے اور استہزاء سے حقارت آمیز نام رکھتا ہے اور اُس کے بَدنی عیوب لوگوں کو سُناتا ہے وہ بھی متکبّر ہے اور وہ اس خدا سے بے خبر ہے کہ ایک دَم میں اُس پر ایسے بَدنی عیوب نازل کرے کہ اُس بھائی سے اُس کو بَدتر کر دے اور وہ جس کی تحقیر کی گئی ہے ایک مُدّتِ دراز تک اُس کے قویٰ میں برکت دے کہ وہ کم نہ ہوں اور نہ باطل ہوں کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ شخص بھی جو اپنی طاقتوں پر بھروسہ کر کے دعا مانگنے میں سُست ہے وہ بھی متکبّر ہے۔ کیونکہ قوتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ کو اس نے شناخت نہیں کیا اور اپنے تئیں کچھ چیز سمجھا ہے۔ سو تم اے عزیزو! ان تمام باتوں کو یاد رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ تم کسی پہلو سے خدا تعالیٰ کی نظر میں متکبّر ٹھہر جاؤ اور تم کو خبر نہ ہو۔ ایک شخص جو اپنے ایک بھائی کے ایک غلط لفظ کی تکبّر کے ساتھ تصیح کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو اپنے بھائی کی بات کو تواضع سے سُننا نہیں چاہتا اور منہ پھیر لیتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک غریب بھائی جو اُس کے پاس بیٹھا ہے اور وہ کراہت کرتا ہے اُس نے بھی تکبّر سے حصّہ لیا ہے۔ ایک شخص جو دعا کرنے والے کو ٹھٹھے اور ہنسی سے دیکھتا ہے اس نے بھی تکبّر سے ایک حصّہ لیا ہے .... سو کوشش کرو کہ کوئی حصّہ تکبّر کا تم میں نہ ہو تا کہ ہلاک نہ ہو جاؤ اور تا تم اپنے اہل و عیال سمیت نجات پاؤ۔ خُدا کی طرف جھکو اور جس قدر دنیا میں کسی سے محبّت ممکن ہے تم اُس سے کرو اور جس قدر دنیا میں کسی سے انسان ڈر سکتا ہے تم اپنے خدا سے ڈرو۔ پاک دل ہو جاؤ اور پاک ارادہ اور غریب اور مسکین اور بے شر، تا تم پر رحم ہو۔"

(نزول المسیح صفحہ ۲۵-۲۶)

"تقویٰ یہی ہے کہ ان تمام نقصانوں سے بچ کر خدا تعالیٰ کی طرف قدم اٹھاؤ اور پرہیزگاری کی باریک راہوں کی رعایت رکھو۔ سب سے اوّل اپنے دلوں میں انکسار اور صفائی اور اخلاص پیدا کرو اور سچ مچ دلوں کے حلیم اور سلیم اور غریب بن جاؤ کہ ہر یک خیر اور شر کا بیج پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر تیرا دل شر سے خالی ہے تو تیری زبان بھی شر سے خالی ہوگی۔ اور ایسا ہی تیری آنکھ اور تیرے سارے اعضاء۔ ہر ایک نور یا اندھیرا پہلے دل میں ہی پیدا ہوتا ہے اور پھر رفتہ رفتہ تمام بدن پر محیط ہو جاتا ہے۔ سو اپنے دلوں کو ہر دم ٹٹولتے رہو۔ اور جیسا پان کھانے والا اپنے پانوں کو پھیرتا رہتا ہے اور ردّی ٹکڑے کو کاٹتا ہے اور باہر پھینکتا ہے۔ اسی طرح تم بھی اپنے دلوں کے مخفی خیالات اور مخفی عادات اور مخفی جذبات اور مخفی ملکات کو اپنی نظر کے سامنے پھیرتے رہو اور جس خیال یا عادت یا ملکہ کو ردّی پاؤ اس کو کاٹ کر باہر پھینکو۔ ایسا نہ ہو کہ وہ تمہارے سارے دل کو ناپاک کر دیوے اور پھر تم کاٹے جاؤ۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۴۴۶)

آئمہ جماعت احمدیہ کی ایمان افروز اخلاقی نصائح

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل)

"عیب شماری کی طرف ہر وقت متوجہ رہنا ٹھیک نہیں۔ کچھ اپنی اصلاح بھی چاہیئے ہمیشہ کسی دوسرے کی عیب چینی سے پہلے اپنی گذشتہ عمر پر نگاہ ڈالو کہ ہم نے اتباعِ رسول پر کہاں تک قدم مارا اور اپنی زندگی میں کتنی تبدیلی کی ہے ایک عیب کی وجہ سے ہم کسی شخص کو بُرا کہہ رہے ہیں کیا ہم میں بھی کوئی عیب ہے یا نہیں اور اگر اسکی بجائے ہم میں یہ عیب ہوتا اور ہماری کوئی اس طرح پر غیبت کرتا تو ہمیں بُرا معلوم ہوتا یا نہیں۔ حضرت صاحب کے زمانہ میں کسی نے ایک شخص کو جھوٹا کہہ دیا اس پر وہ بہت جھنجھلایا کہ اوہ ہم جھوٹے ہیں! فرمایا کیا اس شخص نے کبھی جھوٹ نہیں بولا جو اتنا ناراض ہو رہا ہے اسے چاہیئے تھا کہ اپنی پچھلی عمر کا مطالعہ کرتا اور دیکھتا کہ آخر کبھی تو میں نے جھوٹ بولا اور خدا نے ہمیشہ ستاری کی ہے پس اب کسی کے کہنے پر میں کیوں اتنا ناراض ہو رہا ہوں۔

لوگ من گھڑت اصول بنا لیتے ہیں اور پھر ان پر کسی کی صداقت کو پرکھتے ہیں مثلاً یہ کہ ہم فلاں شخص کی پیٹھ کے پیچھے ہو کر درود پڑھیں گے۔ اگر ولی ہوا تو ضرور اپنی پیٹھ پھیر بیٹھے گا۔ حالانکہ یہ ان کی صریح غلطی ہے۔ اس طرح تو کوئی ولی امام صلوٰۃ نہیں بن سکتا۔ بلکہ صف اوّل میں کھڑا نہیں ہو سکتا کیونکہ لوگ اس کی پیٹھ کے پیچھے درود پڑھیں گے۔ (خطبات نور خطبہ جمعہ ۱-۱-۱۹۰۹)

میں نے دہلی میں کسی کو لفظ معرفت سنایا۔ مگر اس نے توجہ نہ کی بلکہ کہا کہ آپ کو قرآن شریف نہیں آتا۔ مطلب یہ تھا کہ علم تجوید و قرأت کے مطابق آیت کو نہیں پڑھا۔

پس میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ معائب کی طرف خیال نہ کرو۔ بلکہ خوبیوں کو دیکھو"

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جنوری ۱۹۰۹)

۲

"یہ حسد بڑا خطرناک مرض ہے اس سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کے علیم و حکیم ہونے پر ایمان ہو تو یہ مرض جاتا رہتا ہے۔ دیکھو ململ کا کپڑا ہے۔ کوئی اسے سر پر باندھتا ہے کوئی اس کا قمیص بناتا ہے۔ کوئی زخموں کے لئے پٹی سب جگہ وہ کام دیتا ہے اور سبھی جگہ واقعہ میں اس کی ضرورت ہے۔ اسیطرح اگر انسان سمجھ لے کہ خدا تعالےٰ کے عجائبات قدرت سے جو کام ہو رہے ہیں وہ بلا ضرورت و حکمت کے نہیں تو معترض کیوں ہو۔ اگر خدا تعالےٰ نے ایک قوم کو اپنی رحمت خاصہ کے لئے چن لیا ہے تو یہ کیوں جلتے ہیں یہ تو عام قانونِ قدرت ہے کہ آج ایک درخت بغیر پھول اور پھل پتوں کے بالکل سوختنی ہیئت میں کھڑا ہے۔ اب بہار کا موسم آیا تو اس میں پتے لگنے شروع ہوئے۔ پھر پھول پھر پھل اسیطرح قوموں کا نشو و نما ہے۔ ایک وقت ایک قوم برگزیدہ ہوتی ہے۔ لیکن جب وہ انعامات کے قابل نہیں رہتی تو خدا تعالیٰ دوسری قوم کو چن لیتا ہے اور وہ پہلی قوم ایسی مٹ جاتی ہے کہ بالکل بھلا دی جاتی ہے یا اس کی حالت تبدیل ہو جاتی ہے۔ غرض اس جہان میں اس طرح بہت تغیر ہوتے رہتے ہیں۔"

(خطبہ جمعہ ۲۹-۱-۱۹۰۹ خطبات نور صفحہ ۴۳-۴۴)

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ انصاف کرو تم میں سے کوئی بھی ایسا ہے جو چاہتا ہے یا پسند کرتا ہے کہ مجھے کوئی گالی دے یا میری کوئی ہتک کرے یا میرے ننگ و ناموس میں فرق ڈالے یا نقصان کرے یا بدی سے پیش آئے یا تحقیر کرے۔ میرا ملازم سستی سے کام لے۔ جب تم نہیں چاہتے تو کیا یہ انصاف ہے کہ تم کسی کا مال ضائع کرو۔ یا کسی کی ملازمت میں سستی کرو یا کسی کو نقصان پہنچاؤ۔ یا کسی کے لڑکے یا لڑکی کو بدنظری سے دیکھو۔ تم عدل سے کام لو۔

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ (الثانی)

"حقیقت یہ ہے کہ جس طرح انسانی جسم میں تھوڑے تھوڑے عرصہ کے بعد زائد فضلے جمع ہو جاتے ہیں جو کبھی قبض کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں اور کبھی اسہال کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یا مکانوں اور چھتوں پر پانی کے نکاس کے راستے خراب ہو کر پانی جمع ہو جاتا۔ اور چھتوں میں سوراخ ہونے لگتے ہیں۔ اسی طرح قوموں پر بھی مختلف اوقات میں ایسے حالات وارد ہوتے ہیں اور جس طرح ایک زندہ انسان جسم کی کسی ایک کل کے درست ہونے سے اپنے تمام کام آپ ہی آپ نہیں چلا سکتا۔ بلکہ صبح شام اس کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح قوموں کے اخلاق بھی آپ ہی آپ درست نہیں ہو جاتے بلکہ صبح و شام ان کی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ فرد جس کی حیثیت قوم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں اس کی زندگی کے لئے تو ضروری سمجھا جاتا ہے کہ صبح و شام نگرانی ہو۔ روزانہ اس بات کو دیکھا جاتا ہے کہ آج صبح کیا پکائیں اور شام کو کیا پکائیں۔ گرمی ہے تو باہر سوئیں۔ یا سردی ہے تو اندر سوئیں۔ ہوا ٹھنڈی چل رہی ہے تو سر کو ڈھانک کر رکھیں۔ یا خشکی کا دَور دورہ ہے تو سر کو کھلا رکھیں دھوپ نکلی ہوئی ہے تو سایہ میں چلیں۔ یا بارش برس رہی ہے تو چھت کے نیچے ٹھہریں یا حبس ہے تو باہر نکل آئیں۔ غرض صبح شام ان باتوں کا خیال رکھا جاتا ہے بلکہ میں سمجھتا ہوں دن بھر میں انسان اپنے جسم کے متعلق پندرہ بیس دفعہ ضرور سوچتا ہے کہ اسے اب کس چیز کی ضرورت ہے۔

کبھی خیال کرتا ہے کہ سونے کی ضرورت ہے۔ کبھی خیال کرتا ہے کہ لیٹنے کی ضرورت ہے۔ کبھی خیال کرتا ہے کہ ورزش کی ضرورت ہے۔ کبھی خیال کرتا ہے کہ سیر کی ضرورت ہے۔ کبھی خیال کرتا ہے کہ نہانے کی ضرورت ہے۔ غرض ایک دو درجن دفعہ ضرور وہ اپنے افعال کے متعلق غور کرتا ہے۔ اور سوچتا ہے کہ مجھے اپنے جسم کی درستی کے لئے کیا کرنا چاہیئے۔ لیکن قوم کی درستی کے متعلق وہ کبھی نہیں سوچتا بلکہ سمجھتا ہے کہ وہ آپ ہی آپ درست ہو جائیگی۔ اور اگر وہ کوئی غلط قدم اٹھا لیتی ہے تو بجائے اس کے کہ وہ اپنے آپ پر الزام لگائے کہ میں نے قومی ذمہ داریوں کو ادا نہیں کیا وہ سمجھتا ہے کہ میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ قوم پر میں اپنے غصے کا اظہار کر دوں اور عملی طور پر اس کی اصلاح کے لئے کچھ نہ کروں لیکن یہ درست نہیں۔ قومی درستی فردی درستی سے زیادہ توجہ چاہتی ہے اور ہر فرد کی توجہ چاہتی ہے۔ اگر ہر فرد اس مسئلہ کی طرف توجہ نہیں کرے گا تو

بعض حصّوں میں ضرور نقائص پیدا ہو جائیں گے اور پھر وہ اتنے بڑھ جائیں گے کہ اُن کا دور کرنا فرد کے اختیار میں نہیں رہے گا بلکہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ اُن کا دور کرنا قوم کے اختیار میں بھی نہیں رہے گا۔"

"اللہ تعالیٰ کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔ اس لئے انسان کو چاہئیے کہ کسی دنیوی نعمت کے بدلے خدا تعالیٰ کو نہ چھوڑے۔ کیسا ہی احمق ہے وہ شخص جو ایک عمدہ چشمے کو چھوڑ کر ایک پانی کا گلاس پسند کرتا ہے۔ جو نعمتیں انسان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہیں ان کو اگر خیال کرے تو اسے چاہئیے کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرے۔ کیونکہ اصل پہنچانے والا وہی ہے اور اسی سے تمام نعمتیں مل سکتی ہیں۔ اس کی نعمتیں کبھی ختم نہیں ہوں گی۔ انسان کے خزانے ختم ہونے والے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے خزانے ختم نہیں ہو سکتے۔ پانی کو ہی دیکھ لو کروڑہا کروڑ سالوں سے تمام مخلوق اسے پی رہی ہے لیکن وہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ ہوا کو سانس لے کر گندہ کیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ہر روز نئی اور مصفّا ہوا بھیج دیتا ہے۔ ایسے ہی غلے۔ پھر جمادات سونا۔ چاندی۔ تانبا۔ سکّہ وغیرہ تمام دھاتیں۔ ان کی کانیں ختم ہونے میں ہی نہیں آتیں۔ ایک کان ختم ہوتی ہے جھٹ ایک اور مل جاتی ہے۔ تو خدا تعالیٰ کی نعمتوں کی کوئی انتہا نہیں۔ جیسے وہ ذات خود غیر محدود ہے ویسے ہی اسکی نعمتیں غیر محدود ہیں۔ بعض لوگ ان دنیاوی نعمتوں میں پھنس کر اللہ تعالیٰ کو ناراض کر بیٹھتے ہیں۔ انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں آزمائش کیلئے آتی ہیں۔"

(خطبہ جمعہ ۱۹ جون ۱۹۱۴ء)

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ آپ پر رحم فرماتا رہے

"باہم لڑنا بالکل نہیں چاہیئے۔ میں نے یہ اعلان کیا ہوا ہے کہ میں جماعت میں کسی کو لڑنے نہیں دوں گا۔ اگر آپ لوگوں میں سے کسی کو یہ وہم ہے کہ خدا تعالیٰ اس کا 'اس کے پیسے کا' اس کی خدمت کا محتاج ہے تو وہ غلطی خوردہ ہے۔ کسی کا نیک عمل' کسی کا پیسہ' کسی کی خدمت اسے جنت میں نہیں پہنچا سکتی۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے نیک اعمال کی وجہ سے جنت میں نہیں جائے گا۔ بلکہ جو بھی جنت میں جائے گا خدا کے فضل کے نتیجہ میں جائے گا۔"

"ایک طرف خوراک میں بے انتہا اسراف سے کام لیا جا رہا ہے اور دوسری طرف ماہرین یہ شور مچا رہے ہیں کہ آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اگر اسے روکا نہ گیا تو زمین میں خوراک تھوڑی رہ جائے گی اور لوگ بھوکوں مرنے لگیں گے۔ بات یہ نہیں ہے کہ خوراک کم رہ جانے کا خطرہ ہے بلکہ خرابی یہ ہے کہ کھانے پینے میں اسراف کی وجہ سے بے انداز خوراک ضائع جا رہی ہے۔ ماہرین کے اس واویلے پر میں ہمیشہ یہ کہا کرتا ہوں کہ خوراک بہت ہے اسلامی حکم پر عمل پیرا ہوتے ہوئے اسراف سے بچا جائے تو خوراک کی کمی کبھی نہیں ہوگی۔ پس تمہارا فرض یہ ہے کہ تم اسراف سے پرہیز کرتے ہوئے خوراک کو ضائع ہونے سے بچاؤ۔ اور اس بارہ میں دوسروں کے لئے نمونہ بنو۔"

(دورۂ مغرب ص۵۱۸، ص۵۱۹)

"نیستی ہمارے وجود کی اصلیت اور حقیقت ہے۔ اے خدا ہمیں اس حقیقت پر ہمیشہ قائم رکھ۔ نہ ہمارا جوان اپنی قوت پر اترائے۔ نہ ہمارا بوڑھا اپنی لاٹھی پر بھروسہ کرے۔ نہ ہمارا عاقل اور فہیم اپنے عقل و فہم پر ناز کرے۔ نہ کوئی عالم اور فقیہہ اپنے علم کی صحت اور اپنی دانائی کی عمدگی پر اعتبار کرے۔"

(جلسہ سالانہ کی دعائیں ص۳۹)

"اے ہمارے رحمان! ہوائے نفس کی موجیں ٹھاٹھیں مارتی رہتی ہیں اور ہمیں غرق کرتی رہتی ہیں۔ نفس کے عوارض ایک چکر میں ہیں اور ہوائے نفس کے قیدی ہلاک ہوتے رہتے ہیں اور کم ہیں جو نفسِ امارہ کی اس یلغار سے محفوظ رہتے ہیں۔ اے ہمارے رحمان! تو خود ہماری حفاظت کر۔ اے شافیٔ حقیقی ایک حاذق طبیب کے روپ میں ہم پر جلوہ گر ہو۔ ہمیں اپنی طرف کھینچ لے۔ ہمیں اپنے سینہ سے لگا لے تا ہم تیری محبت میں دیوانے مستانے بن جائیں اور سب امراض سے شفا پائیں۔ ہمیں سعادت دے اور اس سعادت مندی پر قائم رہنے کی ہمیشہ ہمیں توفیق بخش اور اپنے پاک بندوں میں ہمیں شامل کر لے۔ اے ہمارے ہادی! صراطِ مستقیم نعمت عظمیٰ ہے۔ ہر نعمت کی جڑ اور ہر عطا کا دروازہ ہے اے ہمارے محبوب! اے ہمارے مقصود!! سیدھی راہ ہمیں دکھا۔ یہ نہ مٹنے والی روحانی بادشاہت ہمیں عطا کر۔ تیرے تفضلات اور تیری نعماء کا مسلسل ہم پر نزول ہو۔ ان نعمتوں' ان فضلوں کو قبول کرنے کے لئے ہمیں تیار کر اور ان کا ہمیں اہل بنا۔ تا اندھیری راتوں کے بعد خوشگوار زندگی اور ظلمات اور تاریکیوں کو دور کر دینے والا نور ہم پائیں تا اے ہمارے رب! ہلاکت سے قبل ہر قسم کی لغزش اور ضلالت سے ہم نجات حاصل کر لیں۔"

(جلسہ سالانہ کی دعائیں ص۴۰)

ارشادات حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

"پس مجھے یہ غم کھاتا ہے کہ ہم عبد شکور بھی بن رہے ہیں یا نہیں۔ اگر ہم عبد شکور بن جائیں اور اللہ تعالیٰ کے شکر کے نتیجہ میں دل میں محبت پیدا ہو جائے تو اس کے فضلوں کی کوئی انتہا ہی نہیں رہے گی۔ ساری دنیا کے خزانے آپ کے ہاتھوں میں دیئے جائیں گے۔ تمام دنیا کی طاقتوں کی کنجیاں آپ کو پکڑائی جائیں گی۔ تمام دنیا کی ملکیت میں خدا اپنے ساتھ شامل کرے گا۔ یہ ہے محبت کا آخری نتیجہ۔ اس لئے شکر کریں اور محبت پیدا کریں محبت کے لئے نہ علم کی ضرورت ہے نہ دولت کی ضرورت ہے۔ نہ کسی اور دنیوی ذرائع کی ضرورت ہے۔ جس کے متعلق کوئی کہے کہ مجھے حاصل نہیں۔ ایک درویش، ایک فقیر، ایک غریب اور ایک مسکین جو بظاہر دنیا کی نعمتوں سے محروم ہوتا ہے وہ بھی اگر خدا سے محبت کرتا ہے تو وہ اللہ والا بن جاتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ پر خدا عجائب کام دکھاتا ہے۔ یہ ہے محبت کا کرشمہ۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۷ فروری ۱۹۸۴ء)

"پس وہ لوگ جو ہمیشہ خدا کے نام پر کھڑے ہوں گے ان کے لئے ان راستوں کے سوا اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ اسلئے ان کو لازماً صبر کرنا پڑے گا اور لازماً خدا کی خاطر دکھوں کو برداشت کرنا ہوگا۔ اور استقامت دکھانی ہوگی اور خدائے حی و قیوم پر توکل بھی کرنا ہوگا۔ اور لوگوں کو بتانا ہوگا کہ ہم خدا پر توکل کرتے ہوئے صبر کر رہے ہیں تب ہمیشہ ایسی قوموں پر خدا کی وہ تقدیر بھی لازماً ظاہر ہوگی۔ دنیا کی کوئی طاقت نہیں جو خدا کی راہ میں حائل ہو سکے۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۰ مئی ۱۹۸۳ء)

"پس یہ ساری وہ رسمیں ہیں جن کے خلاف ہمیں جہاد کرنا ہے اور جماعت کو ان بوجھوں سے آزاد کرنا ہے ورنہ بہت سے جھگڑے بھی چل پڑیں گے۔ رسمیں اپنی ذات میں بھی بیہودہ چیزیں ہیں اور آپ کو ان سے آزاد کرانا آپ کی اپنی بھلائی میں ہے۔ لیکن اس کے نتیجہ میں پھر اور جو بداثرات پیدا ہوتے ہیں اس سے [illegible] پھٹ جاتی ہے۔ اختلافات بڑھ جاتے ہیں۔ نفرتیں پیدا ہوتی ہیں۔ دنیاداری بڑھ جاتی ہے۔ روحانیت کو بڑا شدید نقصان پہنچتا ہے۔ ایک دوسرے کے بعد پے در پے رونما ہونے والے نتائج ہیں جو اپنے بداثرات میں آگے بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اس لئے رسموں کو معمولی نہ سمجھیں اگر آپ ان سے صرف نظر کریں گے تو یہ بڑھ کر آخر کار آپ پر قابو پا جائیں گی۔ پھر یہ پیر تسمہ پا بن جائیں گی کہ جو آپ کی گردن میں ٹانگیں پھنسا لے گا اور پھر اس گردن کو نہیں چھوڑے گا۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۲ فروری ۱۹۸۴ء)

"یہ ناممکن ہے کہ کوئی شخص حقوق العباد صحیح معنوں میں ادا کرے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کی نظر اس پر نہ پڑے۔ ایسے بندوں کو خدا چُن لیتا ہے جو واقعۃً اس کے بندوں کا حق ادا کرتے ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کا ہو جائے اور بنی نوع انسان کے حقوق ادا نہ کرے لہٰذا ایسی مذہبی جماعتیں جن میں حقوق العباد کی کمی نظر آئے۔ وہ ان اخلاق سے عاری ہوں جو انسان کو انسان کے لئے نرم کر دیتے ہیں اور اس کے حقوق ادا کرنے کے علاوہ احسان کا تقاضا کرتے ہیں۔ ایسا انسان اگر یہ کہے یا یہ سمجھے کہ میں بہت ہی عبادت کرنے والا ہوں۔ بہت ہی روزے رکھنے والا ہوں تو یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایسے غلطی خوردہ کی غلطی کو ہمیشہ کے لئے یہ فرما کر دور کر دیا کہ مومن وہ نہیں ہے جو صرف عبادت کرے اور روزے رکھے بلکہ مومن وہ ہے جس کے شر سے انسان' ان کا خون اور ان کے اموال بھی محفوظ ہوں تو حقیقت یہ ہے کہ حقوق العباد کے سوا حقوق اللہ ادا ہو نہیں سکتے اور حقوق اللہ ادا کرنے والے انسان کبھی بھی حقوق العباد سے غافل نہیں ہو سکتے۔

پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کو وقتاً فوقتاً تذکیر کی ضرورت ہے۔ یاد کروانے کی ضرورت ہے کہ ہمارا کیا مقام ہے ہم کس بلند مقام پر فائز کئے گئے ہیں اور کیا ہم اس کے تقاضوں کو ہر پہلو سے پورا کر رہے ہیں یا نہیں۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲ دسمبر ۱۹۸۳ء)

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرّابع) ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز کی بصیرت افروز تصریحات

دُنیا میں رُونما ہونے والی عظیم الشّان تبدیلیاں

حضور ایدہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا :۔
(سب تعریفیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہیں) کہ جماعت احمدیہ یو کے کا جلسہ سالانہ جو ۲۵ واں جلسہ سالانہ ہے بخیر وخوبی اختتام کے مراحل میں داخل ہو رہا ہے اور یہ آخری تقریر ہے جو اس جلسے میں کی جائے گی اور اس کے بعد جیسا کہ ہماری سابقہ روایات ہیں محبت سے ایک دوسرے سے ملنے کے سلسلے جاری رہیں گے اور پھر الوداع کی تلخ آزمائشیں بھی آئیں گی۔ مگر ان باتوں کے ذکر سے پہلے میں اپنا خطاب کرنا چاہتا ہوں کیونکہ یہ باتیں تو دُعا کی تحریک کے لئے آخر میں پیش کی جائیں گی۔

عظیم الشّان تبدیلیاں

آج کے خطاب کے لئے میں نے دنیا میں رونما ہونے والی عظیم الشان تبدیلیوں کا موضوع چنا ہے۔ جن کا محور روس ہے۔ روس میں جو عظیم انقلاب رونما ہو رہا ہے اور جس کے نتیجے میں روس کے ماحول میں گردو پیش اور اس کے اندر بھی ریاستوں میں بڑی بڑی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں۔ ان سے متعلق کچھ تو سیاستدانوں کی آراء ہیں اور کچھ مذہبی راہنماؤں نے ان حالات میں دلچسپی لینی شروع کی ہے کچھ اقتصادی نقطۂ نگاہ سے ان باتوں پر خیال آرائی کی جارہی ہے اور مختلف سمت سے آج دنیا میں دلچسپی کا سب سے بڑا مرکز روس اور اس کے ماحول میں ہونے والے واقعات بنے ہوئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ عالمگیر کو اپنے نقطۂ نگاہ سے یہ ساری بات سمجھاؤں کہ یہ ہو کیا رہا ہے اور اس کے کیا نتائج ظاہر ہونے ہیں اور ان نتائج کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ کو کیا تاریخی کردار ادا کرنا ہے۔ اور کیا مذہبی کردار ادا کرنا ہے جس کے لئے ایسے قطعی شواہد موجود ہیں کہ خدا کی تقدیر نے پہلے ہی سے فیصلہ کر رکھا ہے۔ روس میں جو محرکات اس انقلاب کا موجب بنے۔ جو ابھی اپنی ابتداء کے مراحل سے گزر رہا ہے وہ چند ایک بڑے بڑے محرکات ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں دنیا کے دو بڑے بلاک دو بڑے گروہ ابھرے جنہوں نے اس صدی کے اکثر حصے پر سایہ کئے رکھا۔

کارل مارکس کے اشتراکی نظام کی ناکامی

ایک مشرقی بلاک اور ایک مغربی بلاک مغربی بلاک کا طرۂ امتیاز آزاد سرمایہ کاری ہے اور آزاد سرمایہ کاری کا کوئی بنیادی سائنسی فلسفہ نہیں ہے لیکن ایک لمبے تجربے سے انسان نے مل جل کر رہتے ہوئے جو اقتصادی نظام سیکھا وہ ترقی کرتے ہوئے آج مغربی اقتصادی نظام کی صورت میں دنیا کے سامنے ہے۔ اس کے برعکس کارل مارکس نے وہ سائنسی اقتصادی نظام پیش کیا۔ جس کو سائنسی میں اس غرض سے کہہ رہا ہوں کہ اس کی بنیاد سائنسی طرز فکر پر تھی DIALECTICAL MATERIALISM کی فلاسفی۔ یعنی ایک تاریخی عملی جدوجہد جو مادی جدوجہد کی حیثیت رکھتی ہے اس کے عوامل پر اس کے محرکات پر غور کر کے اس نے ایک نظام دنیا کے سامنے پیش کیا جسے ہم عرف عام میں اشتراکی کمیونسٹ سوشلسٹ، سائنٹفک سوشلسٹ نظام کے طور پر یاد کرتے ہیں۔ آج جو واقعات رونما ہو چکے ہیں ان کے نتیجے میں مغربی دنیا میں ایک بہت ہی برتری کا احساس نمایاں ہو کر ابھرا ہے اور مغربی نظامِ اقتصادیات اور نظامِ حکومت ان واقعات کے نتیجے میں یہ محسوس کر رہے ہیں کہ یہ ہماری فتح ہے اور اشتراکیت کی شکست ہے۔ کیا واقعۃً یہی بات ہے؟ یا ان عوامل میں ڈوب کر مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ جو کچھ ہوا۔ کیوں ہوا۔ اور کیا ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ اتنی کھلی کھلی فتح کا قصہ نہیں بلکہ بہت ہی پیچدار معاملات ہیں اور ان حالات کا جب تک بالغ نظری کے ساتھ گہرا تجزیہ نہ کیا جائے۔ ہم یقیناً یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ ہم امن کی طرف بڑھ رہے ہیں یا جنگ کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہم سکون کی طرف بڑھ رہے ہیں یا بے اطمینانی کی طرف بڑھ رہے ہیں اور کیا آگے بڑھ رہے ہیں یا پیچھے کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ یہ سارے سوالات ہیں جن کا جواب صحیح واقعاتی تجزیے کے سوا ممکن نہیں ہے۔ جہاں تک بنیادی محرکات کا تعلق ہے وہ چند ہیں جو میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

مسٹر گورباچوف عظیم رہنما ہیں

مسٹر گورباچوف جو اس وقت روس کے لیڈر ہیں میرے نزدیک وہ اس صدی کے اس آخری حصے کے بہت عظیم راہنما ہیں جنہوں نے حالات کا صحیح تجزیہ کر کے بڑی جرأت کے ساتھ ایسے اقدامات کئے جنہوں نے اقدامات کا ایک سلسلہ جاری کر دیا اور تاریخ میں ان کا نام ہمیشہ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔ لیکن اگر وہ تاریخ بننے سے پہلے انسانی توجہات اور رجحانات نے غلط کروٹ لی تو وہ سنہری حروف کی بجائے سرخ حروف سے بھی لکھا جا سکتا ہے۔ اس لئے حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے ہمیں بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے اور تمام دنیا کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ یعنی آپ احمدی جن کو خدا تعالیٰ نے دنیا میں امن کے قیام کا ذریعہ بنایا ہے اور ایک ایسی جماعت بنایا ہے جس کا دنیا کی حکومتوں سے کوئی ایسا تعلق نہیں کہ ہمیں ان سے کوئی تمنا ہو کوئی خواہش ہو کوئی لالچ ہو۔ بلکہ ہم ایسے مقام پر کھڑے ہیں اور یقین پر کھڑے ہیں کہ جس مقام کا قرآن کریم نے ذکر ان الفاظ میں فرمایا ..... کہ اے امت محمدیہ تم وہ امت ہو جو بہترین ہو۔ آج تک جتنی امتیں دنیا میں قائم کی گئیں۔ ان میں سب سے بہترین ہو۔ کیوں بہترین ہو؟ .... اس لئے کہ تم بنی نوع انسان کی بھلائی کی خاطر پیدا کئے گئے ہو۔ اس لئے کہ خیر تم سے دوسروں کی طرف روانہ ہوگی۔ یعنی تم خیر مانگنے والے اور خیر حاصل کرنے کے لئے نہیں بنائے گئے بلکہ دنیا کو خیر عطا کرنے کے لئے بنائے گئے ہو۔ پس جیسا کہ حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم نے ایک موقعے پر خیر کی یہ تعریف فرمائی کہ دینے والا ہاتھ لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے۔ اس کا اسی آیت کے مضمون سے تعلق ہے کہ امت محمدیہ تب تک خیر امت کہلائے گی جب تک امتِ محمدیہ کا ہاتھ اوپر رہے گا۔ یہ عطا کرتے والا ہاتھ رہے گا۔ مانگنے والا ہاتھ نہیں بنے گا۔ اس پہلو سے چونکہ جماعت احمدیہ یہ عزم نو لے کر اٹھی ہے کہ ہم .... اس عظیم مقام کو لازماً ..... حاصل کریں گے اور ایک مانگنے والی اور دوسروں کی طرف خیر کیلئے ہاتھ بڑھانے کی بجائے لوگوں کو عطا کرنے والی امت بنیں گے۔ اس لئے اس مضمون کا ان موجودہ حالات میں سمجھنا ضروری ہے۔ آپ سے توقع ہے کہ آپ تمام دنیا کی علمی رہنمائی کریں اور حق و

صداقت کے ساتھ رہنمائی کریں اور پورے سچے پرخلوص جذبات کے ساتھ رہنمائی کریں دنیا کی لیڈر شپ کو بتائیں کہ ان اہم تاریخی مواقعے پر ان پر کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔
تو محرکات کی بات چل رہی تھی۔

انفرادی آزادی کا فقدان ـ پہلی بڑی وجہ

پہلی بڑی وجہ جو اس انقلاب کا پیش خیمہ بنی وہ انفرادی آزادی کا فقدان ہے اشتراکیت ایک TOTALITARIAN فلاسفی ہے۔ یعنی جس میں اجتماعیت پر اتنا زور دیا گیا ہے کہ انفرادیت اس کے سائے تلے دب کر کالعدم ہو چکی ہے۔ اور انفرادیت وہ بنیاد ہے جس کے اوپر سوسائٹی قائم ہوئی تھی۔ اگر انفرادیت نہ ہوتی اور اس کو اولیت حاصل نہ ہوتی تو سوسائٹی کا کوئی وجود ممکن نہیں۔ ہر انسان کو خدا تعالیٰ نے ایک پہلو سے خود غرض بنایا ہے اور اپنے کسی حق کو وہ کسی قیمت پر چھوڑنے کے لئے فطری طور پر تیار نہیں۔ جب تک اس کے بدلے کچھ حاصل نہ کر رہا ہو۔ پس افراد نے جب سوسائٹی کے اثر کو قبول کرنے کا فیصلہ کیا اور کچھ حقوق اپنے، سوسائٹی کی خاطر چھوڑے تو اس کی غرض یہ نہیں تھی کہ انفرادیت کی طاقت کمزور ہو گئی تھی بلکہ ہر فرد کو اپنی اجتماعی ضروریات کے لئے مجبوراً سوسائٹی کا مرہونِ منت ہونا پڑ رہا تھا اور اسی اصول پر رفتہ رفتہ سوسائٹی ترقی کرتی گئی۔ بہترین سوسائٹی وہی ہے جس میں فرد اور اجتماعیت کے درمیان توازن قائم رہے اسی حد تک اور صرف اسی حد تک فرد سے کچھ طاقتیں سلب کی جائیں جو تمام افراد کے مجموعے کے لئے اور ہر فرد کی اپنی بقاء کے لئے اس سے سلب کرنا ضروری ہیں تو GIVE AND TAKE یعنی کچھ لو اور کچھ دو کا اصول فرد اور سوسائٹی کے درمیان فیصلہ کن اصول ہے ایسا نظام جہاں انفرادیت کو مٹا دیا گیا ہو اس کے اندر ایک بنیادی خامی پیدا ہو جاتی ہے اور فطرتِ انسانی نے آج نہیں تو کل لازماً اس کے خلاف بغاوت کرنی ہے۔ اشتراکی دنیا میں اس بغاوت کی صفِ اول اس دنیا کے مفکرین بنے اور گذشتہ پندرہ بیس سال میں خصوصیت کے ساتھ علم و فن سے تعلق رکھنے والے مفکرین آرٹسٹ اس اجتماعیت کے غلبے کے خلاف علم بغاوت بلند کرنے والے بنے انہوں نے، دانشوروں نے اس راہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ ان کا ایک اثر قائم ہوا۔ لیکن وہ اثر ہرگز اکیلا اس بات کے لئے کافی نہیں تھا کہ موجودہ انقلابات اس کے نتیجے میں واقع ہوتے۔

اقتصادیات کی ناکامی

دوسری ایک بڑی وجہ اقتصادی فلسفے کی ناکامی ہے اور اس میں بھی دراصل انفرادیت کی فطرت ہی کارفرما ہے۔ ہر انسان اپنے لئے کچھ کمانا چاہتا ہے اور اپنے حقوق اقتصادی لحاظ سے جس حد تک اس کے لئے ممکن ہے حاصل کرنا چاہتا ہے۔ لیکن اگر اسے یہ معلوم ہو کہ اس کی محنت خالصتاً قومیت کے جذبے کی خاطر وقف ہو گی اور اس کی محنت کا سارے کا سارا پھل قوم کے سپرد ہو گا اور پھر قوم یہ فیصلہ کرے گی کہ کتنا اس کی ذاتی محنت کا حق ہے۔ کتنا قوم کو ملنا چاہیئے اور اس پھل کو تقسیم کرنے والے ہاتھ اور ہوں گے۔ اگر یہ یقین ہو تو پھر انفرادی ولولہ ختم ہو جاتا ہے اور ذاتی محنت کر کے زیادہ کمانے کا رجحان دن بدن کم ہوتا چلا جاتا ہے۔ قوم کی خاطر کمانے کا رجحان یہ اس وقت تک زندہ رہتا ہے۔ جب تک انفرادی طور پر کمانے کا رجحان ساتھ ساتھ چلتا ہو۔ اکیلا یہ کافی نہیں چنانچہ اس فلسفے کا ایک لازمی نتیجہ یہ نکلنا تھا کہ قوم کی اجتماعی پیداوار میں کمی واقع ہوتی اور مسلسل ہوتی رہتی۔ یہ دو باتیں ہیں جو بہت حد تک ان نتائج پر منتج ہوئیں جن میں سے بعض اور تھے جو ان محرکات کے ساتھ شامل ہو کر ان انقلابات کے لانے کا موجب بنے۔ اب ایک ایسی سوسائٹی کا تصور کیجئے جہاں انفرادیت اجتماعیت سے مغلوب ہو چکی ہے اور انفرادی آواز کا گلا گھٹ چکا ہے اور سوچیں رفتہ رفتہ کروٹ بدل رہی ہیں اور بے چینی کا اظہار کر رہی ہیں اور چاہتی ہیں کہ انہیں انفرادی آزادی نصیب ہو دوسری طرف ایک اجتماعی نظام ہے جو چاہتا ہے کہ اگر انفرادیت کو سر اٹھانے کی اجازت دی گئی تو اجتماعی نظام کی جان پر حملہ ہو گا۔ تیسری طرف اقتصادی طور پر رفتہ رفتہ قوم غریب ہو رہی ہے۔ یہ خطرہ درپیش ہے کہ انفرادی آواز کو بزور دبانا قوم کی بقاء کے لئے ضروری ہے اور نظام کی بقاء کے لئے ضروری ہے۔ پس ایسے حالات میں دو طرح کے خطرے ایسے نظام کو درپیش ہوتے ہیں اندرونی خطرات اور ایک بیرونی خطرات۔ اندرونی خطرات کے نتیجے میں قوم کے سرمائے کا ایک بڑا حصہ ایسی اندرونی فوجی یا نیم فوجی یا پولیس کی تنظیموں پر خرچ کرنا پڑتا ہے جس کی آزاد سوسائٹی میں ضرورت نہیں ہے۔ جہاں آزادی ضمیر ہے وہاں آواز کو دبانے کے لئے کچھ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں۔ اور رفتہ رفتہ یہ نظام اور زیادہ شکی ہوتا چلا جاتا ہے اور خطرہ محسوس کرتا ہے کہ پتہ نہیں کس طرف سے کیا آواز اٹھائی جا رہی ہے کہ قوم کی طاقت کا ایک بڑا حصہ جاسوسی پر خرچ ہونے لگتا ہے اور جاسوسی پر ضائع ہونے لگتا ہے اور جوں جوں جاسوسی کا نظام تقویت پاتا ہے۔ اجتماعی نظام کے خلاف نفرت اور بھڑکنے لگتی ہے۔ ہر انسان عدم اطمینان کا شکار ہو جاتا ہے۔ بیرونی دنیا سے بھی خطرات لاحق ہوتے ہیں۔ بیرونی طور پر اپنے دفاع کے لئے اور اندرونی طور پر آواز کو دبانے کے لئے اشتراکی ملکوں کو جو خرچ کرنا پڑتا ہے وہ باہر کی دنیا کے ملکوں کے مقابل پر بہت زیادہ ہے اب ایک طرف اقتصادی نظام کمزور ہو رہا ہے اور قوم کی اجتماعی پیداوار کم ہوتی چلی جا رہی ہے دوسری طرف اس نظام کو زندہ رکھنے کے لئے جو ذرائع درکار ہیں ان کی طرف قوم کی دولت زیادہ سے زیادہ منتقل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس کا آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دن بدن دانت مضبوط ہو جاتے ہیں اور معدہ کمزور، ناخن بڑھتے جاتے ہیں اور لقمے اٹھانے والی انگلیاں کمزور ہوتی چلی جاتی ہیں۔ وہ نظام جو حفاظت کے لئے ضروری ہے اس کے لئے اقتصادی طاقت کی ضرورت ہے۔ اب ایک انسان جس کے ناخن بڑھ جائیں اور مضبوط ہو جائیں اور زیادہ سے زیادہ خون کا مطالبہ کر رہے ہیں دانت غیر معمولی طور پر بڑھ کر ہاتھی دانت کی شکل اختیار کر گئے ہوں اور جسم نحیف ہو رہا ہو اس کے پاس زیادہ دیر ایسے دانتوں اور ایسے ناخنوں کو اٹھانے کی طاقت نہیں رہتی اور دن بدن کمزوری محسوس ہوتی رہتی ہے یہ صورتِ حال اس حد تک آگے بڑھ چکی تھی کہ دونوں بلاکس کے درمیان جو (حسد) JEALOUSY اور عدم اعتماد تھا اس کے نتیجے میں آپ جانتے ہیں کہ کتنے بڑے بڑے خوفناک ہتھیار دونوں کے پاس تھے اور ان ہتھیاروں کو اس حالت میں متوازن شکل میں رکھنا کہ کسی دوسرے فریق کو ایک فریق پر فوقیت حاصل نہ ہو۔ غیر معمولی اخراجات کے تقاضے کرتا تھا۔ چنانچہ ان ساری باتوں نے اشتراکی ملکوں کی اقتصادیات پر اتنا بوجھ ڈال دیا کہ وہ جسم جس نے ہتھیاروں کی حفاظت کر لی وہ کمزور ہوتا چلا گیا ہتھیار مضبوط ہوتے چلے گئے۔ وہ باہیں نحیف ہوتی گئیں۔ جنہوں نے ہتھیار چلانے تھے اور یہ عدم توازن کی کیفیت پیدا ہو گئی۔

ٹراٹسکی کی بصیرت

اس کے علاوہ اس نظام میں چونکہ ایک پارٹی کو طاقت تھی ایسے نظام ہمیشہ پارٹی کی طاقت کی بناء پر چلتے ہیں۔ وہ پارٹی جو حکومت پر قابض تھی یا لازماً اس نے قابض رہنا تھا وہ دوسرے لوگوں کے مقابل پر بہت تھوڑی تعداد میں ہے اور ایسی حکومتوں میں ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے۔ اکثریت کے نام پر انقلاب آتے ہیں اور اپنے ہی ملک کی اکثریت پر ایک اقلیت حکومت کرتی ہے اور نام اکثریت کا لیا جاتا ہے۔ چنانچہ اشتراکیت کے اولین لیڈروں میں سے بہت ہی ذہین اور بہت ہی مشہور لیڈر ٹراٹسکی نے ابتدا ہی سے اس خطرے کو محسوس کر لیا۔ ٹراٹسکی کا ذکر اس معاملے میں بہت ضروری ہے کیونکہ اس نے جو باتیں محسوس کر لی تھیں وہ درست ثابت ہوئیں۔ ٹراٹسکی نے اشتراکی جدوجہد میں بہت غیر معمولی حصہ لیا اور لینن کے اگر وہ برابر نہیں تھا تو اس کی کوششوں میں وہ بہت ہی ممد و معاون اور شریک رہا لیکن روسی انقلاب، اشتراکی انقلاب کے بعد جلد وہ بد دل ہو گیا اور بالآخر روس چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ کچھ عرصہ ٹرکی رہا پھر اس نے مسٹر چرچل سے درخواست کی کہ مجھے پناہ دو۔ مسٹر چرچل نے انکار کیا کہ ہمیشہ ہمارے دشمن رہے اب ہم سے پناہ مانگتے ہو اور پھر آخر وہ ساؤتھ امریکہ میں کہیں جا کر پناہ حاصل کر سکا اور زندگی کے آخری چند دن تلخی اور ناکامی کے گزارے۔ چرچل سے گفتگو کے دوران جو بہت دلچسپ ہے۔ چرچل نے اس سے سوال کیا کہ تم تو اشتراکی لیڈرشپ کے چوٹی کے رہنما ہو اور انقلاب لانے میں تم نے بہت ہی اہم کردار ادا کیا ہے تم بد دل کیوں ہوئے ہو اور بھاگ کیوں رہے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں ایک روسی قوم پرست انسان ہوں۔ زار کے مظالم کے نتیجے میں اور ایک ایسے اقتصادی نظام کے نتیجے میں جو رفتہ رفتہ عوام کا اور زمینداروں کا لیبر کا خون چوس چکا تھا اور ایک چھوٹی سی سوسائٹی عیاشی کے ایسے بلند مینار تعمیر کر بیٹھی تھی کہ دنیا میں کہیں ایسی عیاش سوسائٹی کا کہیں اور نمونہ نہیں تھا اور غریب پیسے جا رہے تھے ان کی آزادی کی خاطر ان کی بیڑیاں توڑنے کی خاطر میں نے یہ آواز بلند کی تھی۔ مگر جب یہ نظام نافذ ہو گیا تو میں نے بڑی تیزی کے ساتھ اور تلخی سے محسوس کیا کہ اس نظام نے خود ہماری قوم کو ایسی بیڑیاں پہنا دیں کہ ہو سکتا ہے کہ وہ سینکڑوں سال تک نہ توڑ سکیں اور اس وجہ سے میں ایسا پژمردہ ہو چکا ہوں کہ میں اپنے ہی ملک میں اپنی ہی قوم کو اپنے ہی ہاتھوں بیڑیاں پہنا

کر خوش نہیں رہ سکتا اور میرا ضمیر دن رات ملامت کرتا ہے کہ تم کیا کر بیٹھے ہو۔ بہرحال یہ لمبی گفتگو ہے اور دلچسپ تاریخی گفتگو ہے۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ اس نے یہ بات لازماً محسوس کی کہ اشتراکی اجتماعی نظام ساری قوم کو بیڑیاں پہنائے بغیر پنپ نہیں سکتا۔

رزق کی کمی کا معاملہ

مزید برآں جو دوسرے نتائج اس سے پیدا ہوئے وہ یہ ہیں کہ وہ چھوٹی پارٹی جو ایسے نظام پر قابض ہوتی ہے۔ وہ لازماً منفعت حاصل کرتی ہے اور جہاں رزق کی کمی ہو وہاں غیر معمولی منفعت کے حصول کی طلب بڑھ جاتی ہے اب یہاں آج کل خدا کے فضل سے رزق کا نظام بڑا اچھا چل رہا ہے کسی کو کوئی بھوک کی فکر نہیں ہے۔ جہاں دو روٹیاں اس کے کام آئیں گی وہاں تیسری کی وہ خواہش ہی نہیں کرے گا۔ لیکن اگر اس کو یہ خطرہ ہو کہ شاید رات کے وقت دو روٹیاں میسر نہ آسکیں تو وہ تیسری بھی چھیننے کی کوشش کرے گا اور ہمیشہ یہ نفسیاتی رجحان اس وقت پیدا ہوتا ہے جب کمی محسوس ہو۔ چنانچہ جنگوں کے موقعے پر کھانڈ غائب ہو جاتی ہے انڈے غائب ہو جاتے ہیں مرغیاں غائب ہو جاتی ہیں اس قسم کی روزمرہ کی ضرورتیں نہیں ملتیں حتّٰی کہ قومی اقتصادیات اچانک اس ادنیٰ مقام تک گر چکی ہے کہ انسانی حرص اور انسانی خوف قوم کی اقتصادیات کے ساتھ ایک ہولی کھیلتے ہیں جو قوم کو تباہی تک پہنچا دیتے ہیں۔ افراتفری اور طلب پیدا ہو جاتی ہے۔ پس لازم تھا اور کوئی دنیا کی طاقت اس فطری نظام کو بدل نہیں سکتی تھی کہ روس کی اور دیگر اشتراکی ممالک کی اشتراکی پارٹیاں گرتی ہوئی اقتصادیات میں اپنے لئے منفعت حاصل کرنے کی کوشش کریں اور یہ رجحان گذشتہ دس پندرہ سال میں بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اب وہ عوام جو اس امید پر اس جنت کے تصور میں لمبے عرصے تک خون کی قربانیاں پیش کر کے اس نظام کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے۔ جب ان لوگوں نے یہ دیکھا اور دیکھ رہے تھے کہ روٹی کے نام پر جو انقلاب لایا گیا وہ بالآخر ان کو روٹی سے محروم کر رہا ہے ایک ڈبل روٹی کے لئے بعض دفعہ سینکڑوں میٹر یا میلوں تک کیو لگ جاتی اور دن بدن کھانے کی چیزیں کم ہوتی چلی گئیں۔ رہنے کی سہولتیں کم تر ہوتی چلی گئیں اور بعض ایک ایک کمرے میں دو دو تین تین خاندان زندگی بسر کرتے ہوئے دیکھے گئے کہ ان کے لئے جسمانی طور پر ممکن ہی نہیں تھا کہ وہ بیک وقت اس کمرے میں سما سکیں اور آج بھی روس کے بعض حصوں میں یہی حالت ہے۔ پس ایک طرف فوجی طاقت اتنی بلند کہ دنیا کی چوٹی کی فوجی طاقت کے مقابل پر کھڑی ہو گئی اور دوسری طرف اقتصادی حالت اس طرح گر چکی ہو کہ اپنے عوام الناس کی تسکینِ جان اور تسکینِ دل اور تسکینِ معدہ کے لئے کچھ بھی نہ رہے لازماً اس سے ایک بہت بڑا خلاء پیدا ہوتا ہے اور عدمِ توازن پیدا ہوتا ہے۔ اور جہاں عدمِ توازن ہو وہاں قانونِ قدرت لازماً ایسی عمارتوں کو منہدم کیا کرتا ہے۔ زمین کی کششِ ثقل ایک غالب طاقت ہے آپ کھڑے ہوں آپ میں طاقت بھی ہو لیکن ذرا سا توازن بگڑے تو آپ ضرور زمین پر گریں گے۔ پس وہ عمارت جس کی ستر سال میں تعمیر ہوئی وہ بڑے واضح طور پر عدمِ توازن کا شکار ہو چکی تھی اور اس میں روسی اشتراکی پارٹی کی بددیانتی کا بھی دخل تھا۔

اخلاق کی ناکامی کا فلسفہ

مارکس نے جب داس کیپیٹال کتاب لکھی تو اس نے جو فلسفہ پیش کیا وہ ایک تو سائنسی فلسفہ ہے ایک اخلاقی فلسفہ ہے جو انسان کی اخلاقی ناکامی کا فلسفہ ہے اس میں اس نے لکھا کہ دنیا میں کوئی نظام جو انسانی اخلاق پر انحصار کر کے کوئی اقتصادی نظام پیش کرے اس نے لازماً ناکام ہونا ہے کیونکہ انسان خود غرض جانور ہے اور مذہبی تعلیم کے ذریعے یا اخلاقی تعلیم کے ذریعے اس سے یہ توقع نہیں رکھی جا سکتی کہ دوسرے کا حق اس کو ادا کرے۔ اس فلسفے پر اس نے اس عمارت کی پہلی اینٹ رکھی۔ اس فلسفے کی پہلی اینٹ اس عمارت کی پہلی بنیاد کے طور پر رکھی۔ لیکن بہت ذہین ہونے کے باوجود وہ یہ بات بھول گیا کہ دنیا کا کوئی نظام بھی انسانی اخلاق کے بغیر چل نہیں سکتا۔ اچھے سے اچھا نظام بھی ہو اگر چلنے والوں کے اخلاق ناکام ہو جائیں تو وہ نظام لازماً ناکام ہو گا۔ پس بناء اس اینٹ پر رکھی جس نے مٹنا ہی تھا جس نے ٹکڑے ٹکڑے ہونا ہی تھا۔ کیونکہ وہ کہتا ہے کہ انسان میں اخلاق کوئی جزء نہیں ہے کوئی عنصر نہیں ہے اس لئے کسی نظام میں انسانی اخلاق پر بناء نہیں رکھنی چاہئے۔ یہ جو فلسفہ تھا اس نے کچھ عرصہ تک روسی نظام کو دھوکے میں رکھا اور لینن نے خود اخلاق کے خلاف ایک بڑی ضخیم کتاب لکھی اور بوگڈانوف BOGDANOV تھے غالباً وہ فلسفی جو ان کے ساتھ کمیونسٹ لیڈر تھے جو اخلاقیات پر زور دیتے تھے اور لینن نے سختی سے ان کی اخلاقی تعلیم کی مخالفت کی اور کہا کہ یہ کمیونزم کے لئے خودکشی کے مترادف ہو گا اور اخلاقیات کے نتیجے میں لازماً خیالات خدا کی طرف منتقل ہوں گے اور اس نے بڑی ذہانت کی ایک بات کہی اور اس لحاظ سے میں لینن کی ذہانت کا بھی مارکس کی ذہانت کی طرح قائل ہوں مگر آخر انسان تھے اور ذہانت بھی کہیں ٹھوکر کھا جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ اخلاقیات MORALITY کی بنیاد لازماً خدا کے تصور پر ہوا کرتی ہے اور مذہب کے بغیر دنیا میں کوئی اخلاقی نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے اگر تم نے اخلاق کی طرف رخ کیا تو یہ اخلاق تمہیں لازماً دوبارہ مذہب کی طرف لے جائے گا اور اگر خدا کا وجود تسلیم ہو گیا اور اس کی بالادستی تسلیم ہو گئی تو پھر عوام کی حکومت کا پھر کیا سوال رہے گا۔ پھر جو مالک ہے وہی نظام بنائے گا۔ اس لئے اشتراکیت کے مستقبل کے لئے اخلاق کی بات کرنا ایک انتہائی خطرناک غلطی ہے اور اس نے سختی سے اس غلطی کو دبانے کی کوشش کی لیکن وہ بھی اس بات کو بھول گیا کہ کوئی نظام بھی دنیا میں قائم نہیں رہ سکتا جب تک اس کی بنیاد اخلاقیات پر نہ ہو۔ اگر ہر انسان خود غرض ہو چکا ہو جیسا کہ وہ ہے اور کوئی اخلاقی تعلیم اس کی خود غرضی کو تہذیب دینے کے لئے موجود نہ ہو۔ اس کے ہر سمت میں بڑھنے والے ناخن بال کترنے کے لئے متوازن شکل میں قائم رکھنے کے لئے اخلاقی تعلیم موجود نہ ہو تو وہ رفتہ رفتہ جانور کی حالت کی طرف لوٹتا ہے اور انسان کے اندر۔ اور ہر انسان کے اندر جو جانور مضمر ہے کیونکہ ہماری ارتقاء حیوانیت سے ہوتی ہوئی یہاں تک پہنچی ہے۔ وہ حیوانیت زیادہ نمایاں حیثیت اختیار کرنے لگتی ہے اور انسانیت کا تصور مٹنے لگتا ہے کیونکہ انسانیت کے متعلق آپ جتنا چاہیں تجزیہ کریں اس کی بنیاد اخلاقیات پر ہے اگر اخلاقیات کو مٹائیں گے تو لازماً انسانیت کو مٹائیں گے اور خود غرضی جس سے بھاگنے کی کوشش کی جا رہی تھی وہ چاروں طرف سے رستہ گھیر لے گی

چینی کمیونسٹ نظام کا آغاز

چنانچہ لینن کے بعد روسی لیڈرشپ اسی نہج پر جاری رہی۔ یہاں تک کہ چینی انقلاب آیا اور چینی انقلاب میں ماؤزے تنگ نے اس کمزوری کو محسوس کیا اسی لئے ماؤزے تنگ نے اپنی کتابوں میں اخلاقیات پر اتنا زور دیا ہے کہ بہت سے مسلمان دھوکہ کھا گئے اور وہ سمجھتے تھے کہ دل میں یہ مسلمان ہے اور قرآن پڑھتا ہے۔ چنانچہ مجھ سے بھی ایک احمدی نے ذکر کیا کہ میں نے ماؤزے تنگ کی کتاب پڑھی تھی اس میں جو اخلاقی تصور پیش کیا ہے وہ تو صاف لگتا ہے کہ قرآن کریم پڑھ کر اس نے لیا ہے۔ بیچ میں سے وہ ضرور مسلمان ہے۔ حالانکہ اس نے قرآن کو کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ وہ خدا کا بھی قائل نہیں تھا۔ اس کا اخلاقیات پر زور دینا محض اس مجبوری کے پیشِ نظر تھا کہ اس نے روسی تجربے کو اس وجہ سے ناکام ہوتا دیکھا تھا اور جان رہا تھا کہ بالآخر یہ عمارت منہدم ہو گی کیونکہ اخلاقیات کے فقدان نے کمیونسٹ پارٹی کی لیڈرشپ کو اتنا خود غرض بنا دیا تھا کہ اس کے نتیجے میں جو حقوق دوسروں کو دینے چاہئیں تھے وہ نہیں دے رہے تھے اور چونکہ یہ نظام فوجی طاقت اور پولیس کی طاقت کے برتے پر قائم رہتا ہے۔ اس لئے فوج کو بھی ایسی مراعات حاصل رہیں جو عوام الناس کو نہیں تھیں چنانچہ اس نظام کے خلاف اندر ہی اندر ایک نفرت پنپنے لگی۔ ماؤزے تنگ نے جب یہ تجربہ کیا تو اس کو بھی بالآخر یہ محسوس ہوا کہ لینن ٹھیک کہتا تھا۔ ان معنوں میں کہ جب بھی اس نے اخلاقیات کی تعلیم پر زور دیا معاً چینی ذہن میں کنفیوشس کا تصور ابھرنے لگا اور حقیقت میں وہ ماؤزے تنگ قرآن کریم سے استفادہ نہیں کر رہا تھا۔ کنفیوشس کی تعلیم سے استفادہ کر رہا تھا۔ میں نے موازنے کی خاطر کنفیوشس کی تعلیم کا موازنہ کیا اور عثمان چینی صاحب نے اس معاملے میں میری بہت مدد کی تو ہمیں پتہ چلا کہ ماؤزے تنگ نے جہاں جہاں اخلاقی تعلیم کی بات کی ہے وہاں یہ تعلیم قرآن کریم کی تعلیم سے ہم آہنگ ہے اور چونکہ وہ اپنے وقت کے ایک بہت عظیم الشان نبی تھے اس لئے خدا کی طرف سے ہی نور یافتہ تھے لازماً ان کی تعلیم میں جیسا کہ قرآن کریم کا دعویٰ ہے بنیادی طور پر دیگر الٰہی تعلیمات کے ساتھ مشابہت ہونی ضروری تھی۔ بہرحال چینی جانتے تھے اگرچہ غیر نہ جانتے ہوں کہ یہ تعلیم کہاں سے رہی ہے۔ چنانچہ چینی قوم میں کنفیوشس کی طرف رجحان بڑھنا شروع ہوا۔ اور بجائے اس کے کہ وہ اپنے فخر کے لئے مارکس کے زمانے تک ٹھہر جائیں وہ چین کی قدیمی تہذیب اور چین کے قدیمی مذاہب میں جا کر اپنا فخر حاصل کرنے لگے۔ چنانچہ ماؤزے تنگ کی مختلف تحریکات کا خلاصہ یہ ہے کہ کبھی وہ اخلاقیات پر زور دیتا تھا اور کبھی وہ کنفیوشس ازم کے خلاف تحریک چلاتا تھا اور اس طرح وہ بمشکل کسی حد تک توازن

قائم کرنے میں کامیاب رہا۔ لیکن تا بہ کے۔ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ ہمیشہ رہتا اس کے بعد جو آنے والے تھے انہوں نے اخلاقیات کے مضمون کو نہ سمجھا اور نہ ماڈرن رنگ کے وہ پوری طرح وفادار تھے جو انقلاب بعد میں آیا ہے وہ دراصل ماڈرن رنگ کی سوچ کے بھی خلاف ہے کیونکہ وہ بہت سی باتوں میں ناکام رہا تھا اور بہت سے مظالم بھی اس نے کئے تھے۔ اس لئے جو بعد کی لیڈرشپ ہے یہ کم و بیش اسی قسم کی لیڈرشپ ہے جیسا کہ روس کی پندرہ بیس سال پہلے کی اشتراکی لیڈرشپ تھی ان حالات میں لازم تھا کہ یہ عمارت بالآخر منہدم ہو اور اگر یہ عمارت عدم توازن کی وجہ سے واقعۃً گرتی تو بہت بڑی خرابی دنیا میں پیدا ہوتی۔ ایک قیامت کا زلزلہ برپا ہوتا اس لئے میں گوربا چوف کی قیادت کا قائل ہوں اور ان کی ذہانت کا اور ان کی بہادری کا قائل ہوں کہ انہوں نے ان حالات کو سمجھ کر بڑی ذہانت کے ساتھ اور حکمت عملی کے ساتھ یہ بیان کئے بغیر کہ اشتراکیت ناکام ہو چکی ہے وہ اقدامات شروع کئے کہ قوم اشتراکیت کے چنگل سے اس حد تک نکل آئے کہ جو خرابیاں میں نے۔ بیان کی ہیں ان خرابیوں کے بداثرات قوم پر مترتب نہ ہوں۔

اشتراکیت نے جہاں کھویا وہاں بہت کچھ پایا بھی

لیکن اس کے نتیجے میں مغربی قوموں کا یہ خیال کر لینا کہ ایک عظیم الشان فتح حاصل ہو چکی ہے اور اشتراکیت کلیتہً ناکام ہو چکی ہے۔ یہ درست نہیں ہے۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اس لمبی تربیت کے دور میں اس قوم نے جہاں بہت کچھ کھویا ہے وہاں بہت کچھ پایا بھی ہے۔ انسانیت کی عزت اور برابری کا تصور اگرچہ پاسٹی کی طرف سے کچلا بھی گیا لیکن کھلم کھلا نہیں۔ کیونکہ اس کی ان کو جرأت نہیں ہو سکتی تھی اور عوام الناس میں ہر جگہ ایک دوسرے کے مقابل پر ایسا فرق نہیں رہا کہ جس کے نتیجے میں جہاں تک عوام الناس کا تعلق ہے کہ کچھ بالکل ہی بھوکے مر رہے ہوں اور تڑپ رہے ہوں اور کچھ بہت زیادہ بہتر زندگی گزار رہے ہوں۔ اس لئے اشتراکیت کی جو بنیاد تھی وہ ابھی بہت گہری ہے اور بہت وسیع ہے اور یہ کہنا کہ یہ بنیاد ٹوٹ چکی ہے۔ یہ غلط ہے اور جو خطرات ہیں وہ یہ ہیں کہ یہ بنیاد ٹوٹ نہ جائے اس کی طرف اب میں آپ کی توجہ مبذول کرانی چاہتا ہوں۔

دینِ حق میں بنیادی انسانی حقوق

جہاں تک بنیادی انسانی حقوق کا تعلق ہے۔ اگرچہ ہم مارکسزم کے قائل نہیں لیکن حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے جو تعلیم دی ہے اس میں یہ بات بنیادی طور پر داخل کی گئی ہے کہ ہر انسان کے کچھ ایسے حقوق ہیں جو اسے ملنے چاہئیں۔ (ہمارے دین) نے انسان کے بنیادی حقوق قائم فرمائے ہیں اس سے متعلق میں گذشتہ کئی سال سے ایک سلسلۂ تقاریر جلسے کے آخر پر کر رہا ہوں جس کا عنوان تھا عدل، احسان اور ایتاءِ ذی القربیٰ۔ اس میں میں نے یہ بات خوب کھول کر بیان کی تھی اس سے مراد ہم وہ جنت نہیں لیتے جو مرنے کے بعد نصیب ہوتی ہے بلکہ اسی دنیا میں ایک جنت نشان معاشرے کا قیام تھا اور اس کے بنیادی خطوط یہ تھے کہ ہر انسان کو روٹی کا حق ہو گا۔ کپڑے کا حق ہو گا۔ سر چھپانے کا حق ہو گا اور اچھے پانی کا حق ہو گا۔ یہ چار بنیادی ضروریات تھیں۔ اشتراکیت کا انقلاب ان میں سے تین بنیادی ضروریات کے نام پر آیا ہے اس میں پانی کا ذکر نہیں ملتا۔ باقی باتیں وہی ہیں۔ لیکن (ہمارے دین) نے اس کے اوپر یہ پہلی اینٹ رکھی تھی آخری اینٹ نہیں تھی اشتراکیت کی یہ آخری اینٹ تھی۔ پہلی اینٹ نہیں تھی۔ (دین) نے اس پر احسان کا نظام تعمیر کیا اور عدل کے مقام کو اور فلسفے کو بہت زیادہ ترقی دی۔ اور احسان کے ایسے ایسے مضامین بیان کئے کہ اس سے انسان کی انسانیت چمکتی ہے اور بہیمیت دبتی ہے اور تہذیب اخلاق ہوتی ہے اور پھر ایتاءِ ذی القربیٰ کا مضمون بیان کر کے اس مضمون کو معراج تک پہنچا دیا۔ میرا یہ پروگرام تھا کہ آخر پر روس کے اقتصادی، یا اشتراکیت کے اقتصادی نظام کا مغربی دنیا کے اقتصادی نظام سے مقابلہ کر کے اور (دینِ حق) کو اس کے بیچ میں دکھاتے ہوئے بتاؤں کہ کہاں (دینِ حق) اشتراکی نظام کا مؤید ہے کہاں اشتراکی نظام کا مخالف ہے۔ کہاں مغربی نظام کا مؤید ہے اور کہاں ان کے مخالف ہے۔ اس طرح امۃً وسطاً بن جاتا ہے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کے نور کو لاشرقیۃٍ ولاغربیۃٍ قرار دیا گیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اور وہ نور جو آسمان سے آپ پر اتارا گیا اس کی حیثیت ایسی ہے کہ وہ نہ مشرق کا ہے نہ مغرب کا ہے بلکہ سب دنیا کا سانجھا ہے۔ پس اسی بناء پر (قرآن) کا اقتصادی نظام مشرق اور مغرب میں تفریق نہیں کرتا بلکہ امتزاج کی کوشش کرتا ہے اور اچھے پہلو دونوں کے اس میں موجود ہیں اور اچھے پہلوؤں میں مزید جلا پیدا کی گئی ہے۔ بہر حال وہ حصہ مضمون کا میں پہلے تفصیل سے متعدد جلسوں میں کئی گئی گھنٹوں کی تقاریر میں بیان کر چکا ہوں اس کو تو لازماً نہیں دوہراؤں گا صرف اشارۃً بتا رہا ہوں کہ یہ جو آخری حصہ ہے یہ خدا تعالیٰ کی تقدیر نے ایسے موقع پر رکھ دیا جبکہ یہ انقلابات جن کے متعلق میں نے کہنا تھا کہ ہوں گے مجھ سے پہلے حضرت (فضل عمر) کھلم کھلا کہہ چکے تھے کہ ہوں گے وہ رونما ہو چکے ہیں۔

مغربی نظام۔ تباہی کے کنارے پر

لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ مغربی نظام اقتصادیات یا نظامِ حکومت فتح یاب ہوا ہے۔ ان کے اندر رخنے ہیں ان کے اندر کمزوریاں ہیں اور وہ نظام خود ڈول رہا ہے اور کئی پہلوؤں سے اس چٹان کے کنارے تک پہنچا ہے جس سے گرنے کے بعد تباہی ہوا کرتی ہے اور یہ نظام صرف اندرونی طور پر ہی خطرات نہیں رکھتا بلکہ بیرونی دنیا کے لئے مزید خطرہ بنتا چلا جا رہا ہے اس نظام کی بنیاد اجتماعیت سے ہٹ کر انفرادیت پر اتنی زیادہ ہو گئی اور اجتماعیت پر وہاں زور دیا گیا جہاں ایک قوم کی اجتماعیت کو اہمیت ہے اور دوسری قوم کی اجتماعیت کو کوئی بھی اہمیت نہیں۔ اس لئے خود غرضی کے نتیجے میں یہ نظام ایک بہت ہی خطرناک مرحلے تک پہنچ چکا ہے اس کی تفاصیل میں بھی جانے کا یہاں وقت نہیں۔ میں مختصراً صرف آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس نظام کے نتیجے میں تمام مغربی دنیا میں بے چینی اور بدامنی ہے۔ امریکہ میں انفرادیت پر اتنا زور دیا گیا کہ مجرموں کو قانون پناہ دیتا ہے اور معصوموں سے پناہ ہٹاتا ہے۔ اور کسی کو مجرم ثابت کرنے کے لئے اخلاقیات کے نام پر اتنی سختی کی جاتی ہے۔ قانونی طور پر معصوم کے لئے زندگی عذاب بن گئی ہے۔ پھر رحم کے نام پر جو سزائے موت کو مٹایا گیا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام نے بڑی ظالمانہ سزا کے قوانین رکھے ہیں یہ بھی اس سوسائٹی پر بڑے بُرے رنگ میں اثر انداز ہو رہا ہے اور نہایت خطرناک رنگ میں۔ کیونکہ جہاں موت کی سزا ہٹا لی جائے وہاں دراصل مجرموں سے موت کی سزا ہٹائی جاتی ہے اور معصوموں پر موت کی سزا وارد کی جاتی ہے کیونکہ قتل کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور جب مجرم کو یہ یقین ہو جائے کہ وہ زندہ بہر حال رہے گا اور بعد میں لڑ کر یا سختی کے کچھ دن کاٹ کر معاشرے کی طرف لوٹ سکے گا تو اس کا ہاتھ قتل سے پھر رکتا نہیں ہے اور لازماً ایسی سوسائٹی میں پھر قتل اور بھیانک قتل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ تو توازن کا فقدان سب سے بڑا گناہ ہے جو مغربی دنیا میں بھی موجود ہے اور مشرقی دنیا میں بھی موجود ہے۔ مغربی نظام بھی عدم توازن کا شکار ہے۔ قانونِ قدرت لازماً جیتا کرتا ہے کوئی دنیا کا دانشمند اگر قانونِ قدرت کے خلاف نظام کو تقویت دینے کی کوشش کرتا ہے تو لازماً آخر اس نے ہزیمت اٹھانی ہے اس کی شکست مقدر ہے پس یہ خیال کر لینا کہ مغربی نظام کامیاب ہوا اور مشرقی نظام ناکام ہوا یہ درست نہیں۔ مغربی نظام بعض پہلوؤں سے ناکام ہو چکا ہے اور اس کی ناکامی معاشرے کا ناسور بنی ہوئی ہے دن بدن بے چینی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ دن بدن ظلم زیادہ پر پرزے نکال رہا ہے۔ دن بدن مزید کی طلب سوسائٹی کو بے چین کر رہی ہے۔ جو تصور نشے یا بدمستی کا تصور تھا۔ اس نے اب ایک ہیجانی کیفیت اختیار کر لی ہے۔ پہلے تو نشے کی تمنا یا نشے کی تمنا شراب سے پوری ہوا کرتی تھی۔ شراب جوش بھی دلاتی ہے اور بعض پہلوؤں سے غم کو تسکین بھی بخشتی ہے۔ جرم میں اضافہ بھی کرتی ہے لیکن شراب کو اقتصادی لحاظ سے ان ملکوں کے ساتھ ایک ایسی نسبت قائم ہو چکی تھی کہ شراب کی طلب جرائم کو انگیخت کرنے کا براہِ راست موجب نہیں بنی۔ شراب پی کر تو جرائم ہوتے رہے شراب حاصل کرنے کی خاطر جرائم کی تاریخ یہاں نہیں ملتی۔ لیکن اب جو ڈرگز کا نظام ہوا ہے اس نے انسانی نشے کے تصورات کی کیفیت ہی بدل دی ہے ایک انقلاب آ گیا ہے اور مغربی دنیا کا انسان اب شراب پر راضی نہیں ہے۔ اسے کچھ چیزوں کو بھلانے کے لئے اور کلیتہً اپنے ذہن سے مٹا دینے کے لئے ایک ایسی کیفیت درکار ہے جس کو ڈرگ کے سوا کوئی چیز پورا نہیں کرتی اور ڈرگز میں بھی نئی نئی قسم کی ڈرگز ایجاد ہو رہی ہیں۔ ڈرگز کی طلب ایک ایسی خوفناک طلب ہے کہ اگر یہ پوری نہ ہو تو انسان ہر جرم پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ اور

باقی صفحہ ۱۲ پر

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

کا

ایک مکتوبِ گرامی

۵-۱۱-۱۹۹۰

پیارے مکرم نسیم سیفی صاحب ۔ مدیر الفضل

قارئین الفضل کی اس کثیر تعداد میں مَیں بھی شامل ہوں جنہیں آپ کا کلام پسند ہے ۔ اور وہ جو آپ ہر روز "اِک داغِ نہاں اور" دکھاتے ہیں اسکی انتظار میں رہتے ہیں۔ آپ کا کلام پڑھ کر نصف سے زیادہ ملاقات ہو جاتی ہے ۔

مجھے تو یوں لگتا ہے کہ آپ اونچی آواز میں اپنے آپ ہی سے باتیں کرتے رہتے ہیں مگر اوروں کو سُنا کر کَن انکھیوں سے دیکھتے بھی جاتے ہیں ۔ کہ دوسروں کے تاثرات کیا ہیں۔ جب بات کا تیر نشانے پر لگتا ہے تو کچھ مسکراتے بھی ہیں۔ فخریہ قہقہہ مارنے کی آپ کو عادت نہیں ۔ کوئی یہ ہلکی سی مسکراہٹ ہی دیکھ لے تو جل بُھن جائے ۔

کبھی اُداسی غالب ہوتی ہے تو کبھی تفکرّات ۔ گہری سوچوں میں ڈوبے ہوئے دنیا و مافیہا سے بے نیاز زیرِ لب اہم انسانی مسائل سلجھانے میں محو ہوتے ہیں اور ایک کے سوا کسی کی پرواہ نہیں ہوتی ۔ کہ کوئی سُنتا اور دیکھتا ہے کہ نہیں۔

مجھے تو لگتا ہے آپ اوروں کی بجائے خود اپنے آپ سے باتیں کرنے کے زیادہ عادی ہیں۔ اور "انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو" لیکن انجمن میسّر آجائے تو انجمن کا حق اس طرح ادا کرتے ہیں کہ

زاہد نے کچھ اس انداز سے پی ساقی کی نگاہیں پڑنے لگیں
میکش یہی اب تک سمجھے تھے شائستۂ دورِ جام نہیں

شانِ بے نیازی کا یہ عالم ہے کہ گو دُور کے راہی ہیں لیکن کاندھوں پر کوئی سامان نہیں۔ لیکن اندازِ بیان ایسا کہ کوئی نہ پاسکے کہ یہ بے نیازی ہے کہ انکساری کہ بے مائگی کا اعتراف ۔

ناخدا کے احسان نہ اٹھانے کا مضمون تو بہت ملتا ہے ۔ فیض کو بھی مائل بہ کرم آنے والوں کے احسان اٹھانے کا دماغ نہیں تھا ۔ لیکن کوئی متبادل راہ آپ کے سوا کم ہی کسی نے تجویز کی ہوگی .... آپ .... اپنی ہی دیواروں کے سائے میں سستا لیتے ہیں۔

ساری غزل گرانقدر مگر اس غریبانہ مصرعے کا تو کوئی مول ہی نہیں ۔ بارہا گرمیوں کی شدّت میں دوپہر کے وقت مزدوروں کو دیواروں کے سائے تلے سستاتے دیکھا ہے ۔ وہ دیواریں گو ان گھروں کی ہوتی تھیں جو وہ دوسروں کے لئے تعمیر کرتے تھے ۔ لیکن اس وقت تو وہی اِن کے مالک ہوتے تھے ۔ خالق اور خلق کا ایک تازہ رشتہ ان کے درمیان اپنائیت کا ایک تعلق پیدا کرتا تھا ۔ جیسے مصنّف اور اس تحریر کا تعلق جس کی سیاہی ابھی سوکھی نہ ہو ۔ یا مصوّر اور اس تصویر کا رشتہ جس کا برش ابھی ہاتھ سے رکھا نہ ہو ۔ اور نقوش کے رنگ ابھی گیلے ہوں ۔

آپ کا یہ چھوٹا سا جادو کا مصرعہ ان سب یادوں کو سمیٹے ہوئے ان کیفیات کا جادو جگانے لگا جو ان یادوں سے وابستہ تھیں ۔ اَن گنت لوگوں کے لئے اس سے ملتے جلتے یا مختلف اَن گنت نظارے اس ایک مصرعہ کے کوزے میں بند ہو گئے ۔ اس کا مجاز بھی اتنا ہی شاعرانہ اور دل گداز ہے جتنا اس میں مضمر حقیقت اور اس کے بدلتے ہوئے رُوپ ۔ مَیں تو اتنی دیر اس مصرعہ کے

مضامین میں کھویا رہا جیسے کسی تھکے ہوئے مزدور کو دیوار کے سائے تلے نیند آگئی ہو۔ اور کوئی آواز یا ٹھوکر اسے جگائے کہ کام کا حرج ہو رہا ہے۔ آپکی اور چوہدری محمد علی صاحب کی کئی غزلیں اور نظمیں میں نے الگ لکھوا رکھی ہیں۔ بعض شعر تو ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھا لیتے ہیں۔ اندیشۂ منزل متاعِ آرام کی راہزنی کرتا ہے۔ ورنہ مجھے تو دوستوں کی دیواروں کے سائے تلے دو گھڑی سستانے میں کوئی عار نہیں۔

اردو شاعری میں سایوں کی تلاش کے سفر پر نکلیں تو ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہیں لیکن چوہدری محمد علی صاحب کے سوا کوئی مسافر ایسا نہیں دیکھا جو خود سایہ بن کر فرشِ خاک پر بچھ گیا ہو۔ اور سرکتا ہوا دیوار تک پہنچے۔

وہ سورج ہے نکلا ہے مغرب میں جا کر
مَیں سایہ ہوں دیوار تک آ گیا ہوں

اُردو کے علاوہ کسی اور زبان میں بھی کسی نے دیوار تک آنیوالا ایسا سایہ نہ دیکھا ہوگا۔ دیکھا ہو تو دکھائے۔

مَیں اس دَور کے احمدی شعراء کو احمدیت کے اعجاز کے طور پر دیکھتا ہوں تو مجھے اور بھی اچھے لگتے ہیں۔ ان کے کلام کے سائے مجھے اگلی صدی کی دیواروں تک ممتد ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کو کون بھلا سکے گا!

صدائے بازگشت بعض دفعہ دوسرے لفظوں میں بھی ڈھل جاتی ہے۔ آپ کی ایک پُر کیف اور پُر درد غزل کی صدائے بازگشت میرے دل سے جن لفظوں میں ڈھل کر لَوٹی وہ یہ تھے۔

سُنا ہے جب سے کہ تو ہے رہینِ رنجِ فراق
کئی دنوں سے ترا حال بے وصال سا ہے
فضا ہے درد سے بوجھل۔ بھرا بھرا ہے دل
مگر چھلکتا نہیں ہے عجب وبال سا ہے

خدا حافظ

خاکسار مرزا طاہر احمد

نوٹ:۔ حال کو بے وصال کہنا بھی بے مثال سا ہے۔
میرا یہ چند سطور اپنے ہاتھ سے لکھنا آپ پر کوئی احسان نہیں۔ یہ مَیں آپ کا دل نہیں لگا رہا بلکہ آپ سے اپنا دل لگا رہا ہوں۔ دیوار آپ ہی کی ہے۔ مَیں نے تو سستانے کے لئے تھوڑا سا وقت چرایا ہے۔

خدا حافظ

بقیہ: صنا سے آگے

ایسا نظام ڈرگز کو سپورٹ کرتا ہے جو دن بدن زیادہ قوی ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بڑی بڑی حکومتوں کو بھی بے بس کر کے رکھ دیتا ہے۔ امریکہ نے حال ہی میں اس نظام کے خلاف بہت دیر کے بعد ایک مہم شروع کی ہے لیکن جہاں سوسائٹی کا ایک بڑا حصّہ ڈرگز کا شکار بن چکا ہو وہاں اس مہم کے زیادہ دیر تک نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ دیکھیں گے کہ اسی مہم کے خلاف ایک آواز امریکہ سے اٹھے گی انسانی آزادی کے نام پر پھر مجرموں کی حمایت شروع ہو جائے گی اور حکومتوں کو خطرہ ہوگا کہ اگر انہوں نے زیادہ سخت اقدامات کئے۔ تو حکومتیں غیر ہر دلعزیز ہونی شروع ہو جائیں گی کہ یہ ظالمانہ حکومتیں ہیں۔ یہ ڈکٹیٹروں والے طریق اختیار کر رہے ہیں۔ اسلئے ڈرگ ایڈکٹس (منشیات کے عادی لوگوں) کے اور ڈرگ کا مافیا (منشیات کا زیرِ زمین عالمی نظام) چلانے والوں کے بھی کچھ حقوق ہیں جو ان کو ملنے چاہئیں۔ بہرحال یہ صورت حال بہت خطرناک ہے مگر اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سوسائٹی دن بدن مزید کی طلب میں مبتلا ہو کر ایک ایسی دوڑ میں اندھا دھند مبتلا ہو جاتی ہے۔ جسکا کوئی کنارہ نہیں ــــ "

(اقتباس از اختتامی تقریر حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۰ء بتاریخ ۲۹ جولائی ۱۹۹۰ء بمقام اسلام آباد۔ برطانیہ)

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
پردہ صرف ظاہرہ باریکیوں اور تفاصیل کی وضاحت کا نام نہیں۔ پردہ کی روح کی طرف خاص توجہ دینی چاہیئے۔

عبادت میں دوام اختیار کرو

"حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) فرماتے ہیں:
" اگر تم دنیا میں دوام چاہتے ہو تو عبادت کی حفاظت کرو۔ اگر تم امن اور سکون کے لئے دوام چاہتے ہو تو عبادت میں دوام اختیار کرو۔ اگر تم آسمانی حوادث سے محفوظ رہنا چاہتے ہو اور دکھوں اور مصیبتوں سے امن میں آنا چاہتے ہو تو عبادت کو اس کی شرائط کے ساتھ بجا لاؤ تاکہ عبادت تمہارے لئے محافظ بن جائے "

(فرمودہ ۱۵ جولائی ۱۹۸۳ء)

حضرت مولانا ابوالعطاء صاحب جالندھری

تربیت اولاد کا ایک کامیاب ذریعہ

اللہ تعالے نے نسل انسانی کا سلسلہ جاری رکھنے کے لئے بچوں کی پیدائش کے طریق کو جاری فرمایا ہے۔ خالق کائنات وہی ہے۔ اس لئے روحانی کا سلسلہ بھی اسی کے فضل سے جاری ہوتا ہے۔ فرمایا

خدا تعالےٰ جسے چاہتا ہے لڑکیاں
عطا فرماتا ہے اور جسے چاہتا
ہے لڑکے بخش دیتا ہے اور
جس کے لئے لڑکے اور لڑکیاں
دونوں دینا چاہتا ہے وہ اسے
دونوں سے نوازتا ہے اور جسے
بے اولاد رکھنے کا فیصلہ
فرمائے اسے ایسا ہی کر دیتا ہے
وہ بڑی بلندیوں کا مالک اور
بڑی حکمتوں والا ہے۔

اولاد خدا تعالیٰ کی ایک موہبت ہے اور اس کا بہت بڑا احسان ہے۔ اس انعام کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی قدردانی کی جائے۔ اور اس کی صحیح حفاظت اور نگرانی رکھی جائے۔ قدرت کا منشائیہ ہے کہ قیامت تک انسانوں کے بعد انسان آتے جائیں اور اس زمین پر خدائی بادشاہت کے قیام کی جدوجہد جاری رکھی جائے تاوقتیکہ وہ گھڑی آجائے کہ زمین نور الٰہی سے معمور ہو جائے اور زمین پر بھی طوعی رنگ میں اللہ تعالےٰ کی مرضی اسی طرح پوری ہو۔ جس طرح آسمان پر ہوتی ہے۔ اس لئے ہر شخص کا فرض ہے کہ جہاں وہ اپنے بچوں کے لئے طبعی خواہش رکھتا ہے وہاں پر اس نعمت سے نوازے جانے کے بعد ان بچوں کی صحیح رنگ میں تربیت بھی کرے۔ ان کی تربیت کا انتظام کرے، ان کی نشو و نما کا خیال رکھے ان کے اخلاق اور کردار کی نگرانی کرے اور انہیں صحیح رنگ میں باخدا انسان بنانے کے لئے پوری جدوجہد کرے اولاد باغ کی حیثیت رکھتی ہے اور ماں باپ اس باغ کا باغبان ہیں۔ ایسے رنگ میں ان پودوں کی آبیاری کرنی چاہیئے کہ وہ نفع رساں اور شیریں ثمردار پودے ثابت ہوں۔ درحقیقت انسان اس بارے میں تبھی حقیقی سرور حاصل کر سکتا ہے جب اس کے بعد اس کی نسل دینداری۔ تقوےٰ اور علمی اور عملی رنگ میں اس سے بڑھ کر یا کم از کم اس ڈگر اور صراط مستقیم پر چل رہی ہو جس پر ماں باپ چل رہے تھے۔

قرآن مجید میں اور احادیث نبویہ میں بچوں کے بارے میں والدین کی ذمہ داری نیز تربیت اولاد کی اہمیت اور اس کے وسائل و ذرائع کے بارے میں واضح ہدایات دی گئی ہیں۔ جن کی تفصیل بیان کرنے کے لئے کافی وقت موجود نہیں۔ نیز میں بوجہ پاؤں کے زخم کے بڑھ جانے کے چلنے پھرنے سے کچھ دنوں کے لئے روکا گیا ہوں اور یہی وجہ ہے کہ میں منتظمین کی منظوری سے تقریر کی بجائے یہ نوٹ بھجوا رہا ہوں تا آپ کے جلسہ میں سنا دیا جائے۔

بزرگو! بھائیو! بہنو! اور عزیز بچو! تربیت اولاد ایک مشترکہ فریضہ ہے جس کی ادائیگی ہم سب کے تعاون کے ساتھ ہی ہو سکتی ہے۔ رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے اسی لئے فرمایا ہے کہ سب افراد چھوٹے ہوں یا بڑے، مرد ہوں یا عورت، اللہ تعالےٰ کے سامنے جوابدہ ہیں اور ہر شخص سے اسی کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔ یہ اہم فرض بہت بڑے پختہ عزم کو چاہتا ہے۔ خالص نیت کا متقاضی ہے اور پیہم عمل کا طلبگار۔ اس میں عمر رسیدہ ماں باپ کی جدوجہد بھی ضروری ہے۔ نوجوان ساتھیوں کا تعاون بھی لازمی ہے اور اساتذہ اور تعلیمی اداروں کا پورے خلوص سے حصہ لینا بھی اساسی ضرورت ہے آج کے بچے کل کے باپ ہیں۔ قوم کی ساری امیدیں ان ہونہاروں سے وابستہ ہیں جو آج دین کے ننھے منے فرزند نظر آتے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ سیدنا حضرت امام جماعت (اللہ تعالیٰ ان سے راضی رہے) کی مقرر فرمودہ تنظیمات انصار اللہ۔ خدام الاحمدیہ لجنہ اماء اللہ اور اطفال الاحمدیہ کے ذریعہ یہ کام اللہ تعالےٰ کے فضل سے اچھے رنگ میں سرانجام پا رہا ہے۔

میں اس وقت آپ حضرات کی خدمت میں صرف ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے دعا کی بہت تلقین فرمائی ہے اور تربیت کے لئے بھی زیادہ دار و مدار دعا پر ہے۔ دلوں کی تبدیلی کے بغیر اصلاح ممکن نہیں اور دلوں کا بدلنا صرف خدائے مقلب القلوب کے اختیار میں ہے۔ اللہ تعالےٰ نے متعدد انبیاء کے ذکر میں ان کی ان دعاؤں کو بیان فرمایا ہے جو وہ اپنی اولاد کی بہتری، اصلاح اور تقویٰ شعاری کیلئے کیا کرتے تھے۔ قرآن پاک نے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ وہ اپنی اولاد کی بھلائی اور تقوےٰ کے لئے ہمیشہ اللہ تعالےٰ سے دعائیں مانگتے رہیں۔ خاوند اپنی بیویوں اور اولاد کیلئے اور بیویاں اپنے خاوندوں اور بچوں کیلئے دعائیں مانگتی رہیں تا ماں باپ کو اپنی اولاد کے بارے میں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو اور وہ اپنے پیچھے متقی اور پارسا اولاد چھوڑ کر جائیں۔ ان دلی دعاؤں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ بچے روحانی فضاؤں میں پل کر پروان چڑھیں گے اور ان کی زندگی دین کے سپاہیوں کی زندگی ہوگی اور جب وہ ایمان اور قربانی کی لذت سے بہرہ اندوز ہوں گے تو ان کے دلوں کی گہرائیوں سے بے ساختہ یہ دُعا نکلے گی

کہ اے خدا تو ہمارے ماں باپ
پر بے انتہا فضل فرما اور انہیں
اپنی بے پایاں رحمت سے نوازتا
رہ کیونکہ انہوں نے ہماری
بہترین رنگ میں روحانی تربیت فرمائی

بھائیو اور بہنو یہ کتنا خوشگوار منظر ہے جسے دیکھ کر دل میں فرحت و انبساط کی لہر پیدا ہو جاتی ہے کہ ماں باپ بچوں کے متقی اور نیک بننے کے لئے دعائیں مانگتے ہیں اور بچے اپنے ماں باپ کے لئے آسمانی رحمتوں اور برکتوں کے طلبگار ہیں۔ اور یہ تسلسل تاقیامت جاری رہ سکتا ہے بلکہ مجھے کہنے دیجئے کہ یہ وہ نیک ثمرات پیدا کرنے والا عمل صالح ہے جس کے نتائج کی کوئی حد بندی نہیں بلکہ یہ دائمی اور لازوال برکتوں کا موجب ہے۔ پس ہمیں چاہیئے کہ ارحم الراحمین خدا کے آستانہ پر گر کر اس سے التجاء کریں کہ وہ ہماری اولادوں۔ ہمارے ان روحانی پودوں کو متقی اور ثمردار بنائے اور ہماری جماعت کی ساری نئی نسل کو حقیقی رنگ میں تقویٰ کی راہوں پر چل کر حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کی فوج کے کامیاب سپاہی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

کام بہت بڑا ہے جو ہماری جماعت کے سپرد ہوا ہے۔ اور ہم بہت کمزور ہیں نیز دنیوی سامانوں سے آراستہ بھی نہیں اس لئے ہمارا سارا کام محض اور محض اللہ تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے ہم اسی کے فضل کے طلبگار ہیں اور وہی ہمارا ملجاء اور ماویٰ ہے۔ (روزنامہ الفضل ربوہ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۶۳ء)

"اک تیرا در تھا جو کھلا تھا"

صدی تھی یا وہ اِک لمحہ تھا
اس پر تیرا نام لکھا تھا

مجھ پر جو بادل برسا تھا
بارش کا پہلا قطرہ تھا

سب تیرے تھے تُو سب کا تھا
تُو تھا کہ پھر بھی تنہا تھا

ہر بیٹا تیرا بیٹا تھا
جو بھی تھا کتنا اچھا تھا

میرے اندر جو بچہ تھا
مَیں جھوٹا تھا وہ سچا تھا

عہد نے جو پتھر پھینکا تھا
مَیں نے اس کو چوم لیا تھا

آنسو بھی ڈھل کر نکلا تھا
بادل بھی کھل کر برسا تھا

سُولی تھی مجھ سے بھی اونچی
مَیں سُولی سے بھی اونچا تھا

مَیں نے جو چہرہ دیکھا تھا
وہ تجھ سے ملتا جلتا تھا

جس دن تُو ناراض ہُوا تھا
وہ دن بھی کتنا لمبا تھا

اندھیرا ہی اندھیرا تھا
سناٹا ہی سناٹا تھا

آئینہ حیران کھڑا تھا
اس نے تجھ کو دیکھ لیا تھا

منزل کے اندر منزل تھی
رستوں کے اندر رستہ تھا

سب صدیاں تیری صدیاں تھیں
ہر لمحہ تیرا لمحہ تھا

اور بھی تھے دُنیا میں اچھے
لیکن تُو سب سے اچھا تھا

تُو ہی تھا مفہوم کا مالک
لفظ تری خاطر اُترا تھا

تیرے ہی چاکر تھے لمحے
تُو ہی صدیوں کا آقا تھا

سب دروازے بند تھے لیکن
اک تیرا دَر تھا جو کھلا تھا

دنیا تجھ کو ڈھونڈ رہی تھی
تُو سب کے ہمراہ کھڑا تھا

سب کچھ کھو کر تجھ کو پایا
یہ سودا کتنا سستا تھا

خوشبو بھی بیتاب تھی مضطر
پھول بھی خوشبو کا رسیا تھا

چوہدری محمد علی

روشنی دیتے ہیں وحدت کے چراغ
جب بھی روشن ہوں نبوّت کے چراغ

آندھیاں باطل کی ہوں کتنی بھی تیز
بُجھ نہیں سکتے صداقت کے چراغ

جسم و جاں میں روشنی اب تجھ سے ہے
اے مرے دل، اے محبّت کے چراغ

گردشِ ایام سے واقف نہیں
جو لئے پھرتے ہیں شہرت کے چراغ

ایک تُم ہو اور نفرت کے الاؤ
ایک ہم ہیں اور محبّت کے چراغ

روشنی دو چار دن کی ہے مگر
دیدنی ہیں شان و شوکت کے چراغ

شمعِ باطل جل نہیں سکتی کبھی
بُجھ نہیں سکتے صداقت کے چراغ

خاکِ پائے مصطفٰے کہئے اُنہیں
جل رہے ہیں جن کی عظمت کے چراغ

ایک اُمّیؐ اور روشن کر گیا
کیسے کیسے علم و حکمت کے چراغ

ڈاکٹر محمود الحسن امین آبادی

یہ شور و غوغا مچانے والے۔ فساد و فتنہ اٹھانے والے
یہی ہیں کیا تیرے پاس اے قوم! تیری بگڑی بنانے والے

سنو سنو!! آج آسماں سے صدائے پیہم یہ آ رہی ہے
بچا سکیں گے نہ اپنا گھر بھی۔ خدا کے گھر کو گرانے والے

مگر غمیں مت ہو اے مسافر کہ منزلِ دوست طرفہ تر ہے
عجیب عالم میں جا رہے ہیں۔ دیارِ محبوب جانے والے

وفا یہ ہر گام مدّعا ہے۔ وثوق سے مَیں یہ کہہ رہا ہوں
خدا کا کرنا ضرور ہوگا۔ ہزار چیخیں زمانے والے

عبد السلام اختر۔ ایم۔ اے

محترم مولانا چوہدری محمد شریف صاحب

امام جماعت کی اطاعت کا حقیقی معیار

اللہ تعالےٰ نے اپنی صفات جمالیہ اور جلالیہ کے اظہار کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنا خلیفہ اس زمین میں مقرر فرمایا۔ آپ کے ایک لمبے عرصہ بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور فرمایا

میں تجھے لوگوں کا امام بنانے والا ہوں، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا کہ یہ سلسلہ امامت میری نسل میں بھی جاری رہے!۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا: تیری اولاد میں سے جو ظالم ہوں گے، ان کو امامت نہیں دی جائے گی اور یہ دور اب تک چل رہا ہے اور قومیں اس سے برکت پا رہی ہیں اور قیامت تک اللہ تعالےٰ کے حکم سے یہ سلسلہ چلتا رہے گا۔

آدم علیہ السلام کی نسل کے لئے بھی اس زمین میں بود و باش رکھنے کیلئے ایک قانون اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہے اور وہ یہی ہے کہ ہر شخص ایک وقت تک، جو اس کے لئے اللہ تعالےٰ کی طرف سے مقرر ہے، اس زمین میں رہتا ہے اور اپنے کام کرتا رہتا ہے، پھر ایک وقت آتا ہے کہ وہ اپنے مالک یوم الدین رب سے جا ملتے ہیں اور انکی نسل ان کی جگہ لے لیتی ہے۔

آدم علیہ السلام کی نسل کی آزمائش کے لئے بھی اللہ تعالےٰ نے ایک قانون بنایا ہوا ہے، جسے شریعت کہتے ہیں۔ جب تک وہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے پابند رہتے ہیں۔ بڑھتے، پھلتے اور پھولتے رہتے ہیں۔ جب شیطان انہیں ورغلا لیتا ہے اور اپنے قابو میں کر لیتا ہے تو اللہ تعالےٰ اپنی جلالی تجلیات سے ان کو نیست و نابود کر کے جہنم میں پہنچا دیتا ہے اور ساری قوموں کی کتابیں ان نیک اطوار اور بد اطوار اقوام کے ذکر سے بھری پڑی ہیں اور دنیا کے مختلف ممالک کی تاریخ کی کتابیں اور نسلی روایات اور ان ممالک کے آثار قدیمہ ہر ملک میں نظر آتے ہیں اور خدا تعالےٰ کی آخری کتاب قرآن شریف میں بھی ان کا تفصیل سے ذکر موجود ہے۔

ہر انسان اور حیوان کی پیدائش اس کے ماں، باپ کے ذریعہ ہوتی ہے اور ہر انسان و حیوان کے ماں، باپ (نر و مادہ) ان کی پرورش کرتے ہیں اور جو ضروری باتیں اور علم انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہوتا ہے۔ انہیں سکھلا دیتے ہیں اور پھر انہیں آزاد کر دیتے ہیں۔ مرغیاں دو تین ماہ تک اپنے چوزوں کی تعلیم اور پرورش کے بعد ٹھونگا مار کر انہیں آزاد کر دیتی ہیں۔ بلیاں اور کتے بھی اور شیر بھی اور دیگر چرند و پرند بھی اسی سنت پر عمل پیرا ہیں۔ اور انسان بھی اسی پر عمل پیرا ہیں۔ سولہ سترہ سال تک اپنے بچوں کی پرورش اور جو کچھ ان کو سکھلانا ضروری ہوتا ہے، اپنے اپنے علم اور عقل کے مطابق سکھلا دیتے ہیں اور پھر انہیں آزاد کر دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اب تم بھی ایسے ہی کام کرو، جیسے ہم کرتے ہیں۔ اور ہماری طرح مستقل زندگی بسر کرو! لیکن یہ زندگی اکیلے اکیلے بسر ہو نہیں سکتی ؎

بنی آدم اعضاء یک دگر اند

کے مصداق ہیں۔ اجتماعی زندگی کے بغیر چارہ نہیں۔ اور اجتماعی زندگی میں جب تک کوئی بڑا اور عقل مند دانشور اور باریک بین اور مرشد نہ ہو، جسے عربی میں امام اور انگریزی میں لیڈر کہتے ہیں، اس زندگی کا پُرامن طریقہ سے چلنا ممکن نہیں۔

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر اس زمین و آسمان میں دو خدا ہوتے تو یہ زمین آسمان ہی خراب ہو جاتے۔

انسان دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک جسم اور ایک اس جسم کی رُوح۔ یہ جسم بھی بہت سی اشیاء کا اپنی زندگی کے لئے محتاج ہے، کھانے پینے سے جسم بنتا ہے اور ان کے بغیر وہ زندہ رہ ہی نہیں سکتا! اب کھانا کہاں سے آئے؟ کیسے تیار ہو؟ نباتات میں سے کون سی نباتات انسان کے لئے مفید اور کون سی مضر ہے؟ یہ باتیں بغیر معلّم اور مُرشد کے معلوم نہیں ہو سکتیں۔ اس لئے ہر علم کے لئے ایک ماہر و مرشد موجود ہے جو ہر ایک نسل کو اس کی قابلیت اور اہلیت کے مطابق سکھلاتا ہے۔

غرضیکہ دنیا میں کوئی ایسا کام نہیں، جو بغیر کسی مرشد ہادی یا امام کے کماحقہ سرانجام پا سکے! اگر لوہا بھی موجود ہو تو کوئی شخص جو کسی لوہار امام کا شاگرد نہیں اور اس نے لوہے کا علم اچھی طرح اس سے حاصل نہیں کیا۔ وہ کبھی لوہے کو اپنی مرضی کے مطابق استعمال نہیں کر سکتا۔ پس جب اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کے لئے اس کی زندگی کی دنیاوی بہتری کے لئے آئمہ (امام کی جمع) کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے۔ اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ بنی آدم کے اجسام اور ان کی ارواح اور ان کے اموال کی حفاظت و ترقی کے لئے بھی ایسا ہی نظام موجود ہو! اور یہ وہی نظام ہے، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ امام کے ذریعہ دنیا میں ظاہر ہوتا ہے، تا بنی آدم ایک دوسرے پر زیادتی نہ کر سکیں اور خدا تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت (جو سب انسانوں کے لئے ہوتی ہے) پر عمل کرتے رہیں اور جماعت احمدیہ بھی اسی نظام کے تابع ہے اور اس قاعدہ کلیہ سے مستثنیٰ نہیں!

ہر مقتدی (پیچھے چلنے والا) اپنے امام کا تابع ہوتا ہے۔ اور اس کا ہر ایک قول و عمل اور حرکت و سکون اپنے امام کے تابع ہوتا ہے۔

من چہ سرایم و طنبورہ من چہ می سراید والی بات نہیں ہوتی۔ جب تک کمال اطاعت نہ ہو، اس کا کوئی کام درست نہیں ہوتا اور نہ وہ کسی تعریف کا مستحق ہو سکتا ہے۔ ہر سپاہی اگر اپنے امام (جرنیل) کا تابع نہ ہو اور اس کے ہر حکم کی کماحقہٗ اطاعت نہ کرے، تو وہ سپاہی اپنے مقصد (فتح و کامیابی) میں ناکام رہے گا اور بسا اوقات اپنی جان اپنی غلطی کی وجہ سے ضائع کر دیگا۔

اس سے ظاہر ہے کہ ہر ایک کام اپنے امام کے حکم کے مطابق ہونا چاہیئے اور ہر حرکت و سکون میں اپنے امام کی اطاعت فرض ہے اور تمام کامیابیوں کی جڑ بھی اپنے امام کی دل و جان سے اطاعت میں مضمر ہے اور اسی بات کو کسی بندۂ خدا نے ایک شعر میں ادا کر دیا ہے ؎

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

یعنی میں تو ہو گیا، تو میں ہو گیا۔ میں جسم ہو گیا تو جان ہو گیا۔ تا اس کے بعد کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے اور میں اور ہوں

پس ہم سب کا فرض ہے کہ ہم اپنے امام کے ہر حکم و ہدایت کی دل و جان سے اطاعت کریں

ایں است کامِ دل اگر آید میسّرم

سیدنا حضرت فضل عمر کا ارشاد ہے۔

"تمہیں کوشش کرنا چاہیئے کہ تم نیکی میں سب سے پہلے حصّہ لینے والے بنو اور اگر تم کسی وجہ سے پہلے حصّہ لینے والوں میں نہ آسکو تو کوشش کرو کہ درمیانی درجہ تمہیں میسّر آجائے۔ اگر تم درمیان بھی شامل نہ ہو سکو تو اس کے بعد جس قدر جلد نیکی میں حصّہ لے سکو لے لو۔ اور کم ازکم یہ کوشش کرو کہ تم آخری آدمی مت بنو۔"

مولانا سلطان محمود انور صاحب

خُدا کا گھر

انسانی زندگی کیلئے مشعلِ راہ

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ساری کائنات کے لئے اور کائنات کے سب مسائل کے لئے ایک جامع اور کامل ہدایت رکھنے والی ذاتِ اقدس ہے کسی قوم سے کسی کا تعلق ہو سوسائٹی کے کسی طبقہ سے تعلق ہو۔ کسی نسل اور خطہ سے تعلق رکھتا ہو۔ ہر انسان رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اسوہ میں کامل ہدایت پا سکتا ہے۔

دنیا کے ہر انسان کے لئے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں کامل نمونہ ہے۔ اس وقت دنیا جن حالات سے گذر رہی ہے۔ ان حالات میں انسانی سوچ مختلف قسم کے تجارب کی روشنی میں اس کوشش میں ہے کہ وہ پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے میں کامیاب ہو۔ اور خاص طور پر یہ ملک جس میں ہم لوگ بستے ہیں۔ پاکستان کے اندر ایک عرصہ سے یہاں کے بسنے والوں کے دلوں میں یہ خواہش ہے کہ اس خطہ میں وہ زندگی عود کر آئے جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل نمونہ کی مصداق ہو۔ اس کے لئے بہت سی کوششیں ہوئیں بہت سی ہو رہی ہیں۔ آئندہ بہت سی کوششیں اس بارے میں کی جائیں گی۔ لیکن اس تعلق میں کچھ گذارشات اپنی طرف سے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دنیا میں بالکل ایک نئی سوسائٹی کی بنیاد قائم فرمائی۔ تو حضور کا طریق کار کیا تھا۔ اور اس طریق کار کو اگر آج ہم اپنائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کامیابی سے ہمکنار نہ ہوں جو رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی مساعی کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کی گئی۔

رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کامل سوسائٹی کا نقشہ دنیا کے سامنے پیش کیا تو اس سارے منصوبے کو، سارے خاکے کو، سارے نقشے کو بڑا ہی عجیب پیارے انداز کے ساتھ ملخص کے طور پر دنیا کے سامنے اس طور سے رکھا کہ ایک خدا کے تصور کے ساتھ جس سوسائٹی کو میں قائم کرنا چاہتا ہوں اس سوسائٹی کے نقوش آپ کو کسی جگہ نظر آئیں گے۔ اسی ایک خدا کے پاس۔ وہ کہاں ہے یوں تو ہمارے تصور کے مطابق خدا ہر جگہ ہے۔ اور کائنات کا کوئی موقع اور کوئی جگہ اس خدا کے تصور سے اور اس کی موجودگی سے خالی نہیں۔ لیکن بایں ہمہ انسانی سوچ کو کسی ایک جگہ پر مرتکز کرنے کے لئے ضرورت تھی کہ خدا کی نشاندھی کسی ایسے رنگ میں کی جائے کہ لوگوں کی توجہ کا وہ مرکز بنے۔ اس کے لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس سوسائٹی کو قائم کرنا پیش نظر تھا اس کے نقوش سارے جمع کر کے اس کا ایک نقشہ خدا کے گھر میں دنیا کو دکھانے کے لئے دعوت دی۔ جس کو خدا کا گھر کہا جاتا ہے اگر خدا کے گھر میں آؤ گے تو تمہاری ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں گی۔ جو خدا کے گھر سے باہر تم اپنی سوسائٹی کے لئے درکار اور مطلوب محسوس کرتے ہو۔

ایک رخ کا تعین

رسول پاکؐ نے جس سوسائٹی کو قائم فرمایا اور جس سوسائٹی کو آج قائم کرنے کی تمنا ہمارے ملک میں پائی جاتی ہے اس کے نقوش اگر ظاہر ہوتے ہیں۔ تو خدا کے گھر میں جا کے نظر آتے ہیں وہ کیا نقوش ہیں۔

سب سے پہلی بات رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا بھر میں خدا کے گھر کی تعمیر کے لئے ایک رخ کا تعین فرما دیا۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ قوم کا جب تک ایک رخ نہ ہو وہ کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتی۔ آج کی سوسائٹی منتشر ہے کسی کا قبلہ وکعبہ امریکہ ہے۔ کسی کا یورپ ہے کسی کا سعودی عرب ہے۔ کسی کا لیبیا ہے کسی کا شام ہے کسی کا عراق ہے کسی کا ایران ہے۔ کسی کا رشیا (روس) ہے کوئی ہندوستان کی طرف دیکھ رہا ہے کوئی چین کی طرف دیکھ رہا ہے۔ جب رخوں کا یہ انتشار ہو۔ تو قوم کس طرح وہ یک رخی پیدا کر سکتی ہے جو رسول مقبولؐ اپنے ماننے والوں کی سوسائٹی میں پیدا کرنی چاہتے تھے۔ وہ یک جہتی وہ یک رخی خدا کے گھر میں جا کے انسان کو نصیب ہوتی ہے۔ اور رسول مقبولؐ نے گویا دنیا بھر میں خدا کے گھروں کو ایک رخ میں تعمیر کرنے کی ہدایت دے کر یہ سبق دیا ہے۔ کہ یک رخی کے بغیر تم کبھی بھی اپنی منزل کو نہیں پا سکتے۔ اور یہ یک رخی اگر حاصل کرنا چاہتے ہو۔ تو خدا کے آستانے پہ آ جاؤ باہر تم ٹکریں مار کے دیکھ لو لیکن یہ یک رخی تمہیں نصیب نہیں ہو سکتی۔ یک جہتی کیلئے تمہیں خدا کے گھر میں آنا پڑے گا۔

امام کا وجود

دوسری بات۔ رسول پاکؐ نے خدا کے گھر میں لوگوں کو دعوت دے کر یہ بتائی کہ قوم کی ترقی کے لئے سوسائٹی کو صحت مند بنیادوں پہ قائم کرنے کے لئے ان کے اندر یک جہتی اور دوسری ساری مطلوبہ ضرورتیں فراہم کرنے کے لئے ایک امام کا وجود ضروری ہے۔ جب نماز کے لئے لوگ جمع ہوں تو کوئی ایسا تصور نہیں ہے کہ امام کے بغیر نماز ہو۔ لوگوں کو دعوت دی جائے کہ اکٹھے ہو جاؤ لیکن امام کی ضرورت کوئی نہیں۔ اور آج کی سوسائٹی یہ کہتی ہے۔ کہ ہمیں اگر امام کی ضرورت ہے بھی۔ تو صرف ان چند ٹوٹے پھوٹے لوگوں کو جو آج کل سوسائٹی میں پرانے لوگ کہلاتے ہیں۔ دقیانوسی لوگ کہلاتے ہیں۔ تو اگر امام کی ضرورت محسوس ہوتی بھی ہے۔ تو ۲۴ گھنٹے میں سے زیادہ سے زیادہ ایک گھنٹے وقت کے لئے۔ اس کے بعد ۲۳ گھنٹے کا وقت یومیہ جو ہے اسمیں ایک انسان نے امام کی ضرورت کا جوا اتار کے پھینکا ہوا ہے۔ اور رسول کریمؐ کی ہرگز یہ منشاء اور مراد نہیں تھی کہ ایک گھنٹے کے لئے تو امام کی ضرورت تمہیں ہے اور ۲۳ گھنٹے کے لئے تم منتشر رہو تو مقصد پورا ہو جائے گا۔ یہ تو مقصود نہیں تھا۔ ایک گھنٹے کا تو تجربہ ہے ٹریننگ ہے اور اصل یہ ہے کہ باقی ۲۳ گھنٹے تم نے امام کے وجود اور اس کی اہمیت سے دور نہیں ہٹنا۔

رسول پاکؐ نے تعلیم یہ دی ہے کہ خدا کے گھر میں آؤ۔ تمہیں امام کی اہمیت کا احساس ہوگا۔ تمہیں امام کی ضرورت محسوس ہوگی اور تمہیں یہ احساس اجاگر ہوگا۔ کہ امام کے بغیر ہماری یکجہتی اور تنظیم قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن کون سا امام جس کو ایک گھنٹے کے لئے نمازوں کے درمیان تو ہم امام مان لیں لیکن اس کے بعد گلی میں نکلے تو اس سے کام بھی بیگار کا لیں

اور رات کو اسے کہیں کہ اپنا پیٹ بھرنے کے لئے دروازے دروازے پہ جاؤ اور جا کے دستک دو اور دربدر ٹھوکریں کھا کر روٹی مانگو۔ کیا ایسے امام کے پیچھے قوم کو مجتمع کرنے کا کوئی تصور تھا ہرگز نہیں پھر کیسا امام رسول کریمؐ اپنی امت کے لئے لازمی قرار دیتے ہیں۔ اس کا تصور خود نماز کے اندر ہے۔ تعلیم یہ ہے کہ تم خدا کے دربار تک رسائی نہیں پا سکتے تمہارے اندر یکجہتی اور نظم و ضبط نہیں قائم ہو سکتا۔ جب تک کہ تمہارا ایک امام نہ ہو اور امام بھی ایسا جس کی غلطی کو تمہیں غلطی قرار دینے کی اجازت نہیں۔ جن کی غلطیاں تم نے نکالنی ہیں وہ امامت کے تصور کے منافی باتیں ہیں۔ اور یہاں تک اس کی غلطی سے اجتناب کرو۔ اگر امام دوران نماز بشری تقاضے کے ماتحت بھول جاتا ہے۔ تو تعلیم یہ ہے کہ تم نے ہرگز پیچھے آواز نہیں کسنے کہ امام صاحب غلطی کر رہے ہیں۔ کوئی کسی کو اجازت نہیں دی گئی۔ بلکہ صرف اتنا حق دیا گیا۔ کہ کوئی اشارہ کر سکتے ہو۔ مقصود امام کی توجہ کو مبذول کرنا ہے۔ اور اشارہ بھی کیا یہی اشارے کے طور پر کہا جا سکتا تھا کہ امام صاحب آپ سے بھول ہو گئی۔ جب بولنا ہی ہے تو یہ فقرہ کوئی کہہ سکتا تھا۔ لیکن فرمایا اس کی اجازت تمہیں نہیں۔ صرف اتنی اجازت ہے کہ پہلے سوچ لو غلطی تم سے بھی ہو سکتی ہے جو توجہ دلانے والے ہوں۔ غلطی امام سے بھی ہو سکتی ہے جو تمہاری نماز میں امامت کر رہا ہے۔ دونوں سے غلطی کا امکان ہے۔ اس لئے تم نہ اسے غلط کہو نہ اپنے آپ کو غلط قرار دو۔ تمہیں ایک پاکیزہ انداز بتاتے ہیں اشارہ کرنے کا۔ تم صرف یہ کہو "اللہ پاک ہے" بشریت سے غلطی امام سے بھی ہو سکتی ہے بشریت کے ماتحت مجھ سے بھی ہو سکتی ہے بے عیب اور غلطی سے پاک ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے تمہارے اس حسین اشارے پہ امام غلطی تو درست کرے گا۔ لیکن اگر امام اپنے آپ کو درست سمجھتا ہے اور تمہارے توجہ دلانے کے عمل کو غلط سمجھتا ہے یا امام آپ کی توجہ دلانے کے باوجود بات کی کنہ تک نہیں پہنچ سکا اور جس طرح وہ پڑھائے جا رہا ہے وہ اپنے عمل کو جاری رکھتا ہے۔ گویا واضح طور پر آپ کے نزدیک وہ غلط نماز پڑھا رہا ہے۔ تو ایسی صورت میں پھر کیا کرو۔ توجہ دلانے کے باوجود اگر امام آپ کی توجہ کا

نوٹس نہ لے آپ کے اشارے پہ توجہ نہ دے تو آیا نماز چھوڑ دو۔ پروٹسٹ کرو ہنگامہ کھڑا کر دو کہ امام صاحب کو توجہ بھی دلائی ہے یہ عجیب امام ہے ہماری بات پہ توجہ نہیں دیتا۔ ان میں سے کوئی بات جائز نہیں رکھی گئی۔ بلکہ اس صورت میں پھر حکم یہ ہے۔ کہ امام کا مقام سوسائٹی میں یہ ہونا چاہیئے کہ اگر تمہارے توجہ دلانے کے باوجود وہ غلطی کو درست نہیں کرتا تو قومی یکجہتی کو قائم رکھنے کی خاطر تمہارے لئے ہدایت یہ ہے کہ تم امام کی اتباع کرو۔ باوجود اس بات کے کہ وہ غلط کر رہا ہے۔ اور خدا تمہاری غلط نماز کو درست قرار دے کہ اس کا ثواب دے دے گا۔ لیکن تمہیں یہ حق ہرگز نہیں دیتا کہ امام سے علیحدگی اختیار کر لو۔ یہ کہہ کر کہ میں سو فیصدی یقین پہ ہوں کہ امام نے غلطی کی۔ میں اس کی بات نہیں مانتا۔ یہ نماز میں اس امامت کا تصور جو دیا ہے اس سے مقصود ہرگز یہ نہیں تھا کہ صرف ایک گھنٹے کے لئے اس سبق کو یاد رکھو تو ۲۳ گھنٹے اس جوئے کو اتار پھینکو۔ رسول پاکؐ ایک ایسے امام کا وجود ضروری قرار دیتے ہیں جس کی اطاعت اس سطح پہ کی جائے۔ اور جس کا احترام اس انداز سے کیا جائے کہ اس کی غلطیوں کو تلاش کرنا اور اس کو نشر کرنا اور پروپیگنڈے کرنا یہ امامت کے تصور کے منافی ہے۔ اور جب تک آپ اپنی سوسائٹی میں ایک ایسا امام مہیا نہیں کرتے اس کو تلاش نہیں کرتے اس سے وابستہ نہیں ہوتے آپ ہزار بنیادیں رکھیں اپنی سوسائٹی کی ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

آپ ثریا تک اپنی دیواریں اونچی کر لیں۔ لیکن یہ کجی دور نہیں ہو سکتی جو بنیادیں آپ کے ہاتھوں کجی پڑ جائے گی اور وہ یہی ہے جس سوسائٹی کو دنیا میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ اس سوسائٹی کے لئے امام کا وجود ضروری ہے۔ اور رسول پاکؐ نے بتایا ہے کہ دیکھو یہ سوسائٹی اگر قائم کرنا چاہتے ہو۔ آؤ خدا کے گھر میں پہنچ جاؤ وہاں تمہیں یہ سارا ناک نقشہ نظر آ جائیگا۔

یکجہتی اور نظم وضبط

اس سے اگلا یہ سبق دیا کہ تمہارے اندر یکجہتی اور نظم و ضبط امام کے بغیر قائم نہیں ہو سکتا امام کھڑا ہوگا اس کا ایک رُخ ہے۔ اس کا ایک مقام ہے۔ وہ محراب میں یا مصلّٰی پر کھڑا ہوتا ہے۔ اور باقی لوگ اس کے پیچھے صفیں بناتے ہیں۔ اور صفوں کی سیدھائی اور درستی یہ امام کے وجود سے متعین ہوتی ہے۔ اور رسول کریمؐ نے فرمایا کہ جب تم خدا کے گھر میں آتے ہو اور صفیں درست کرنے کی تلقین فرمائی۔ تو ساتھ یہ فرمایا کہ اگر تمہاری صفیں ٹیڑھی ہونگی تو پتہ اس کا نقصان کیا ہوگا۔ تمہارے دل ٹیڑھے ہو جائیں گے یہ رسول پاکؐ کا فتویٰ اور ارشاد ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ امام کے بغیر صف بندی نہیں ہو سکتی۔ امام کے بغیر صفوں کی درستی اور ان کا رخ درست نہیں ہو سکتا اور امام ہوگا تو تمہاری صفوں کے اندر ایک نظم وضبط آئے گا۔ لیکن نظم وضبط کے بغیر سوسائٹی کوئی نہیں۔

صفیں سیدھی رکھنے کا حکم دے کر یہ احساس دلایا ہے۔ کہ تمہارا کندھے سے کندھا ملا ہونا ضروری ہے۔ صفیں سیدھی ہوں اور دوسرا یہ کہ درمیان میں ہرگز کوئی خلا اور گیپ نہ ہو۔ اگر گیپ ہوگا تو کیا ہوگا۔ فرمایا جہاں خلا ہوگا وہاں شیطان کھڑا ہو جائے گا گھس آئے گا۔ گویا قوم کے لئے کندھے سے کندھا ملانا ضروری ہے۔ اور جہاں اس قسم کے خلا نظر آئیں کہ میں نے فلاں سے بات نہیں کرنی فلاں جس مجلس میں جائے گا میں نے نہیں جانا اور فلاں کے ساتھ میری کوئی مطابقت نہیں ہو سکتی تو قوم کس طرح اکٹھی ہو۔ صف بندی میں تو بتایا ہی یہ ہے کہ تم اپنے ذاتی اختلافات کو اس نوعیت پہ اہمیت نہ دو۔ کہ جس کے نتیجہ میں قوم کا اتحاد پارہ پارہ ہو کے رہ جائے۔ قومی روح کو قائم رکھنے کے لئے تمہارا کندھے سے کندھا ملا ہونا ضروری ہے۔ اور جس قسم کے بھی خلا درمیان میں آتا ہے۔ اس کا فوری نوٹس لو۔ دو آدمیوں کے درمیان ناراضگی کا خلا ہو۔ یا کشیدگی ہو غلط فہمیاں ہوں۔ بُعد ہو کوئی بھی شکل اس کی ہو۔ اس خلا کو برداشت نہیں کرنا رسول کریمؐ نے اس کے متعلق تلقین یہ فرمائی ہے۔ کہ دو بھائیوں میں اگر آپس میں کوئی غلط فہمی ہو جائے ناچاقی ہو جائے۔ تو ایک مومن کیلئے ہرگز یہ جائز نہیں کہ اپنے مومن بھائی سے تین دن تک سے زیادہ ناراضگی کو قائم رکھے۔ تین دن سے زیادہ بڑھاؤ گے تو پھر یہ ایک روگ ہے سوسائٹی کا۔ جو سوسائٹی کو کھا جائے گا۔ اور گھن کی طرح اس کی بنیادوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔ اور کندھے آپس میں مل کر نہیں رہ سکیں گے۔ اس لئے کوئی خلا آپس میں جو ہے اس کا فکر کرو اور اس کو بڑھنے نہ دو۔ مجھے یاد ہے ہماری جماعت کے ایک امیر تھے وفات پا چکے ہیں۔ انہوں نے جب نماز کے لئے دوستوں کا جائزہ لیا۔ تو ایک دوست کئی روز سے غیر حاضر تھے پوچھا کہ فلاں کیوں نہیں آ رہے کسی نے کہا جی وہ ناراض ہیں۔ فلاں کے ساتھ۔ بلایا اس کو، بلا کے پوچھا کہ آپ نماز کے لئے کیوں نہیں آ رہے وہ کہنے لگے صاحب سیدھی بات کرتا ہوں میرے اندر تو منافقت نہیں ہے میں تو کھری بات کہنے والا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میری فلاں سے ناراضگی اور کشیدگی ہے جہاں وہ جائے گا میں ہرگز نہیں جاؤں گا۔ میری غیرت برداشت ہی نہیں کر سکتی کہ وہاں میں جاؤں۔ وہ امیر صاحب نے فرمایا تم نے بہت اچھی بات کہی۔ مجھے تمہاری اس غیرت سے بڑی خوشی ہوئی ہے لیکن بات نامکمل ہے۔ اس کو تھوڑا سا اور مکمل کرو۔ وہ خدا کے گھر میں آئے گا تم نہیں آؤ گے۔ وہ جس محلے میں رہتا ہے تم اس محلے میں نہ رہو۔ جس گلی میں وہ بستا ہے اس گلی نہ رہو۔ جس شہر میں وہ رہتا ہے اس شہر کو تم چھوڑ دو۔ جس دنیا میں وہ بستا ہے اس دنیا کو چھوڑ دو تو پھر تمہاری غیرت مکمل ہے۔ لیکن اگر ساری کی ساری ناراضگی کی زد اس بات پر ہے کہ چونکہ وہ خدا کے گھر میں آتا ہے اس لئے میں خدا کے گھر میں نہ آؤں گا۔ تو یہ بے غیرتی ہے۔ یہ غیرت نہیں، یہ جھوٹی غیرت ہے۔ ایک خدا کا گھر تم نے اس لئے سمجھ لیا کہ اگر وہاں قدم رکھے گا تو میں وہاں نہیں جاؤں گا۔ خدا کا گھر تو تمہیں بلاتا ہی یکجہتی اور یکرنگی کے لئے۔ تو جہاں جا کے تمہاری اس بیماری کا تدارک ہو سکتا تھا وہاں سے تم نے منہ موڑ لیا اور محلے میں پڑوس کے طور پر تم نے رہائش رکھی ہوئی ہے۔ تو یہ بگڑی ہوئی سوچ ہے خدا کے گھر میں آؤ گے تو درمیان کے گیپ ختم ہو جائیں گے۔ اور باہر تم ہرگز ان کو پُر نہیں کر سکتے۔ اور دور نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے خدا ہی کے گھر میں تمہیں آنا پڑے گا۔ پھر اس کے بعد یہ فرمایا کہ تمہاری صفیں کیسی ہونی چاہئیں۔ اس میں کوئی امتیاز نہیں۔ امیر، غریب، پڑھا لکھا، کم پڑھا لکھا۔ عالم ہو بزرگ

ہو ۔ غیر بزرگ ہو ۔ جاہل ہو ۔ بادشاہ ہو اور غلام ہو ۔ وہ سارے کے سارے خدا کے گھر میں پہنچ کے ایک صف میں کھڑے ہوں : بلا امتیاز ۔

تقویٰ عزّت کی علامت

خدا تعالےٰ جس سوسائٹی کو قائم کرنا چاہتا ہے اور جو سوسائٹی دنیا کے امن کی ضمانت بن سکتی ہے ۔ اس سوسائٹی میں مساوات کامل جب تک نہ ہو اس وقت تک وہ امن سوسائٹی کو نصیب نہیں ہو سکتا ۔ اور اس کے لئے خدا تعالےٰ نے سبق دینے کی خاطر فرمایا رسول پاکؐ نے خدا کے گھروں میں لوگوں کو آنے کی دعوت دی ہے کہ جہاں آکے تمہیں وہ عملی تجربہ نصیب ہوگا کہ کندھے سے کندھا ملاکے بلا امتیاز ایک دوسرے کے ہمراہ کھڑا ہونا ہے ۔ اور جب تک ہم سوسائٹی میں یہ امتیازات نہیں مٹاتے اس وقت تک خدا کا حکم نہیں آسکتا ۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے ۔ کہ سوسائٹی میں اگر کسی کو ترجیح ہے یا عزت ہے یا احترام ہے یا اس کا کوئی سٹیٹس ہے تو اس کی بنیاد صرف اس بات پر ہے کہ ۔ تم میں سے اگر کوئی معزز ہے تو صرف وہ ہے جو خدا کی نگاہ میں تقویٰ شعار قرار پاتا ہے ۔ اس کے سوا اور کوئی امتیاز نہیں اور اس کی بہت سی مثالیں ہیں ۔ رسول کریمؐ کی پاکیزہ زندگی میں، کہ حضورؐ کی مجلس میں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ۔ کہتے ہیں کسی جگہ سے دودھ کا پیالہ تحفے کے طور پر حضورؐ کی خدمت میں آیا ۔ آپؐ کے بائیں جانب حضرت ابوبکر صدیقؓ بیٹھے تھے ۔ سامنے حضرت عمرؓ بیٹھے تھے درمیان میں کچھ اور صحابہؓ تھے ۔ حضور کی دائیں جانب ایک بدوی دیہاتی آدمی آکے بیٹھا ہوا تھا ۔ جس کا اس سوسائٹی کے لحاظ سے کوئی مقام نہیں تھا جب وہ دودھ کا پیالہ آیا تو رسول کریمؐ نے فرمایا کہ یہ مجلس میں سارے دوستوں کو پیش کیا جائے ۔ جب پیش کرنے کا مرحلہ آیا تو حضرت عمرؓ نے تھوڑی سی دماغی تیزی سے کام لیتے ہوئے فوری طور پر جب حضورؐ ہاتھ بڑھاکے دینا ہی چاہتے تھے کسی کو ۔ تو درخواست کی کہ حضور حضرت ابوبکرؓ کو ۔ جو حضورؐ کے بائیں جانب بیٹھے تھے رسول کریمؐ نے فرمایا کہ نہیں ، دائیں جانب ۔ اور اس اجنبی بدوی آدمی کے ہاتھ میں وہ پیالہ تھما دیا ۔ اور پھر اس ترتیب کے ساتھ سب سے آخر پہ حضرت ابوبکرؓ کی باری آئی اور پھر ان سے بھی آخر پہ خود رسول پاکؐ نے اس پیالے سے نوش فرمایا ۔ رسول کریمؐ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ایک لشکر باہر بھجوانے کا فیصلہ فرمایا اس لشکر کا سردار کس کو مقرر کیا ۔ حضرت زیدؓ جو رسول کریمؐ کے غلام تھے پھر منہ بولے بیٹے تھے پھر خدائی حکم کے ماتحت دوبارہ ان کو آزاد کر دیا گیا اور ایک عام شہری قرار پائے ۔ ان کے بیٹے حضرت اسامہ تھے ۔ جن کو رسول کریمؐ نے اس اسلامی لشکر کا سپہ سالار مقرر فرمایا اور ان کے ماتحت حضرت ابوبکرؓ حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور سارے چنیدہ صحابہؓ کو ان کے ماتحت کھڑا کر دیا ۔

پاکیزگی کی ہدایت

پھر اس گھر کے ساتھ کچھ اور ہدایات دی ہیں ۔ مثلاً پاکیزگی ہے جسم کی پاکیزگی ہے خدا کے گھر میں آپ جانا چاہیں ۔ تو جسم پاک ہونا چاہیئے ۔ مقصود یہ ہے کہ سوسائٹی میں گند پھیلتا ہے نفرت بڑھتی ہے جب انسان گندے جسم کے ساتھ سوسائٹی میں چلتا پھرتا ہے ۔ جس کے پاس بیٹھے گا پسینے کی بدبو آرہی ہے کوئی اور بدبو آرہی ہے ۔ بعض لوگ سگریٹ نوشی کے اتنے عادی ہوتے ہیں کہ وہ یہ محسوس نہیں کرتے کہ میرے منہ کی بو دوسرے کی کیا گت بناتی ہے ۔ وہ اس کو بھی محسوس نہیں کرتے ۔ لہسن اور پیاز کھاکر سوسائٹی میں آکر بیٹھ جاتے ہیں لہسن کھایا اور سوسائٹی میں آکر بیٹھ گئے ۔ رسول کریمؐ نے یہ ساری باتوں سے منع کیا ہے ۔ لیکن مقصود اس سے یہ نہیں کہ صرف خدا کے گھر میں آؤ تو ان باتوں کا پرہیز کرو ۔ اور باہر سوسائٹی میں بیٹھو تو خوب بو پھیلاؤ ۔ یہ مقصد نہیں ۔ رسول کریمؐ فرماتے ہیں کہ ماحول اور آپ کا علاقہ اور آپ کا جسم یہ پاک رکھیں ۔ پاکیزگی کے اثرات انسان کے اخلاق پر پڑتے ہیں ۔ اس وجہ سے خوراک کی پاکیزگی ، لباس کی پاکیزگی ، زبان کی پاکیزگی سوچ کی پاکیزگی یہ ساری پاکیزگیوں پر لازمی قرار دیا گیا ہے ۔ ان چیزوں پہ ۔ اور اگر یہ چیزیں انسان نہیں اپناتا تو اس پاکیزگی کے بغیر جو بھی معاشرہ بنے گا بہرحال اس کے اندر گندگی ہی گندگی ہوگی ۔

مسجد نبویؐ جب رسول پاکؐ نے تعمیر فرمائی ۔ عیسائیوں کا ایک وفد حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ لمبا عرصہ گفتگو ہوتی رہی ۔ اس دوران ان کی عبادت کا وقت آگیا ۔ انہوں نے آپس میں ایک دوسرے کو اشارے کئے ۔ کہ عبادت کا وقت ہوگیا ہے ۔ ہمیں باہر جانا چاہیئے ۔ جاکے اپنی عبادت کرکے پھر دوبارہ مجلس میں شریک ہو جائیں گے ۔ رسول کریمؐ نے ان کے اشاروں سے اندازہ لگایا کہ کسی چیز کی یہ تلاش یا طلب میں ہیں ۔ فرمایا کیا بات ہے ۔ کہنے لگے کچھ دیر کے لئے وقفہ ہم چاہتے ہیں ۔ باہر جانے کے لئے ۔ فرمایا کیوں ۔ کہ جی ہماری عبادت کا وقت ہے ۔ اور ہم باہر جاکے خدا کی عبادت کرکے پھر آجائیں گے ۔ رسول کریمؐ نے فرمایا تم جو بھی عبادت کرنا چاہتے ہو ۔ یہ خدا کا گھر ہے تم اس کی مخلوق ہو ۔ تم جس طرح بھی چاہتے ہو اپنی عبادت یہاں کرو ۔ خدا کا گھر تو سب کے لئے کھلا ہے ۔ مسجد نبویؐ میں تو عیسائیوں کی عبادت کا حق خدا کے رسولؐ نے دے دیا ان کو ۔

رسول پاکؐ نے مذہبی تعصب کو مٹایا ہے ۔ ہر رنگ میں مٹایا ہے حضورؐ اپنے صحابہؓ کے ساتھ ایک مجلس میں بیٹھے تھے ۔ پاس ہی گلی میں لوگ گذر رہے تھے ۔ اچانک دیکھا کہ ایک جنازہ آرہا ہے ۔ رسول کریمؐ کے قریب جب وہ جنازے والے لوگ پہنچے تو جنازے کو دیکھ کر حضورؐ احتراماً اٹھ کے کھڑے ہوگئے ۔ کسی نے حاضرین میں سے کہا یا رسولؐ اللہ یہ یہودی کا جنازہ ہے ۔ رسول پاکؐ نے فرمایا انسان تو ہے ۔ انسانیت کا احترام کس نے منع کیا ہے ۔ تو شاہِ دو جہاں کا فرمان تو یہ ہے کہ ایک یہودی کے جنازے کا بھی احترام ہونا چاہیئے ۔

جب خدا کے گھر میں آپ آئیں ۔ پھر رسول پاکؐ نے ایک عمومی ہدایت فرمائی ۔ وہ قرآن شریف میں مذکور ہے فرمایا خدا کے گھر میں آؤ ۔ ہر قسم کی زینت کا اہتمام کرکے آؤ ۔ کیا کیا زینتیں ہیں ۔ زبان کی صفائی میں نے بتایا ۔ جسم کی صفائی ۔ لباس کی صفائی اور عمدگی ۔ یہ ساری چیزیں ہیں لیکن سب سے بڑی زینت انسان کے اخلاق کی زینت ہے ۔ اور رسول پاکؐ انسان کی زینت اخلاق ہی میں قرار دیتے ہیں ۔ تو اخلاق کی جب تک خوبصورتی پیدا نہ کی جائے ۔ عبادت کا حق ادا نہیں کیا جا سکتا ۔ اور خدا کے گھر کی طرف جب آپ رجوع کریں اور توجہ کریں تو اس قسم کی خوبصورتی آپ کے لئے لازمی ہے ۔

عزیز دوستو ! ہم ساری کی ساری برکت خدا کے گھر سے لے کر نکلے ہیں ۔ خدا کے فضل سے ۔ ہمارے اندر اتفاق ہمارا رخ ساری دنیا میں ایک طرف ہے ہمارا ایک امام ہے جس کی آواز پہ ہم کٹ مرنے کے لئے تیار ہیں ۔ ہماری صفوں میں خلا کوئی نہیں ہے ہمارے اندر مساوات ہے ۔ ہمارے اندر اخوت ہے ۔ ہمارے اندر یک جہتی ہے ہمارے اندر کوئی تعصب اور نفرت نہیں ہے خدا کے فضل سے ۔ ہم نے سیاہ اور سفید کو دنیا بھر میں ۱۲۴ ملکوں میں ایک لڑی میں پرو دیا ۔ مگر یہ طاقت ۔ مگر یہ انقلاب ، یہ نئی زندگی ہم نے کہاں سے پائی ہے ؟ یہ خدا کے گھر سے پائی ہے ۔ اس لئے میں آپ بھائیوں کو یہ کہنا چاہتا ہوں ہرگز بیرونی تہذیب پہ توجہ نہ دیں ہرگز بیرونی آوازوں پہ توجہ نہ دیں کھیلنے دیں دنیا کو جو کھیل کھیلتے ہیں وہ ، لیکن آپ جس در کے بلائے گئے ہیں ۔ وہ خدا کا در ہے اور خدا کے در سے کبھی کوئی شخص ناکام نہیں لوٹا فتح ماضی میں بھی خدا کے آستانے پہ گرنے والوں نے پائی اور آج اگر آپ بھی اس آستانے کے ہو جائیں گے تو خدا آپ کا ہے ۔ باقی کروڑوں بھی خدا ہوں تو ہمیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ۔ احمدیوں کے لئے پیغام ہے یہ میرا ۔ کہ آپ خدا کے در کے ہو جائیں ۔

جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو

ساری دنیا کو اگر آپ پانا چاہتے ہیں تو خدا کے گھروں میں آئیں باقاعدگی سے آئیں محبت سے آئیں ۔ خدا کی یاد کو اپنے دل میں اس کی لو لگاکے آئیں پاکیزگی اور خوبصورتی کے ساتھ آئیں ۔ اور محبت کی فضا وہاں پیدا کرکے یاد اللہ میں کچھ وقت صرف کریں اسی سے دونوں جہانوں کی نجات انسان کو مل سکتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے ۔

اسیرانِ راہِ مولا کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں ۔ اللہ تعالیٰ ان کی جلد رہائی کے سامان پیدا فرمائے ۔

اگر آپ کو اللہ تعالیٰ نے دولت دی ہے تو غریبوں کی مدد کیجیے ۔

اکسیر جگر
کمی خون، سفیدی خون، ضعفِ جگر کیلئے
اکسیر دوا

سرمہ ممیرا خاص
ککرے، کمزوری نظر، چھپروں کی خارش
کے لئے مفید سرمہ

فشار الدم
Low اور ہائی بلڈ پریشر کیلئے
از حد مفید دوا

حبّ سیاہ
پھوڑے پھنسیاں، خارش، زہرباد
مصفّیٰ خون ہے

خدمت میں پیش پیش
جدید دواخانہ خدمتِ خلق
گولبازار ربوہ ۔ پوسٹ بکس ۵۸
فون ۶۵۹

ٹی وی ٹرالی
استری سٹینڈ
فریج سٹینڈ ۔ گھڑیاں ۔ وال کلاک
ٹی وی ۔ کیلکولیٹر
اور دیگر سامان الیکٹرانکس کیلئے
احمدیہ ماڈرن سٹور گولبازار ربوہ

مبارک شال سٹور
مُراد مارکیٹ دُکان ۱۱
ریل بازار ۔ فیصل آباد
پروپرائیٹر مولوی عبداللطیف
فون ۲۳۵۹۰

- واپڈا کے ضوابط اور الیکٹرک رولز کے مطابق وائرنگ
- الیکٹریفیکیشن کا تخمینہ
- وائرنگ ٹیسٹ رپورٹ
- موٹر وائنڈنگ اور
- معیاری سامان بجلی کے لئے ہماری خدمات سے استفادہ کریں۔

نیز
- پریشر ککر
- واٹر کولر
- گرائنڈر اور جوسر کے سپیئر پارٹس اور ریپئرنگ
- شادی بیاہ پر عارضی ڈیکوریشن لائٹ
- فینسی لائٹ اور نئے پنکھوں کی خریداری کے لئے تشریف لائیں۔

نور الیکٹرک
گورنمنٹ لائسنسڈ وائرنگ کنٹریکٹر
ریلوے روڈ ۔ ربوہ

R.C.H کی جانب سے
تمام طلباء و طالبات کو نیا سال ۱۹۹۱ء
ـــ مبارک ہو ـــ
نئے سال ۹۲-۱۹۹۱ء کی نئی کتب اور کاپیاں
نیز انگلش میڈیم بک بازار سے بارعایت
خرید فرمائیں ۔ آپکی خدمت میں مصروفِ عمل
رؤف برادرز کاپی اینڈ بک ہاؤس
ـــ اقصیٰ چوک ...... ربوہ ـــ

احمدیت کی عالمگیر کامیابیوں پر
احباب جماعت احمدیہ کو دلی مبارکباد
(پرائیویٹ)
وُڈ مین لمیٹڈ
فورٹریس سٹیڈیم ۔ لاہور چھاؤنی
☎ : 372493

مکرم صوفی بشارت الرحمن صاحب

جماعت احمدیہ کی تعلیمی روایات

سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے زمانے میں موجودہ برصغیر پاک و ہند میں دو طرح کی تعلیمی روایات جاری تھیں۔

ایک یہ کہ دین حق کی طرف منسوب ہونے والے افراد کو صرف دینی تعلیم ہی حاصل کرنی چاہیئے اور حکومتِ وقت کی طرف سے قائم کردہ دنیادی علوم کی تحصیل کے بغیر مسلمان ترقی کی راہوں پر گامزن نہیں ہو سکتے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنی جماعت کے لئے اس طریق کو پسند فرمایا اور اسے رائج فرمایا کہ دنیادی علوم کو دین کا خادم بنا کر حاصل کرنا چاہیئے۔ جماعت کے ایک طبقہ کو دینی علوم میں خاص مہارت بھی حاصل کرنی چاہیئے تا وہ دعوت الی اللہ کا کام کماحقہ، سرانجام دے سکیں۔ اور ہر علم کی طرف سے دین حق پر کئے جانے والے حملوں اور اعتراضات کا خود اس علم کی مبادیات حقہ کی بناء پر رد کر سکیں۔ چنانچہ آپ نے قادیان میں مدرسہ تعلیم الاسلام جاری فرمایا جس کی آخری دسویں کلاس کے بعد طلبہ میٹرک کا امتحان دیتے تھے۔ وفات سے کچھ عرصہ پیشتر حضور نے اس مدرسہ کے ساتھ ایک دینی علوم کی شاخ بھی جاری کی تا اس سلسلہ کو حسب ضرورت دینی علماء بھی میسر آتے رہیں۔ یہ سلسلہ اور یہ روایت امامت اولیٰ میں بھی جاری رہی

پس شروع سے ہی جماعت احمدیہ کی یہی روایت ہے کہ دنیادی و دینی تعلیموں کا انتظام متوازی طور پر جاری رہنا چاہیئے۔ ۱۹۰۱ء میں خود حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے قادیان میں تعلیم الاسلام کالج بھی جاری فرما دیا۔ جس دن اس کالج کا افتتاح جو باقاعدہ پنجاب یونیورسٹی سے ملحق تھا۔ حضرت بانی سلسلہ نے خود کرنا تھا۔ اس دن آپ علالت طبع کی وجہ سے جلسہ افتتاح و دعا میں شامل نہ ہو سکے۔ چنانچہ حضور نے فرمایا۔ مولوی نورالدین صاحب افتتاح کر دیں میں اس وقت بیت الدعا میں بیٹھ کر دعا کروں گا۔ حضرت مولوی نورالدین صاحب (اللہ آپ پر ہمیشہ بارانِ رحمت نازل فرماتا رہے) نے افتتاح کے لئے ایک سائبان لگانے کا حکم دیا۔ نیز فرمایا کہ زمین کا ایک کرہ جو فریم کے اندر لگا ہوتا ہے۔ وہ بھی وہاں مہیا کیا جائے۔ افتتاح کے موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ اس کالج کے طلبہ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت۔ برکت اور حفاظت کے سائبان تلے رہیں گے۔ اور اللہ نے چاہا تو اس کرۂ ارض کے کناروں تک دینِ حق کا پیغام پہنچائیں گے۔

یہ کالج بعض حالات کی بناء پر صرف دو سال ہی جاری رہا۔ پھر جاری نہ رہ سکا۔ پھر یکم مئی ۱۹۴۴ء سے امامتِ ثانیہ کے زمانے میں تعلیم الاسلام کالج کا دوسرا دور شروع ہوا پہلے ایف اے کلاس جاری ہوئی۔ دو سال بعد بی۔ اے۔ بی۔ ایس۔ سی کلاسز اور ربوہ آ کر پوسٹ گریجوایٹ ایم اے عربی اور ایم ایس سی فزکس کی کلاسز اس کالج میں جاری ہوئیں۔

خاکسار۔ راقم الحروف بھی اس کالج کے دوسرے دور کے بانی اراکین میں شامل تھے حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (جو ازاں بعد امام ثالث بنے) کالج کے پرنسپل مقرر ہوئے کالج کی ایڈمنسٹریشن کے لئے حضرت امام ثانی (اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں آپ پر نازل ہوں) نے ایک کالج کمیٹی مقرر فرمائی جس کے صدر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرزند سیدنا بانی سلسلہ احمدیہ اور سیکرٹری جناب ملک غلام فرید صاحب ایم اے مقرر ہوئے کالج کے ابتدائی زمانہ کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے جو تعلیم و تعلّم۔ پڑھانا اور پڑھنا کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالتا ہے۔

دسمبر ۱۹۴۴ء کا مہینہ تھا۔ تعلیم الاسلام کالج قادیان میں کالج یونین کے عہدیدار طلبہ نے حضرت پرنسپل صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب (اللہ آپ پر رحم کرتا رہے) سے درخواست کی کہ کالج یونین کی افتتاحی تقریب کی صدارت آپ فرمائیں اور مختصر سی تقریر بھی فرمائیں جسے آپ نے منظور فرما لیا۔ لڑکوں نے پوچھا تقریر کا موضوع کیا ہو گا؟ آپ نے فرمایا کہ بیس ۱۰ منٹ کی گفتگو ہو گی اور موضوع ہو گا "حسن اور عشق"۔ فوراً ہی بذریعہ نوٹس بورڈ اس تقریر کا اعلان کر دیا گیا۔ آن کی آن میں سارے قادیان میں یہ خبر پھیل گئی کہ آج شام کالج ہال میں میاں ناصر احمد صاحب "حسن اور عشق" پر تقریر کریں گے۔ شام ہوئی تو کالج کا ہال کھچا کھچ بھر گیا۔ حضرت پرنسپل ڈائس پر تشریف لائے۔ فرمایا میری تقریر کا عنوان ہے "حسن اور عشق" یہ کالج ہے جس میں کچھ پڑھنے والے۔ علم حاصل کرنے والے طلبہ ہیں اور کچھ پڑھانے والے اساتذہ ہیں ان دو لفظوں میں یعنی۔ حسن اور عشق میں۔ طلبہ اور اساتذہ کے کام کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔ حسن سے مراد وہ خوبصورت کمال ہے۔ کوئی نہ کوئی کمال جو اللہ تعالیٰ نے نوجوان طلبہ کے اندر بطور مخفی استعداد اور قابلیت کے ودیعت کیا ہے۔ کوئی نہ کوئی حسن ہر شخص کو ملتا ہے۔ جو اس کی فطرت میں مخفی ہوتا ہے۔ استاد کا کام ہے کہ ایک عاشق کی طرح والہانہ جدّ و جہد کے ساتھ اپنے طالب علم کے اس مخفی کمال کو ظاہر کرے اور اسے اپنے کمال تک پہنچائے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک کہ استاد اپنے اس امر میں ایک عاشق کی طرح والہانہ سرگرمی نہ دکھلائے اس طرح کہ گویا وہ اس حسن پر عاشق ہے اور اس کو کر کے ہی اسے چین آئے گا۔ پس حسن۔ علامت اور نشان ہے طالب علم کا اور عشق۔ علامت یعنی نشان ہے استاد کا اور جب تک طلبہ اور اساتذہ کے درمیان یہ تعلق پیدا نہ ہو۔ صحیح اور عظیم نتائج پیدا نہیں ہو سکتے۔ استاد کو اپنے کام میں ایک سرگردان عاشق کی طرح منہمک ہونا چاہیئے۔ کیا معلوم تھا اس وقت کہ یہ حضرت پرنسپل۔ ایک وقت آئے گا کہ جماعت کی خلافت یا امامت پر تشریف فرما ہوں گے اور اس تقریر کو جماعتی سطح پر عملی جامہ بھی پہنائیں گے۔ قادیان کے بعد ۱۹۴۷ء میں تعلیم الاسلام کالج لاہور میں جاری ہوا۔ کالج کے بعض اساتذہ نے حفاظت مرکز کیلئے ہمیشہ قادیان میں رہنے کیلئے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ ان میں خاکسار بھی تھا۔ لیکن حضور نے پاکستان جانے کا حکم فرمایا چنانچہ پاکستان میں آ کر لاہور میں نہر کے کنارے ایک چھوٹے سے مکان میں جو کہ ایک اصطبل تھا کالج شروع ہوا۔ کمروں کی چھت پر کمروں کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے طلبہ کو پروان چڑھایا۔ یہ مکان ایف سی کالج کے بالکل قریب تھا۔ ایف سی کالج میں سائنس کے اساتذہ کی سخت کمی تھی اور ہمارے پاس سائنس کی لیبارٹریز نہیں تھیں۔ ہمارا ایف سی کالج سے معاہدہ ہو گیا۔ ایف سی کالج اور تعلیم الاسلام کالج کی سائنس کی کلاسز یکجا کر دی گئیں۔ اور ہمارے طلبہ ایف سی کالج کی لیبارٹریز میں سائنس کے پریکٹیکل کیا کرتے تھے۔ اس طرح انتہائی نامساعد حالات میں بھی جماعت احمدیہ کی یہ تعلیمی روایت قائم رہی۔ ۱۹۵۴ء میں کالج ربوہ میں منتقل ہوا۔ حضرت امام ثانی نے صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کو فرمایا کہ اس کالج کے ذریعہ تم نے اس پسماندہ علاقے کے غریب طلبہ کو علم کی

زینت سے بلا لحاظ مذہب وملت کے مزین کرتا ہے اس طرح حضرت امام ثانی کے حکم اور عزم سے اور حضرت پرنسپل (جو بعد میں جماعت کے امام ثالث بنے) کی مسلسل محنت اور جاں فشانی سے ربوہ میں ایک عظیم الشان کالج قائم ہوگیا۔ جس نے نہایت شاندار نتائج پیدا کئے۔ تفصیل میں جانے کا موقعہ نہیں۔ ۱۹۶۵ء میں اس کالج کی ایم اے عربی کے تین طلبہ باہم ایک ایک دو دو مارکس کے فرق کے ساتھ پنجاب یونیورسٹی کے عربی۔ ایم اے کے امتحان میں فرسٹ۔ سیکنڈ اور تھرڈ آئے۔ اس طرح جماعت احمدیہ کی یہ تعلیمی روایت نہایت شاندار طور پر جاری رہی۔ حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب نے امام ثالث بن کر جماعت کے ہونہار نمایاں پوزیشن لے کر پاس ہونے والے طلبہ کے لئے طلائی تمغوں اور انعامی سکالرشپس دینے کا دستور جاری فرمایا اور یہ دستور آج تک جاری ہے۔ خاکسار ان دنوں ناظر تعلیم تھا اور مجھے یاد ہے کہ جلسہ سالانہ کے سٹیج سے میں قریباً ہر سال طلائی تمغہ حاصل کرنے والے طلبہ کے نام پکار کر انہیں ان کے حضرت امام کے دست مبارک سے وصول کرنے کے لئے سٹیج پر آنے کی دعوت دیا کرتا تھا۔

حضرت امام ثالث فرمایا کرتے تھے کہ قرآن کریم کی تعلیم ہے کہ ہر ایک کو اس کا حق ادا کرو۔ اور حق کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اگر کسی بچہ کی مخفی فطرت اور استعداد میں آئن سٹائن جیسا سائنس دان بننے کی استعداد رکھی ہے تو وہ کتنے ہی غریب گھر کا بچہ کیوں نہ ہو اس بچہ کا حق ہے کہ اس کو حکومت وقت۔ آئن سٹائن جیسا بنا کر دکھائے اور اس کی تعلیم کے سارے اخراجات کا ذمہ اٹھائے اور اگر حکومت وقت اس بارہ میں اپنے فرائض کی ادائیگی میں پوری نہ اترے تو جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ ایسے بچوں کی زیادہ سے زیادہ امداد کرے اور انعامی وظائف جاری کر کے اس کے تمام اخراجات کو برداشت کرے اور ایسے بچہ کو آئن سٹائن جیسا بنائے۔

جماعت احمدیہ کی یہ روایت جو امام ثالث نے جاری کی۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اب بھی جاری و ساری ہے۔ امامتِ ثالثہ کے دوران ہونہار احمدی نوجوانوں کو جماعت کے خرچ پر اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان وغیرہ ممالک بیرون میں بھجوایا گیا اور اس وقت وہ اعلیٰ سائنسی عہدوں پر فائز ہیں۔ طلائی تمغے دینے کی روایت بھی قائم ہے

یہی تعلیمی روایت جماعت احمدیہ کے تمام آئمہ کرام نے جاری رکھی اور آج بھی جاری و ساری ہے۔ دینی تعلیم کے لئے نہ صرف مرکز میں ایک عظیم دینی درسگاہ جامعہ احمدیہ جاری ہے بلکہ دنیا میں آٹھ اور ممالک میں مثلاً انڈونیشیا اور مغربی افریقہ کے بعض ممالک میں جماعت احمدیہ نے ایسے جامعات احمدیہ۔ چھوٹے پیمانے پر جاری کئے ہیں۔

اب حضرت امام رابع کی تحریک وقف نو میں جماعت احمدیہ نے ہزاروں نونہال حضور کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے پیش کئے ہیں۔ حضور نے اپنے متعدد خطبات میں ان واقفینِ نو کی اعلیٰ معیار کی تعلیم و تربیت کے لئے جماعت کو ہدایات دی ہیں اور اس بارہ میں مختلف سکیمیں تیار کی جا رہی ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس تحریک کو حضور کی منشاء کے مطابق پوری پوری کامیابی سے ہمکنار کرے۔ تمام مشکلات کو اپنے فضل اور احسان سے آسان کر دے۔

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی یہ تعلیمی روایات اللہ نے چاہا تو روز بروز ترقی کرتی چلی جائیں گی۔

اے خدا! ہمیں وہ ایام اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی سعادت عطا فرما کہ اِن روایاتِ حسنہ کے ذریعہ ساری روئے زمین ایک بقعۂ نور بن جائے۔

مکرم پروفیسر حبیب اللہ خان صاحب

میرے اساتذہ کرام

میری ابتدائی تعلیم تو گھر پر ہی ہوئی ۔ قرآن کریم والدہ نے پڑھایا ۔ قریب کی ایک مسجد کے غیراز جماعت مولوی صاحب بھی گھر آکر پڑھاتے اس زمانہ میں ابھی فارسی کا اتنا اثر تھا کہ لکھنا پڑھنا سکھانے کیلئے اردو کی بجائے فارسی کتب گلستاں ، بوستاں اور گرامر کی کتاب "آمد نامہ" پڑھایا جاتا تھا ۔ ۱۹۱۷ء میں جب میری عمر دس برس کی ہو گئی تو والد محترم حضرت مولوی ذوالفقار علی خانصاحب گوہر جو حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ کے رفقاء میں سے تھے نے مزید تعلیم کیلئے مجھے ریاست رامپور سے قادیان بھجوا دیا تاکہ دینی تعلیم ساتھ کے ساتھ ہوتی رہے ۔ میرے چار بڑے بھائی مجھ سے پیشتر قادیان میں تعلیم پا رہے تھے اور ہائی سکول کے بورڈنگ ہاؤس میں رہتے تھے ۔ بورڈنگ ہاؤس میں قیام کے دوران جن اساتذہ یا نگرانوں نے مجھے متاثر کیا ان میں سے دو خاص طور پر قابل ذکر ہیں ۔

ان میں سے ایک محترم مولوی عبدالمغنی خان صاحب ہیں جنہیں بعد میں لمبے عرصہ تک ناظر مال کی حیثیت سے سلسلہ کی خدمت کرنے کا موقعہ ملا ۔ ایک مرتبہ سیدنا حضرت فضل عمر (اللہ تعالے ان سے راضی ہو) نے ان کی انتھک محنت اور کام سے لگن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کے شعبہ کی ذمہ داریوں نے ان کو قبل از وقت بوڑھا کر دیا ہے ۔ میری قادیان میں آمد کے وقت وہ بورڈنگ ہاؤس کے نگران تھے ۔ اور ان کی رہائش ان دو کوارٹروں میں سے ایک میں تھی جو گیٹ کے اوپر دوسری منزل میں بنے ہوئے تھے ۔ وہ (دارالاقامہ) بورڈنگ ہاؤس کے طلبہ کے ساتھ کھیل کے میدان میں بھی نگرانی کے لئے جاتے تھے ۔ کھیل کے میدان کے قریب ہی بیت النور کی مغربی جانب پانی کا ایک چھوٹا سا کنواں تھا جس سے رہٹ کے ذریعہ پودوں اور دارالاقامہ کو پانی مہیا کیا جاتا تھا ۔ بیلوں کو چلانے کے لئے جو جگہ بنی ہوتی ہے اس پر طلبہ کو بیٹھنے کی اجازت نہ تھی اور خلاف ورزی کرنے والوں کو سخت سزا ملتی تھی ۔ میں نیا نیا آیا تھا مجھے اس قاعدہ کا علم نہ تھا ۔ ساتھیوں نے شرارتاً مجھے مشورہ دیا کہ رہٹ کی سیٹ پر بیٹھ کر بیلوں کو چلاؤں میرے لئے یہ نیا تجربہ تھا میں نے اس مشورہ کو قبول کر لیا اور میں ممنوعہ جگہ پر جا بیٹھا ۔ اتنے میں مولوی عبدالمغنی خانصاحب دوسرے طلبہ کے ساتھ وہاں آن پہنچے ۔ مجھے سیٹ پر بیٹھا دیکھ کر رک گئے اور مجھے پاس آنے کی ہدایت کی ۔ بیل چلانے والا ڈنڈا میرے ہاتھ میں تھا ۔ اسی ڈنڈے سے چار سوٹیاں رسید کیں ۔ اگرچہ انہوں نے سوٹیاں زور سے نہیں ماریں تاہم میرے لئے سزا پانے کا یہ پہلا موقعہ تھا میں خوب رویا ۔ خیر بات آئی گئی ہو گئی اور طلبہ کھیل میں مصروف ہو گئے ۔ اسی اثناء میں شاید مولوی صاحب کو خیال آیا کہ بچہ نیا نیا آیا ہے اسے قواعد کا علم نہیں ہو گا اور ساتھیوں نے اکسا کر ممنوعہ جگہ پر بیٹھنے پر آمادہ کیا ہو گا ۔ اس خیال سے انہیں احساس ہوا کہ جو سزا اسے ملی وہ ذرا زیادتی ہو گئی ہے ۔ جب شام ہوئی تو مولوی صاحب نے مجھے اپنے کوارٹر میں بلوایا ، سزا کے لئے معذرت کی اور کہا کل صبح ناشتہ میرے ساتھ کرنا ۔ چنانچہ اگلے روز میں ان کے کوارٹر میں گیا تو بڑی شفقت کے ساتھ اچھا ناشتہ کھلایا ، نفیس کافی پلائی اور ہدایت کی کہ روزانہ صبح آکر میرے ساتھ کافی پیا کرو ۔ ان کی شفقت اور پیار نے سزا کی تکلیف کو بھلا دیا جس محبت کا سلوک انہوں نے مجھ سے کیا اس کا مزہ میں آج تک محسوس کرتا ہوں ۔

دارالاقامہ کے دوسرے استاد جو قابلِ ذکر ہیں وہ منشی محمد اسماعیل صاحب سیالکوٹی ہیں جو گیٹ پر بنے ہوئے کوارٹر میں رہائش پذیر تھے ۔ وہ بڑے مذہبی قسم کے آدمی تھے ۔ خاکی زین کی واسکٹ زیب تن کرتے تھے ۔ واسکٹ کی جیب میں علاوہ اور چیزوں کے ایک مسواک ضرور ہوتی تھی ۔ وہ اقامہ میں ہمارے ٹیوٹر تھے اور بڑی خوبیوں کے مالک تھے ۔ ہر صبح بچوں کو بیدار کرتے اور نماز کی تیاری کراتے اور نماز باجماعت کے لئے قطار میں بیت النور لے جاتے تھے ۔ نماز کے بعد وہ سب لڑکوں کو تلاوت کلام پاک کی تلقین کرتے ۔ پھر ایک چارپائی پر بیٹھ کر نماز کا ترجمہ اور دعائیں بلند آواز سے سناتے ۔ سب طلباء ان کے ساتھ مل کر دہراتے جاتے اور بار بار کہلوا کر زبانی یاد کرا دیتے ۔ مجھے جتنی قرآنی دعائیں اور دوسری ماثورہ دعائیں یاد ہیں وہ سب ان کی کاوش اور فیض کا نتیجہ ہیں ۔ اگر ان کا یاد کرنا میرے صوابدید پر چھوڑ دیا جاتا تو شائد میں بالکل کورا ہوتا ۔

جب میں غالباً چھٹی جماعت میں تھا اس وقت ماسٹر چراغ محمد صاحب کھاریا کے رہنے والے ہمیں انگریزی پڑھاتے تھے ۔ ایک دن وہ رخصت پر تھے اور ان کا پیریڈ خالی تھا ۔ اس خلاء کو پر کرنے کے لئے مولوی محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر خود تشریف لے آئے ۔ اس وقت ہم ایک کتاب رابنسن کروزو نامی پڑھتے تھے جس میں یہ ذکر تھا کہ کس طرح رابنسن اپنے ساتھیوں کے ساتھ بحری طوفان کی وجہ سے ایک جزیرے پر اترنے اور لمبے عرصہ تک قیام کرنے پر مجبور ہوا ۔ اس کے ساتھیوں میں سے ایک کا نام فرائیڈے تھا ۔ اس کی شکل جو کتاب میں دی گئی تھی بڑی دلچسپ تھی ، سر کے بال لمبے لمبے اور بکھرے ہوئے داڑھی بڑھی ہوئی ، سر پر لمبے بالوں والی بے ہنگم سی ایک ٹوپی ۔ جب مولوی محمد دین صاحب کلاس میں داخل ہوئے تو ان کی شکل دیکھ کر قریباً سب طلباء نے محسوس کیا کہ فرائیڈے ہمیں پڑھانے کے لئے آ گیا ہے انہوں نے جس انداز سے ہمیں پڑھایا اس میں ایک طرح کی ایکٹنگ کا عنصر بھی موجود تھا جو وہ پڑھاتے اسی کے مطابق ان کے چہرے کی کیفیت ہوتی ۔ ہم ان کی طرز تدریس سے بہت متاثر ہوئے ۔ میں نے سوچا کہ نویں دسویں میں جب ان سے پڑھیں گے تو بڑا مزہ آئے گا ۔ غرض پہلے روز ہی ان کی تدریس کا سکہ دل پر بیٹھ گیا اور ان کے لئے ہمارے دلوں میں بڑے احترام کا جذبہ پیدا ہوا ۔

جب میں ساتویں جماعت میں آیا تو ہمیں محترم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب (سابق مہر سنگھ) سے انگریزی پڑھنے کا موقعہ ملا ۔ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب لمبے عرصہ تک جزیرہ انڈمان (بحر ہند) میں تدریس کے فرائض سرانجام دے چکے تھے ۔ اس جزیرہ میں ملیریا اکثر وبائی صورت اختیار کر لیتا تھا ۔ ماسٹر صاحب بیان کرتے تھے کہ خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ ہر جمعہ کو ایک گولی کونین ۵ گرین والی باقاعدگی سے کھایا کروں چنانچہ وہ اس پر عامل رہے ۔ اور خدا نے ملیریا کی تکلیف سے انہیں محفوظ رکھا ۔ ماسٹر صاحب میں بعض خوبیاں

نمایاں تھیں ۔ ایک تو دھن کے پکے تھے اور ہر کام بڑی لگن اور توجہ سے کرتے تھے اور لومۃ لائم کی ذرا پرواہ نہ تھی۔

ان کو دعوت الی اللہ کا بے پناہ شوق تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ جمعرات کے دن سکول سے فارغ ہو کر ایک دو شاگردوں کو ساتھ لے اور کسی قریبی گاؤں میں بغیر اطلاع ہی پہنچ جاتے ۔ اور کسی احمدی کے گھر جا ٹھہرتے ۔ ان کی دعوت الی اللہ کا طریق یہ تھا کہ عشاء کی نماز کے بعد وہ مکان کی چھت پر چڑھ کر ایک میز منگواتے اور اس پر لالٹین جلا کر رکھ دیتے ۔ پھر ایک شاگرد کو کہتے کہ تلاوت شروع کرو ۔ تلاوت کی آواز سن کر ارد گرد کے سب گھروالے متوجہ ہو جاتے دوسرا شاگرد چند شعر سنا کر مزید لوگوں کی توجہ کھینچ لیتا ۔ پھر ماسٹر صاحب کسی موضوع پر تقریر کرتے ۔ اس طرح گاؤں کے سب لوگوں تک بات پہنچ جاتی ۔ پھر وہ جمعہ کی نماز پڑھا کر واپس قادیان تشریف لے آتے ۔ اس طرح دعوت الی اللہ بھی ہو جاتی اور شاگردوں کی بھی تلاوت کرنے اور اشعار پڑھنے سے جھجک نکل جاتی ۔ اور وہ سمجھ لیتے کہ تقریر کرنا اور دعوت الی اللہ ایسا مشکل کام نہیں ۔ صرف لگن اور دعا کی ضرورت ہے ۔

دوسری خوبی ان کی یہ تھی کہ وہ انگریزی پڑھانے کی طرف اپنی سمجھ کے مطابق بہت توجہ دیتے ۔ انہوں نے انگریزی بولنا سکھانے کے لئے ایک چھوٹی سی کتاب " ترجمہ آسان ہو گیا " نامی شائع کی اور اپنے شاگردوں کو تلقین کرتے کہ اس انگریزی رسالہ سے فائدہ اٹھائیں اور صحیح جملے استعمال کرنا سیکھیں نیز کلاس میں باہمی گفتگو انگریزی میں کیا کریں ۔ اس جانب ان کی لگن کا یہ عالم تھا کہ جب سکول سے گھر جاتے تو دروازہ کھٹکھٹا کر کہا کرتے " بشارت کی اماں اوپن دی ڈور " بشارت احمد ان کے لڑکے کا نام تھا ۔

ان کی تیسری خوبی یہ تھی کہ وہ مستجاب الدعوات تھے ۔ احمدی طالب علم تو ان سے دعا کی درخواست کرتے ہی تھے لیکن غیر از جماعت شاگرد بھی دعا کے لئے کہا کرتے تھے ۔ ایک دفعہ ایک سکھ طالب علم کی جو کسی گاؤں سے آتا تھا کچھ نقدی کپڑے میں لپٹی ہوئی کہیں راستہ میں گر گئی ۔ اس نے آکر ماسٹر صاحب سے کہا دعا کریں میری چیز مجھے مل جائے ۔ ماسٹر صاحب نے کہا میرے گھر جاؤ اور بھینس کو نہلا کر اسے چارہ ڈالو ۔ اس نے حکم کی تعمیل کی اور اجازت لے کر اپنے گاؤں چل دیا ۔ خدا کی شان اس کی نقدی ویسی ہی راستہ میں پڑی مل گئی اور وہ بہت خوش ہوا قبولیت دعا کے اس طرح کے کئی نشان ان کے شاگردوں نے مشاہدہ کیئے ۔

جب حضرت فضل عمر (اللہ تعالےٰ ان سے راضی رہے) ۱۹۲۴ء میں ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے لندن جانے لگے تو روانگی سے قبل آپ نے جو خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا اس میں آپ نے چھ سات آدمیوں کا خصوصیت سے ذکر کیا ۔ اور احباب کو تلقین کی کہ ان کا خاص خیال رکھیں اور بڑے احترام سے ان سے پیش آئیں نیز ان کی خوبیوں سے استفادہ بھی کریں ان اصحاب میں استاذی المکرم حضرت مولوی شیر علی صاحب کے علاوہ ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب کا بھی ذکر کیا اور فرمایا کہ یہ بہت سے دوسروں سے آگے نکل گئے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ ان سب کے درجات کو بلند کرے ۔

جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہے میرا خیال یہ تھا کہ نویں جماعت میں جا کر مولوی محمد دین صاحب ہیڈ ماسٹر سے انگریزی پڑھیں گے تو بڑا لطف آئے گا ۔ عجیب اتفاق ہے کہ جب ہم نویں میں گئے تو مولوی محمد دین صاحب کو بطور مربی امریکہ بھیجنے کا فیصلہ ہو گیا ۔ جب ہمیں اس کا علم ہوا تو ایک طرح کا افسوس ہوا کہ ہم ایک اچھے استاد سے پڑھنے سے محروم ہو گئے ۔ نہ معلوم اب کون ان کی بجائے پڑھائے گا اور وہ کیسا ہو گا ؟ ایک دو دن بعد معلوم ہوا کہ حضرت مولوی شیر علی صاحب ان کی جگہ دو سال ہمیں پڑھائیں گے ۔ حضرت مولوی صاحب اپنے تقویٰ کی وجہ سے بہت معروف تھے اور ہر شخص انہیں فرشتہ کہتا تھا ہم نے ان کی یہ تعریف سنی ہوئی تھی لیکن ذاتی تجربہ کچھ نہ تھا ۔ ابتداء میں جب وہ کلاس میں آئے تو جیسا کہ بہت سے طالب علموں کی عادت ہے ان کی میز کے اطراف بے ہنگم طریقے سے جمع ہو گئے ۔ اس اجتماع میں ادب کا وہ رنگ نہ تھا جو ہونا چاہیئے تھا ۔ لیکن رفتہ رفتہ طالبعلموں کو احساس ہو گیا کہ ہمیں تو ایک نعم البدل مل گیا ہے اور سب مولوی صاحب سے بہت احترام سے پیش آنے لگے ۔ دو سال انہوں نے ہمیں پڑھایا ۔ اس عرصہ میں صرف ایک مرتبہ ایک چھوٹی سی لکڑی انہوں نے ایک طالبعلم کو اس طرح لگائی کہ گویا اس نے بمشکل اس کے ہاتھ کو چھوا ۔ پھر مولوی صاحب استغفار میں کھو گئے اور کتنی دیر تک سر نیچا کئے اس میں مصروف رہے ۔ پھر بمشکل اس دن پڑھا سکے ۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ اپنی غلطی پر بہت دکھ محسوس کر رہے ہیں ۔ اس ایک مرتبہ کے بعد ہم نے کبھی چھڑی ان کے ہاتھ میں نہ دیکھی ۔

وہ بڑی محنت اور شفقت سے پڑھاتے تھے اور ہم بھی سبق میں مگن ہو جاتے تھے ۔ ان کو انگریزی گرامر کا خاص خیال رہتا تھا اس زمانہ میں نسفیلڈ NESFIELD گرامر بہترین سمجھی جاتی تھی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ ان کو ازبر یاد ہے ۔ صفحات کے نمبر تک یاد تھے کہ فلاں چیز فلاں صفحہ پر مذکور ہے ۔ بار بار دہرائی کے بعد اگر پھر بھی کوئی طالب علم غلطی کرتا یا کمپوزیشن میں گرامر کی غلطی ہوتی تو بلا کر پھر سمجھاتے ۔

کلاس میں جو ہوم ورک دیتے اس کی نوٹ بکیں مددگار کارکن کو بلا کر کہتے کہ اوپر کی منزل میں میرے کمرہ میں رکھ آؤ ۔ پھر ہر ایک نوٹ بک کا بغور مطالعہ کرتے اور سرخی سے غلطیاں درست کر دیتے ۔ اس کے بعد ایک ایک طالب علم کو اوپر بلاتے اور فرداً فرداً ہر ایک کو سمجھاتے کہ کیا غلطی ہوئی ہے ۔ ہر روز ان کا یہ معمول تھا کہ زائد وقت دے کر غلطیوں کی وضاحت کرتے ۔ ان کی میٹھی اور عاجزانہ گفتگو اور انتہائی شفقت کا یہ اثر تھا کہ ہر طالبعلم ان کا گرویدہ ہو گیا تھا ۔ مجھ پر خاص نظرِ عنایت تھی اور وہ مجھ سے پیار کا سلوک فرماتے تھے ۔

اپنے کام سے لگن کا یہ عالم تھا کہ دھوپ ہو ، آندھی ہو ، بارش ہو ۔ مولوی صاحب بر وقت مدرسہ پہنچتے اور کبھی کلاس ناغہ نہ کرتے ۔ بارش میں میں نے دیکھا ہے کہ سر پر کمبل ڈالا ہوا ہے شلوار کے پائنچے اوپر کئے ہوئے ہیں اور ٹخنوں تک پانی کھڑا ہے ۔ بارش ہے کہ مسلسل ہو رہی ہے ۔ ایسے میں بھی مولوی صاحب تشریف لے آتے ۔ باوجود اس کے کہ میرا گھر بورڈنگ ہاؤس کے بالکل سامنے تھا لیکن میرے والد محترم پسند کرتے تھے کہ میں بورڈنگ ہاؤس میں رہ کر پورے سکون سے تعلیم جاری رکھ سکوں ۔ ایک دن ایسا ہوا کہ حضرت مولوی صاحب بعد مغرب بورڈنگ ہاؤس تشریف لائے اور سیدھے میرے پاس پہنچے ۔ فرمانے لگے کوئی مشکل ہو تو پوچھ لو ۔ میں نے عرض کیا آپ نے کیوں اس قدر تکلیف کی ۔ جواب دیا میں تو آپ لوگوں کا خادم ہوں میرا فرض ہے کہ آپ کا ہر طرح خیال رکھوں میں یہ جواب سن کر شرم سے پانی پانی ہو گیا ۔ تھوڑی دیر بیٹھ کر پھر مولوی صاحب دوسرے طلباء کے پاس گئے اور ان کی تعلیم کے بارے میں دریافت کیا ۔ یہ واقعہ حضرت مولوی صاحب کی شفقت کا آئینہ دار ہے ۔

جب سالانہ امتحان میں ایک ماہ رہ گیا تو مولوی صاحب نے کلاس میں فرمایا کہ مجھے اللہ تعالےٰ نے کلاس کا نتیجہ دکھایا ہے جو خوشکن نہیں ۔ آپ لوگ بڑی محنت کریں ۔ ہم نے عرض کیا پھر آپ بہتر نتیجہ کے لئے دعا کریں ۔ ہفتہ عشرہ کے بعد فرمایا کہ مجھے پھر نتیجہ دکھایا گیا ہے ۔ پہلے سے بہتر ہے ۔ لیکن تسلی نہیں ۔ ہم نے مزید دعا کی درخواست کی تو آٹھ دس روز بعد فرمایا کہ مجھے تیسری مرتبہ نتیجہ دکھایا گیا اور اب پہلے سے بہت بہتر ہے ہم نے سادگی سے کہا اور دعا کریں ۔ فرمانے لگے اب دعا کرنا سوء ادبی ہے ۔ میرے بڑے بھائی ہادی علی خاں نے میرے بارے میں استفسار کیا کہ کیسا چل رہا ہے ۔ فرمایا خدا نے چاہا تو فرسٹ ڈویژن میں پاس ہو جائیگا ۔

اس زمانہ میں میٹرک کے امتحان کے لئے قادیان کے طلباء کو بٹالہ جا کر امتحان دینا پڑتا تھا ۔ امتحان

باقی صفحہ ۵۵ پر

مولانا دوست محمد شاہد ۔ مؤرخ احمدیت

قائداعظم محمّد علی جناح کا تصوّرِ پاکستان اور عدیم المثال اُولُوالعزمی

جیسا کہ ہارورڈ یونیورسٹی امریکہ کے مشہور پروفیسر مسٹر ولیم ایل لینگر نے انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم میں اعتراف کیا ہے پاکستان کا معرض وجود میں آنا ایک معجزہ ہے جو برصغیر پاک و ہند کے نامور مسلم لیڈر قائد اعظم محمد علی جناح کے ہاتھوں رونما ہوا۔

اس معجزہ پر تاریخ کا ایک طالبعلم جس درجہ غور کرے ورطۂ حیرت میں گم ہو جاتا ہے۔ اور اسے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس اعجازی واقعہ کے پیچھے یقیناً خدا کی مشیت اور اس کی نصرت اور تائید غیبی کارفرما تھی جس کی دو وجوہ بالکل نمایاں ہیں۔

اوّل قائداعظم وحدت امت کے علمبردار کی حیثیت سے میدان عمل میں اترے تھے اور آپ کا عمر بھر کا مشن یہ تھا کہ مسلمان قوم ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے اور ایک مستقل مملکت کے آزاد شہریوں اور باشندوں کی صورت میں اقوام عالم میں اپنا منفرد مقام حاصل کرے اور ایمان، اتحاد اور تنظیم کی بدولت عہد رفتہ کی شوکت کو پھر سے پالے اور مساوات، اخوت اور رواداری کی ...

...... شاندار قومی اور ملی روایات کو دوبارہ اس شان سے تازہ کر دکھلائے کہ پوری دنیا عش عش کر اٹھے۔ یہی وہ تصور پاکستان تھا جس کو نقشہ عالم پر جگہ دینے کے لئے قائد اعظم نے کمال بے نفسی، خلوص اور لگن کے ساتھ ایک طویل اور سرفروشانہ جدوجہد فرمائی جسے خدا نے اپنی جناب سے شرف قبولیت بخشا اور آپ اپنی زندگی میں ہی منزل مقصود تک پہنچنے میں کامیاب و کامران ہو گئے۔

دوم جہاد پاکستان کی راہ میں آپ کی سیاسی اور مذہبی حلقوں کی طرف سے زبردست مزاحمت کی گئی۔ مگر آپ آخر دم تک اپنے مؤقف پر ایک مستحکم چٹان کی طرح ڈٹے رہے اور صبر و استقامت اور پامردی کا ایسا شاندار نمونہ دکھایا کہ خدا کی رحمت جوش میں آ گئی اور وہ مظلوم قوم جو اپنوں اور بیگانوں کے حملوں سے نڈھال ہو چکی تھی سیاسی طور پر پھر سے زندہ ہو گئی اور اس کی رگوں میں پھر سے آزادی کا خون دوڑنے لگا۔

قائداعظم کی زبردست مردانگی اور قوت ارادی

قائداعظم کی زبردست شجاعت، مردانگی اور بے پناہ قوت ارادی اور غیر معمولی فراست و ذہانت کا واقعاتی اعتبار سے اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہوگا کہ انہوں نے عین الیکشن کے دنوں میں خود ہی اُس "بدنام فرقہ" سے ربط ضبط کا انکشاف ایک پریس ریلیز جاری کر کے فرما دیا جس کی طرف ذرا سی نسبت مذہبی حلقوں میں ہمیشہ طوفان بپا کرتی چلی آتی تھی۔ چنانچہ تحریک پاکستان کے ترجمان خصوصی اخبار ڈان نے ۸ اکتوبر ۱۹۴۵ء کی اشاعت میں حسب ذیل خبر شائع کی۔

جماعت احمدیہ مسلم لیگ کی حمایت کرے گی

امام جماعت احمدیہ قادیان کی ہدایت

کوئٹہ، ۷ اکتوبر، قائداعظم محمد علی جناح نے درج ذیل خط و کتابت پریس کو بھجوائی ہے

ناظر امور عامہ جماعت احمدیہ قادیان کا خط جناح (قائد اعظم) کے نام:

جناب عالی!

محمد سرور دانی ساکن مالگزار پردہ ضلع رائے پور کا حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں ایک خط اور (حضور کی طرف سے) اس کا جواب آں محترم کے ملاحظہ کے لئے ملفوف ہے۔

آپ کا مخلص

محمد سرور دانی کے متذکرہ بالا خط کا متن:-

"ہمیں ایک معاملہ میں حضور کی رہنمائی کی ضرورت ہے۔ اس قصبہ میں ہم چند ایک احمدی رہتے ہیں۔ موجودہ انتخابی مہم میں مسلم لیگ اور کانگرس دونوں نے ہم سے رابطہ قائم کیا ہے کہ ہم چندوں کے ذریعہ اور (دیگر ذرائع سے) ان کی پارٹی اور ان کے امیدواروں کی امداد و حمایت کریں۔

از راہ نوازش ہماری رہنمائی فرمائیں کہ ہمیں کس پارٹی کی حمایت کرنی چاہیئے"

امام جماعت احمدیہ کا جواب

آپ کو موجودہ انتخابات میں مسلم لیگ کی حمایت کرنی چاہئے۔ جس طرح بھی ممکن ہو مسلم لیگ سے تعاون کریں اور مسلم لیگ کی ہر ممکن مدد کریں۔ مسلمانوں کو موجودہ بحران میں ایک متحدہ محاذ کی شدید ضرورت ہے۔ اگر ان کے اختلافات موجود رہے تو صدیوں تک ان کے بُرے اثرات کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔

تصورِ پاکستان کا چارٹر

قائداعظم نے جس پاکستان کے لئے ایسی زبردست جدوجہد کی اُس کو وہ کس قسم کا ملک بنانا چاہتے تھے اس کا اظہار آپ نے ۱۱ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی کے صدر کی حیثیت سے کراچی میں ایک ولولہ انگیز خطاب میں فرمایا۔ جسے تصور پاکستان کا چارٹر کہا جائے تو قطعاً مبالغہ نہیں ہوگا۔ آپ نے اپنی شستہ اور برجستہ تقریر کے شروع میں متعدد اہم سیاسی نکات پر بلیغ روشنی ڈالی۔ بعد ازاں ارشاد فرمایا:-

آج تم آزاد ہو۔ اس مملکت پاکستان میں تم اپنے مندروں میں آزادانہ جا سکتے ہو اور مساجد اور دوسری عبادت گاہوں میں بھی جانے میں آزاد ہو۔ تمہارا مذہب، تمہاری ذات، تمہارا عقیدہ کچھ بھی ہو کاروبار مملکت سے اس کا کچھ تعلق نہیں ہے۔

تم جانتے ہو تاریخ شاہد ہے کہ کچھ مدت پیشتر انگلستان کے حالات آج کل کے ہندوستان کے حالات سے بدتر تھے، رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ ایک دوسرے کو آزار پہنچانے میں مصروف تھے۔ آج کل بعض ایسی مملکتیں موجود ہیں۔ جن میں ایک خاص طبقے کے خلاف امتیازات اور قیود عائد کی جا رہی ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ہم ایسے ایام میں اپنی مملکت کا آغاز نہیں کر رہے۔ ہمارا آغاز ایسے ایام میں ہو رہا ہے جب ایک قوم اور دوسری قوم، ایک ذات اور مسلک اور دوسری ذات اور مسلک کے درمیان کوئی فرق و امتیاز نہیں رہا۔ ہم اس بنیادی اصول کی بناء پر آغاز کار کر رہے ہیں کہ تمام شہری ایک مملکت کے مساوی شہری ہیں۔ انگلستان کے لوگوں کو بھی ایک زمانے میں صورت حالات کے حقائق کا سامنا کرنا پڑا تھا اور ان ذمہ داریوں اور گرانباریوں سے بھگتنا پڑا تھا جو ان کی حکومت نے اُن پر عائد کی تھیں اور وہ اس آگ میں سے قدم بقدم گزر چکے ہیں۔ آج تم بجا طور پر کہہ سکتے ہو کہ رومن کیتھولک اور پراٹسٹنٹ کا کوئی وجود باقی نہیں رہا۔ آج صرف یہ حقیقت موجود ہے کہ ہر شخص برطانیہ عظمیٰ کا شہری ہے۔ ہر شہری کی حیثیت مساوی ہے اور تمام شہری ایک قوم کے افراد ہیں۔ میرے نزدیک اب ہمیں اسی نصب العین کو پیش نظر رکھنا چاہیئے پھر تم دیکھو گے کہ کچھ زمانہ گزرنے کے بعد نہ ہندو ہندو رہیں گے نہ مسلمان مسلمان رہیں گے۔ مذہبی معنوں

میں نہیں کیونکہ وہ تو ہر فرد کا ذاتی عقیدہ ہے بلکہ سیاسی معنوں میں سب ایک مملکت کے شہری ہوں گے ۔

امریکی عوام کے نام نشری پیغام

قائد اعظم نے فروری ۱۹۴۸ء میں دنیا بھر کے ممالک کو اس تصور پاکستان سے متعارف کرانے کے لئے حسب ذیل نشری پیغام دیا:۔

" پاکستان آئین ساز اسمبلی نے ابھی پاکستان کا آئین مرتب کرنا ہے ۔ میں نہیں جانتا کہ اس آئین کی آخرکار شکل کیا ہوگی لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ جمہوری طرز کا آئین ہوگا جس میں اسلام کے بنیادی اصول متشکل ہوں گے ۔ یہ اصول آج بھی اسی طرح عملی زندگی میں قابلِ عمل ہیں ، جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے ۔ اسلام اور اس کی مثالیت نے ہمیں جمہوریت کا درس دیا ہے ۔ اس نے انسانی مساوات ، عدل اور ہر شخص سے منصفانہ برتاؤ سکھایا ہے ۔ ہم ان درخشاں روایات کے وارث ہیں اور پاکستان کا آئندہ آئین بنانے والوں کی حیثیت میں ہمیں اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کا پورا احساس ہے ۔ بہرحال پاکستان ایک ایسی مذہبی مملکت نہیں ہوگا ۔ جس میں مذہبی پیشوا مامور من اللہ کے طور پر حکومت کریں گے ۔ ہمارے ہاں بہت سے غیر مسلم ہیں ۔ ہندو ، عیسائی اور پارسی ۔ لیکن وہ سب پاکستانی ہیں ۔ وہ بھی تمام دوسرے شہریوں کی طرح یکساں حقوق اور مراعات سے بہرہ ور ہوں گے اور پاکستان کے معاملات میں کما حقہ' کردار ادا کریں گے "

THE MUSLIM COMMUNITY OF THE INDO_PAKISTAN SUB-CONTINENT. P 25
BY ISHTIAQ HUSSAIN QURESHI - 1962)

بحوالہ " ظہور پاکستان " مؤلفہ چوہدری محمد علی صاحب وزیر اعظم پاکستان ناشر مکتبہ کاروان کچہری روڈ لاہور طبع دوم ۱۹۷۲ء

بسترِ مرگ سے بیان

قائد اعظم نے اپنی وفات سے چند روز قبل اپنے معالج کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا :۔

" میں نے آج تک کبھی اپنی صحت کی پرواہ نہیں کی اور نہ آئندہ کے لئے خیال کرنے کو تیار ہوں ۔ موت اور زندگی سب خدا کی طرف سے ہے ۔ موت وقت معین سے پہلے نہیں آ سکتی ۔ یہ میرا ایمان ہے ۔ میں خداوندِ قدوس کی ذات کے سوا اس دنیا میں کسی طاقت سے نہیں ڈرتا ۔ موت کا خوف مجھ پر طاری نہیں ۔ جب موت کو آنا ہے اور ضرور آنا ہے تو پھر موت سے ڈرنے کی کوئی وجہ نہیں "

میں اپنا کام ختم کر چکا ۔ اب مجھے مرنے کا افسوس نہ ہوگا ۔ چند سال قبل یقیناً میری آرزو تھی کہ میں زندہ رہوں ۔ اس لئے نہیں کہ مجھے دنیا کی تمنا تھی یا میں موت سے خوف کھاتا تھا بلکہ اس لئے کہ قوم نے جو کام میرے سپرد کیا تھا اور قدرت نے جس خدمت کے لئے مجھے چُنا تھا ۔ میں اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں ۔ وہ کام پورا ہو گیا ہے ۔ میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں ۔ پاکستان بن گیا ہے ۔ اس کی بنیادیں مضبوط ہیں ۔ اب چند ماہ سے مجھے ایسے خیالات آتے رہتے ہیں کہ میں اپنا فرض ادا کر چکا ہوں ۔ قوم کو جس چیز کی ضرورت تھی وہ اسے مل گئی ۔ اب یہ قوم کا کام ہے کہ وہ اس کی تعمیر کرے ۔ اسے ناقابل تسخیر اور ترقی یافتہ ملک بنائے ۔ حکومت کا نظم ونسق دیانت داری اور محنت سے چلائے ۔ میں طویل سفر کے بعد تھک گیا ہوں ۔ آٹھ سال تک مجھے قوم کے اعتماد و تعاون کے بل پر دعیار اور مضبوط دشمنوں سے لڑنا پڑا ہے ۔ میں نے خدا کے بھروسہ پر ان تھک کوشش کی ہے اور اپنے جسم کے خون کا آخری قطرہ تک حصول پاکستان کے لئے صرف کر دیا ہے ۔ میں تھک گیا ہوں ۔ آرام چاہتا ہوں ۔ اب مجھے زندگی سے زیادہ دلچسپی نہیں "

" حالات کے مطابق قدرت کوئی نہ کوئی آدمی ضرور پیدا کر دیتی ہے ۔ گھبراؤ نہیں خدا کی ذات پر کامل بھروسہ رکھو اور اپنے ذاتی مفادات کو قومی اور ملکی مفادات پر ترجیح نہ دو ۔ خدا تمہیں مجھ سے بھی زیادہ کوئی لائق رہنما عطا کر دے گا "

" گو میں آپ کے درمیان موجود نہیں ہوں گا لیکن آپ دیکھیں گے کہ اگر مسلمانوں نے خلوص ، دیانت داری اور نظم ونسق سے کام لیا تو چند ہی سال میں پاکستان دُنیا کے عظیم ترین ملکوں میں شمار ہوگا ۔ اس کی ترقی اور طاقت دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈالے گی اور کرۂ ارض کی ہر قوم اس کی دوستی کی خواہاں ہوگی "

خالقِ کائنات کے حضور آخری التجا

(پُرنم آنکھوں سے اپنا مُنہ کمبل سے ڈھانپ کر بھرائی ہوئی آواز میں)

" اے خُدا ! تو نے ہی مسلمانوں کو یہ نعمت عطا کی ہے ۔ تو ہی اس کی حفاظت کرنے والا ہے ۔
میری قوم کمزور ہے اور ابھی ابتدائی مراحل میں ہے ۔ ابھی تو اس کی کجی بھی دور نہیں ہوئی ۔
تُو ہی اس کا حامی و ناصر ہو "
(" نقوش " آپ بیتی نمبر صفحہ ۱۴۱، ۱۴۳)

وصال

آہ ! الفت و عزیمت کا یہ آفتاب جو قریباً پون صدی تک چمکتا رہا ۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کو غروب ہو گیا ۔

مولانا غلام باری سیف صاحب

سیرت حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ

خدا کے پاک بندے صاحب کردار ہوتے ہیں۔ ان کی حسن سیرت عطیۂ خداوندی ہوتی ہے کہ اعلیٰ اور حسن اخلاق خدا کی دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے مولا اور آقا ہمیں خدا سے یہ دعا کرتے نظر آتے ہیں۔

"اے اللہ! حسن اخلاق کی طرف ہماری راہنمائی فرما کہ بجز تیرے اس کی طرف کوئی راہنمائی نہیں کر سکتا۔

اے اللہ! مجھے ہر قسم کی بداخلاقی سے بچا کہ بجز تیری ذات کے کوئی اس سے بچا نہیں سکتا۔ خدا کی راہنمائی کے بغیر بسا اوقات یہ معلوم کرنا بھی مشکل ہو جاتا ہے کہ ان میں سے احسن خلق کونسا ہے۔ اور خلق روحانیت کا رنگ اسوقت اختیار کرتا ہے جب خدا کی رضا کی خاطر یہ اختیار کیا جائے۔ اور میرا یہ ایمان ہے کہ خدا کے پاک بندے اگر مخلوق کی خدمت کرتے ہیں تو اس لئے کہ مخلوق ان کے خدا کی عیال ہے۔ وہ بنی نوع انسان کی ہمدردی اس لئے کرتے ہیں کہ یہ خدا کا حکم ہے۔

سیرت کے بے شمار پہلو ہیں لیکن آج میں حضرت کی سیرت کے صرف ان تین پہلوؤں پر میں کچھ عرض کروں گا۔

ہمدردی خلق

حضور اقدس فرماتے ہیں؛

"میں دو ہی مسئلے لے کر آیا ہوں خدا کی توحید اختیار کرو۔ آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔

آپ فرمایا کرتے تھے؛

ہمارے بڑے اصول دو ہی ہیں خدا کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔

آپ نے جماعت میں داخل ہونے کے لئے جو دس شرائط کا اعلان فرمایا ان میں سے ایک شرط یہ تھی۔

"عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہے گا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہنچا دے گا۔

اس کا عملی نمونہ آپ کی زندگی میں ہمیں یوں نظر آتا ہے۔ آپ کے ابتدائی رفقاء میں سے ایک رفیق حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ آپ نہایت خوش الحان۔ نکتہ رس اور گہری نظر رکھتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔

ایک روز آپ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ ارد گرد کے دیہات سے عورتیں بچوں کو لے کر دکھلانے آئیں۔ اندر سے چند خدمتگار عورتیں شربت شیرہ کے لئے برتن ہاتھوں میں تھامے آ نکلیں اور آپ کو دینی ضرورت کیلئے ایک اہم مضمون لکھنا تھا اور جلد لکھنا تھا۔ لیکن دیکھا کہ حضور کمربستہ اور مستعد کھڑے ہیں جیسے کوئی یورپین اپنی ڈیوٹی پر چست اور ہوشیار کھڑا ہوتا ہے پانچ چھ صندوق کھول رکھے ہیں اور چھوٹی چھوٹی بوتلوں اور شیشیوں میں کسی کو کچھ عرق۔ کسی کو دوائی دے رہے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب فرماتے ہیں قریباً تین گھنٹے تک یہی بازار لگا رہا اور ہسپتال جاری رہا۔ جب حضور اس سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا حضرت یہ بڑی زحمت کا کام ہے۔ اس طرح بہت سا آپ کا قیمتی وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ حضور نے نہایت طمانیت اور نشاطِ خاطر سے فرمایا۔

"مولوی صاحب یہ بھی تو ویسا ہی دینی کام ہے۔ یہ مسکین لوگ ہیں۔ یہاں کوئی ہسپتال نہیں۔ میں ان لوگوں کی خاطر ہر طرح کی انگریزی اور یونانی دوائیں منگوا کر رکھتا ہوں جو وقت پر کام آتی ہیں۔" فرمایا؛

"یہ بڑا ثواب کا کام ہے۔ ایمان والے کو ان کاموں میں سست اور بے پرواہ نہ ہونا چاہیئے۔"

طاعون کے ایام میں آپ گھڑے بھر کر ایسے محلول تیار کرواتے جو اس وباء میں مفید تھے۔ اور لوگ ہیں کہ بلا اختصاص اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ غیر بھی فائدہ اٹھاتے ہیں۔

ایک موقعہ پر ایک ہندو کو مشک کی ضرورت ہوئی کہ ان کے کسی مریض کی نبض ڈوب رہی تھی اور اس وقت اس کا فوری اور زود اثر علاج مشک یعنی کستوری تھا۔ تو وہ جانتے تھے کہ حضرت مرزا صاحب کے ہاں یہ علاج دستیاب ہوگا۔ وہ آیا اس نے عرض کی۔ اور آپ نے بجائے رتی۔ دو رتی۔ ماشہ۔ دو ماشہ کے تمام نافہ مشک لا کر اس کو دے دیا۔

جب قادیان میں مینار کی تعمیر شروع ہوئی تو غیروں نے حکام بالا کے پاس شکایت کی کہ اس سے ہمارے گھروں کی پردہ دری ہو گی۔ حکام کے بعض نمائندے قادیان آئے۔ انہوں نے آپ کو اور آریہ سماج والوں کو بلایا۔ اور آپ کی شکایت کا ذکر کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ یہ اعتراض درست نہیں بلکہ ان لوگوں نے محض ہماری مخالفت میں یہ درخواست دی ہے۔ اگر بالفرض بے پردگی ہے بھی تو وہ ہماری بھی ہے۔ پھر آپ نے لالہ بڈھا رام آریہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ آپ ان سے پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے۔

"کہ میرے لئے ان کو فائدہ پہنچانے کا کوئی موقع پیدا ہوا ہو اور میں نے ان کی امداد میں دریغ کیا ہو اور پھر ان سے یہ بھی پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ مجھے نقصان پہنچانے کا انہیں کوئی موقعہ ملا ہو اور یہ نقصان پہنچانے سے رُکے ہوں۔"

اس واقعہ کے عینی شاہد بیان کرتے ہیں کہ اس بات کا جواب دینا تو در کنار رہا۔ لالہ بڈھا مل کی کیفیت یہ تھی کہ شرم و ندامت سے سر جھک گیا۔ یہ تھی آپ کی ہمدردی بنی نوع انسان کی ایک مثال کہ دشمن بھی اس چیلنج پر خاموش ہو گئے کہ آپ نے کبھی کسی کی ہمدردی کا موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دیا۔

ابتلاؤں پر صبر و برداشت

اللہ اپنے پیاروں کو کبھی دکھوں، تکالیف، مصائب سے آزماتا ہے اور یہ ابتلاء اور آزمائشیں اس لئے آتی ہیں تا ان کو قرب خداوندی نصیب ہو تا ان کی روحانی بلندی اور رفعت کے سامان مہیا ہوں۔ تا خدا کا بندہ اپنے خدا سے اپنی وفاداری کا اظہار کرے۔

حضرت پر بھی یہ ابتلاء آئے۔ آپ پر جھوٹے مقدمات قائم کئے گئے۔ گالیوں سے بھرے بیرنگ خطوط آپ کو بھجوائے جاتے جو آپ پیسے دے کر چھڑواتے۔ آپ کے منہ پر آپ کو برا بھلا کہا جاتا۔ کرایہ کے آدمی منگوا کر آپ کو گالیاں دلوائی جاتیں لیکن آپ نے کبھی صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔

ایک بار ایک صاحب قادیان آئے۔ آپ سے گفتگو کرتے ہوئے جب وہ لاجواب ہو گئے اور چپ ہو گئے۔ آپ

نے پوچھا آپ اس مسئلہ کو سمجھ گئے۔ اس نے کہا ہاں مَیں سمجھ گیا آپ دجّال ہیں۔ کیونکہ یہ آتا ہے کہ دجّال لوگوں کو لاجواب کر دے گا۔ گفتگو کے بعد حضور اندرونِ خانہ تشریف لے گئے تو اس نے رقعہ لکھا کہ مَیں اجنبی ہوں، مسافر ہوں کرایہ ندارد میری کچھ مدد فرمائیں۔ آپ نے اسے معقول رقم بھجوا دی۔ اس نے جا کر یہ سارا واقعہ بتلایا کہ مرزا صاحب کے اخلاق یہ ہیں مَیں نے یہ کہا اور انہوں نے یہ سلوک کیا۔ اگر وہ یہ واقعہ ظاہر نہ کرتا تو کسی کو علم بھی نہ ہوتا کہ آپ نے اس سے یہ سلوک کیا۔

ایک بار آپ کے رشتہ داروں نے جو آپ کے مخالف تھے ایک آدمی بلوایا۔ وہ ساری رات آپ کے خلاف بولتا رہا، گالیاں بکتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کا گلا بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا اس کو کچھ شربت بھیج دو بیچارے کا گلا بیٹھ گیا۔ کسی نے عرض کی وہ تو حضور کو گالیاں دیتا رہا۔ فرمایا۔ بیچارے کو تکلیف ہوئی اس سے ہمدردی ہونی چاہیئے۔ آپ پر جب کپتان ڈگلس کی عدالت میں مارٹن کلارک نے قتل کا مقدمہ دائر کیا اور خدا نے حاکم پر پادریوں کا جھوٹ اور آپ کی صداقت آشکار کر دی تو ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے آپ کو بری فرمایا اور کہا۔

"کیا آپ چاہتے ہیں کہ ڈاکٹر کلارک پر مقدمہ چلائیں۔ اگر آپ مقدمہ چلانا چاہیں تو آپ کو اس کا قانونی حق ہے"۔ لیکن آپ نے بلا توقف فرمایا۔

"میں کوئی نالش کرنا نہیں چاہتا۔ میرا مقدمہ آسمان پر ہے"

آپ کا پیارا بچہ مبارک احمد بچپن میں فوت ہو گیا۔ یہ بچہ بہت خوبصورت، ذہین اور حضور کو پیارا تھا۔ لیکن جب وہ اللہ کو پیارا ہو گیا تو آپ نے بھی فرمایا۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

اور بچے کی وفات کے بعد بستہ کھول کر احباب کو تسلی کے خطوط لکھنے لگ گئے۔

آپ اپنی کتب میں فرماتے ہیں۔ انزالِ رحمت کا ایک طریق یہ ہے کہ جب اس کے بندے آزمائش میں پورے اترتے ہیں۔ وہ صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہیں تو اللہ کی رحمت ان پر نازل ہوتی ہے۔ خدا کے بندے امتحان اور آزمائش کے کڑے وقتوں میں صبر و تحمل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ اور جب وہ اس امتحان میں ثابت قدم رہتے ہیں تو خدا کی یہ لوری پیاری لوری انہیں سنائی دیتی ہے۔ بعض دفعہ ساری ساری رات۔ "میں تیرے ساتھ ہوں میں تیرے ساتھ ہوں"

اہل و عیال سے حسنِ سلوک

تیسرا پہلو گھر والوں سے حسنِ معاشرت کا ہے۔ اس کا اندازہ آپ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی اس تحریر سے کیجئے۔ آپ فرماتے ہیں :۔

" اس بات کو اندرونِ خانہ کی خدمتگار عورتیں جو عوام الناس سے ہیں اور فطری سادگی اور انسانی جامہ کے سوا کوئی تکلف اور تصنع نہیں زیرکی اور استنباطی قوت نہیں رکھتیں۔ بہت عمدہ طرح سے محسوس کرتی ہیں۔ وہ تعجب سے دیکھتی ہیں۔ اور زمانہ اور اپنے گرد و پیش کے عام عرف اور برتاؤ کے برخلاف دیکھ کر بڑے تعجب سے کہتی ہیں اور مَیں نے بارہا انہیں خود حیرت سے یہ کہتے ہوئے سنا ہے " مرجا بیوی دی گل بڑی منداہے۔ " ایک دن خود حضور فرماتے تھے کہ فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورت کی برداشت کرنی چاہئیں اور فرمایا ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکریہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں"۔

گھر والوں سے حسنِ معاشرت اور عورتوں سے حسنِ سلوک کے اس واقعہ کا راقم الحروف پر بہت گہرا اثر ہے کہ بعض دفعہ بتقاضائے بشریت گھر والوں پر کبھی کبیدہ خاطر بھی انسان ہو جاتا ہے۔ حضرت ایسے ہی ایک واقعہ کو بیان فرماتے ہیں اور آپ نے یہ واقعہ اپنے ایک طویل ملفوظات میں فرمایا جس میں آپ نے عورتوں سے حسنِ سلوک کی جماعت کو تاکید کی آپ فرماتے ہیں۔

"ایک دفعہ مَیں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور مَیں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔ اس کے بعد مَیں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع و خضوع سے نفل پڑھے اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیتِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔"

اس عبارت کا ایک ایک لفظ بار بار پڑھیئے اور قیاس کیجئے۔ کہ دلآزار کلمہ بھی نہیں کہا۔ درست بھی نہ تھا پھر بھی استغفار کیا نفل پڑھے۔ صدقہ دیا کہ یہ بھی کسی مخفی معصیت کا ہی نتیجہ نہ ہو۔ یہ تھے آپ کے اخلاق اور سیرت اور بچوں سے آپ کا سلوک یہ تھا کہ کبھی کسی بچے کو آپ کا مارنا ثابت نہیں۔ صرف ایک موقعہ پر مبارک احمد کو ایک تھپڑ مارا جب آپ کو یہ خدشہ ہوا کہ مبارک احمد ماں سے ضد کرتا ہوا کوئی چیز مانگ رہا ہے اور والدہ مبارک احمد قرآن کی تلاوت کر رہی تھیں۔ مبارک احمد کے عمل سے یہ خدشہ پیدا ہوا کہ مبادا قرآن رِحل سے گر نہ جائے۔

آپ اہم مضمون لکھ رہے ہیں بچے شور و غل کر رہے ہیں آپ منع نہیں فرماتے ڈانٹ نہیں پلاتے ایک بچہ آتا ہے۔ آپ کمرہ بند کر کے مضمون نویسی میں مصروف ہیں۔ وہ کہتا ہے " ابا بوا کھول" ابا دروازہ کھولئے۔ آپ اٹھ کر دروازہ کھول دیتے ہیں۔ یہ عمل بار بار ہوتا ہے۔ ایک بچہ ایک بار مسودہ کے اوراق کو آگ لگا دیتا ہے۔ آپ قطعاً اس کو ڈانٹتے نہیں۔ ناراض نہیں ہوتے بلکہ یہ فرماتے ہیں۔ اللہ اس سے بہتر مضمون سمجھا دے گا۔ مَیں نے کئی بار اپنے پر اس واقعہ کو اطلاق کیا ہے۔ ہمارا مسودہ اگر گم ہو جائے۔ نہ ملے۔ تو کتنی کوفت ہوتی ہے اور اگر یہ علم ہو جائے کسی بچے نے اسے جلا دیا ہے۔ تقریر کے اشارے تھے تو کیا جذبات ہوتے ہیں۔

سیرت کا یہ بیان اس لئے ہوتا ہے تاہم اس آئینہ میں اپنے خدوخال سنواریں ان کو اپنا چلن بنائیں کہ صاحبِ سیرت آپ تبھی بن سکتے ہیں جب صاحبِ سیرت کی سیرت کو مشعل راہ بنائیں۔

قرص افسنتین
وہم، نفخ، تبخیر معدہ کا حتمی علاج
حب بواسیر
خونی و بادی بواسیر کے لئے
اکسیر معدہ
پیٹ درد، بدہضمی نفخ کے لئے مفید دوا
حب شوگر
شوگر اور سوء القینہ کو دور کرتی ہے
سفوف کبد نوشادری
معدہ و جگر کیلئے مفید کاسر ریاح بھوک لگاتی ہے
خدمت میں پیش پیش
جدید دواخانہ خدمت خلق
گولبازار ربوہ پوسٹ بکس ۵۸
فون ۶۵۹
سرمہ طفیل
عرق نور
کورس ۳ شیشی
معدہ کیلئے مفید
قیمت -/۱۲
قیمت -/۲۰
مرض مریض کی نبض دیکھ کر بنائی جاتی ہے۔
حکیم محمد طفیل c/o کوٹھہ کلاتھ ربوہ فون ۷۰۴
باجوہ
ڈیکوریشن اینڈ جنرل سٹور
باجوہ مارکیٹ گول بازار ربوہ
ڈے اینڈ نائٹ کار سروس
رہائش : 777
دوکان : 568
نت نئی ورائٹی کا مرکز
آصف کلاتھ ہاؤس
صدر بازار اوکاڑہ
چوہدری ہوزری سٹورز
جھنگ بازار چوک گھنٹہ گھر فیصل آباد
سامان ہوزری سرما کے ملبوسات
• سویٹر • جرسی • جراب • بچگانہ ورائٹی
موسم گرما کیلئے • بنیان • تولیہ • بچگانہ سوٹ کیلئے خدمت کا موقع دیں
پروپرائٹر: منور احمد ساہی
فوٹوسٹیٹ اور رنگین فلموں کی ڈیویلپنگ اور پرنٹنگ
ریئو کلر سنٹر
۱۔ دیال سنگھ مینشن
شاہراہ قائداعظم۔ لاہور
پروپرائٹر: ناصر محمود خان
سال نو مبارک ہو
خدائے بزرگ و برتر کے نام سے حمد و عزم کے ساتھ ہم نئے سال کا آغاز کرتے ہیں۔ سال نو مبارک ہو۔ ہماری دعائیں اور نیک تمنائیں آپ کے ساتھ ہیں
شادی کے موقعہ پر
• معیاری اور خوبصورت زیورات
• طلائی اور نقرئی سیٹ
• مختلف ڈیزائنوں میں
آپکے انتخاب کے عین مطابق ہوں
★ نیز جماعت کی خصوصی انگوٹھیاں بھی دستیاب ہیں
خصوصی پیشکش : سونے کا سیٹ خریدنے پر جماعت کی خصوصی انگوٹھی بطور تحفہ پیش کی جاتی ہے۔
خدمت کیلئے وقف
الحمد جیولرز
اقصیٰ روڈ ربوہ
فینسی اشیاء کا مرکز
ہر روز نئی ورائٹی
ڈیکوریشن پیس
پلاسٹک ورائٹی
ڈنر سیٹ
واٹر کولر
ٹی سیٹ
ہاٹ پاٹ
فینسی کراکری ہاؤس
کپ پرچ
تھرماس
ٹرے سیٹ
اقصیٰ روڈ ربوہ
شادی بیاہ کیلئے کراکری کا سامان بارعایت خرید فرمائیں
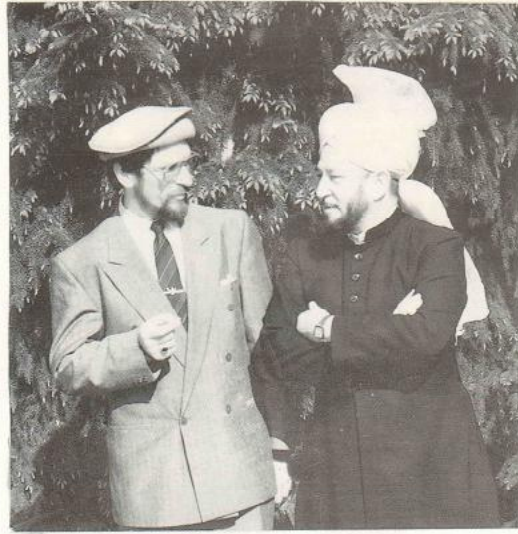
حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
امیر جماعتہائے احمدیہ جرمنی مکرم عبداللہ واگس ہاؤزر سے
مصروف گفتگو ہیں

نائیجیریا کے دارالحکومت لیگوس میں صدر مملکت کی رہائش گاہ (گورنمنٹ ہاؤس) میں اُردن کے شاہ
حُسین سے اوبا آف لیگوس ایڈ نیجی اڈیلے اور (مربی انچارج مغربی افریقہ مولانا نسیم سیفی) ملاقات کر رہے ہیں
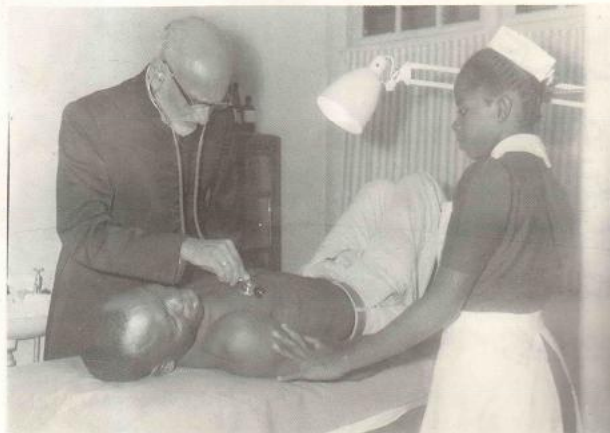
برّاعظم افریقہ میں جماعت احمدیہ کی خدمت خلق

مکرم ڈاکٹر کرنل (ریٹائرڈ) محمد یُوسف شاہ صاحب انچارج
احمدیہ ڈسپنسری اپاپا۔ لیگوس، ایک مریض کا معائنہ فرما رہے ہیں

ہارٹلے پول برطانیہ کی احمدی جماعت کے
اراکین ایک احمدیہ وفد کے ساتھ۔ یہ جماعت
انگریز نو احمدی احباب پر مشتمل ہے۔

عرب احمدی احباب جو جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۰ء میں شرکت کیلئے تشریف لائے

یہ آکسفورڈ ہے

جہاں سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ
(الثالث) (اللہ آپ پر رحمتیں نازل کرتا ہے)
نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ احمدی احباب کا
ایک گروپ فوٹو جو اس تعلیمی درسگاہ کو
دیکھنے گئے

جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۰ء میں شامل ہونے والے عربوں کے وفد کا ایک منظر

جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۰ء کے بعض شرکاء، دائیں سے تیسرے نوبل انعام یافتہ احمدی
سائنسدان محترم پروفیسر ڈاکٹر عبدالسّلام صاحب، چوتھے ایک میئر صاحب تشریف فرما ہیں۔

جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۰ء کے شرکاء کا ایک منظر

ایک صحافی اور ایک مصنّف

سیّدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہُ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی سیرۃ و سوانح پر مشتمل کتاب "اے مین آف گاڈ" کے مصنّف مسٹر آئن ایڈمسن (بائیں طرف)

جلسہ سالانہ برطانیہ ۱۹۹۰ء کے قادیان سے آنے والے شرکاء ایک پُر فضا مقام پر ایڈیٹر الفضل کے ساتھ۔

عملہ ادارہ الفضل

(دائیں سے بائیں) کرسیوں پر : منصور احمد مبشر، آغا سیف اللہ مینجر و پبلشر، نسیم سیفی ایڈیٹر، یُوسف سہیل شوق اسسٹنٹ ایڈیٹر، سیّد ظہور احمد شاہ ___ (کھڑے ہوئے) پہلی قطار : منیر احمد، شفیق احمد، صوبیدار عبد الرشید، گلزار احمد طاہر ہاشمی، محمد شریف اختر، غلام رسول ___ (کھڑے ہوئے) آخری قطار : چوہدری محمد اعظم لنگاہ، سیّد مبشر حسین شاہ، غلام مصطفےٰ تبسّم نذیر احمد، منور احمد، سیّد تجمّل حسین بخاری، محمود احمد صدّیقی، منور احمد فضل (ہیڈ کاتب)

ہمارا جلسہ سالانہ

مکرم عبدالباسط شاہد

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے جلسہ سالانہ کی بنیاد کم و بیش ایک سو سال قبل رکھی۔ اس جلسہ کے لئے اپنی ایک ابتدائی تحریر میں حضور نے فرمایا:

"اس جلسہ میں ایسے حقائق و معارف سنانے کا شغل رہے گا جو ایمان اور معرفت کو ترقی دینے کے لئے ضروری ہیں .... تمام بھائیوں کو روحانی طور پر ایک کرنے اور ان کی خشکی اور اجنبیت اور نفاق کو درمیان سے اٹھا دینے کے لئے بدرگاہ حضرت عزت جل شانہٗ کوشش کی جائے گی ...... اس روحانی جلسہ میں اور بھی کئی روحانی فوائد اور منافع ہوں گے" اشتہار ۳۰ دسمبر ۱۸۹۱ء

ہم میں سے ہر وہ خوش قسمت احمدی جسے جلسہ سالانہ قادیان یا کسی بھی اور جماعتی جلسہ سالانہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہوئی وہ اس بات کا گواہ ہے کہ جلسہ سالانہ کی وہ برکات و اغراض جو حضور نے بیان فرمائی ہیں کس شان و عظمت سے برابر حاصل ہو رہی ہیں۔ حضرت فضل عمر نے ابتدائی جلسوں کی یاد تازہ کرتے ہوئے قادیان کے ایک جلسہ سالانہ کے افتتاح کے موقعہ پر فرمایا:

"پہلے قادیان میں چند سو آدمی تھے۔ جماعت محدود تھی۔ لیکن اب تو جماعت پہلے سے کئی گنا بڑھ گئی ہے۔ حضرت (مولانا نورالدین) کے آخری جلسہ سالانہ کے موقع پر ۱۸۰۰ آدمی شریک ہوئے تھے (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) کے آخری جلسہ سالانہ میں ۷۰۰ آدمی شامل تھے اور اب تیس چالیس ہزار آدمی ہمارے جلسہ سالانہ میں شامل ہوتے ہیں ...... آخری جلسہ سالانہ میں جب آپ (حضرت بانی سلسلہ احمدیہ) سیر کے لئے نکلے تو لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ لوگوں کے پیر لگنے کی وجہ سے کبھی آپ کی چھڑی گر جاتی اور کبھی آپ کی جوتی اتر جاتی۔ آپ ریتی چھلہ تک تشریف لے گئے اور آپ نے فرمایا "معلوم ہوتا ہے کہ اب ہمارا کام ختم ہو گیا ......"

تیس چالیس ہزار کا جو اندازہ حضور نے بیان فرمایا ہے یہ تقسیم ملک سے قبل قادیان کے جلسوں کا تھا تقسیم ملک کے بعد ایک علامتی جلسہ سالانہ لاہور میں ہوا۔ اس کے بعد جلسہ سالانہ کا انعقاد ربوہ میں ہونے لگا اور خدا تعالیٰ کے فضل سے حاضری اور برکات کے لحاظ سے یہ جلسے جماعتی ترقی کا سنگ میل بن گئے۔ آخری جلسہ جو ربوہ میں ہوا۔ اس میں اڑھائی لاکھ سے زیادہ حاضری تھی۔ سامعین جلسہ میں پاکستانی احمدیوں کے علاوہ ہندوستان کے احمدی بھی پاسپورٹ اور ویزا کے حصول کے بعد شامل ہوئے اسی طرح ہمارے جلسوں میں امریکہ۔ یورپ اور افریقہ کے متعدد ممالک کے احمدی نمائندگان بھی شرکت کے لئے آنے لگے۔

ہمارے ابتدائی جلسے بیت اقصیٰ قادیان میں ہوتے رہے۔ مگر حاضرین کی تعداد کی زیادتی کی وجہ سے یہ جگہ ناکافی ہو گئی تو بیت نور کے وسیع صحن میں جلسے منعقد ہونے لگے مگر چند ہی سالوں میں یہ وسعت بھی کم نظر آنے لگی اور ہائی سکول کی وسیع و عریض گراؤنڈ میں جلسہ گاہ تعمیر ہونے لگی۔ جلسہ گاہ کے چاروں اطراف میں شہتیریوں سے اس طرح گیلریاں بنا دی جاتی تھیں کہ ہزاروں افراد اس عارضی سٹیڈیم میں سما جاتے۔

ایک جلسہ سالانہ کے موقع پر حضرت فضل عمر جلسہ سالانہ کے افتتاح کے لئے تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ جلسہ گاہ تنگ پڑ رہی ہے اور اس وجہ سے حاضرین جلسہ کو مشکل پیش آ رہی ہے تو آپ نے فرمایا کہ مہمانوں کو جگہ کی تنگی کی وجہ سے دقت پیش آ رہی ہے۔ اگر اس مشکل کو کل تک دور نہ کر دیا گیا تو میں جلسہ میں شریک نہیں ہوں گا۔ عشاقِ امام کے لئے یہ ایک بہت بڑا چیلنج تھا۔ جلسہ ختم ہونے کے بعد شدید سردی کے موسم میں راتوں رات جلسہ گاہ کی گیلریاں گرا کر دور دور سے سامان عمارت سروں اور کندھوں پر ڈھو کر دن چڑھنے تک پہلے سے وسیع جلسہ گاہ تیار تھی۔ اس تیاری میں معاونین جلسہ جو دن بھر اپنی ڈیوٹیاں دیتے رہے تھے کے علاوہ قادیان کے بعض مخلص دکاندار اور معمر و بیمار حضرات بھی وفور شوق و جذبہ سے شامل ہوئے۔ حضور نے اگلے روز اس جذبہ فدائیت کو سراہتے ہوئے ایسے تمام کارکنوں کو سند خوشنودی و تمغہ دینے کا اعلان فرمایا جنہیں اس غیر معمولی وقار عمل، میں شرکت کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ راقم الحروف نے یہ واقع سلسلہ کے اخبارات میں پڑھنے کے علاوہ اپنے والد مکرم عبدالرحیم دیانت درویش سے بھی متعدد دفعہ سنا۔ انہیں بھی اس کار خیر میں شامل ہونے کی وجہ سے سند خوشنودی و تمغہ کا مستحق سمجھا گیا تھا۔

جلسہ گاہ کی تیاری کے سلسلہ میں ہی ایک اور واقعہ بھی یاد آیا (جو ربوہ میں بہت عرصہ بعد پیش آیا) حضور جلسہ گاہ میں افتتاح جلسہ کے لئے تشریف لائے تو دیکھا کہ منتظمین نے غالباً حفاظتی نقطہ نظر سے سٹیج اور باقی جلسہ گاہ کے درمیان بہت زیادہ فاصلہ کر دیا تھا۔ حضور نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ کسی حد حفاظت کا خیال رکھنا تو ضروری ہے مگر اس انتظام کی وجہ سے جماعت اور میرے درمیان اتنا فاصلہ کر دیا گیا ہے کہ میں انہیں اچھی طرح دیکھ نہیں سکتا اور وہ بھی مجھے دیکھ نہ سکتے ہوں گے اور فرمایا کہ میں کل کے جلسہ میں اسی صورت میں شامل ہوں گا کہ اس نقص کو دور کر دیا گیا ہو۔ حضور کے جماعت سے پیار و محبت کے اس اظہار سے تمام حاضرین بے خود و وارفتہ ہو گئے۔ جماعتی اخبارات کے علاوہ دوسرے اخباروں میں بھی اس واقعہ کا ذکر آیا۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ مشہور صحافی 'م۔ ش' نے اس واقعہ کی رپورٹنگ کرتے ہوئے لکھا تھا کہ مرزا صاحب کے مرید تو اس اعلان پر جھوم جھوم گئے مگر میرے جیسے لوگوں پر بھی اس کا بہت اثر ہوا۔

تقسیم ملک کے بعد ربوہ میں ہمارے جلسے نصرت ہائی سکول کے احاطہ میں ہوتے رہے مگر جلد ہی وہ جگہ ناکافی ہو گئی اور زنانہ جلسہ تو وہاں پر ہی ہوتا رہا مگر مردانہ جلسہ گاہ بیت اقصیٰ کے وسیع و عریض میدان میں منتقل ہو گئی۔ مگر یہ انتظام بھی ناکافی ثابت ہو رہا تھا اور جلسہ گاہ کے لئے اس سے بہت زیادہ وسیع اور اچھے انتظامات زیر غور تھے کہ خدائی معلومات و حکمت کے مطابق جلسوں کے اس سلسلہ میں تعطل پیدا ہو گیا۔

جلسہ کے انتظامات کے سلسلہ میں یہ امر بھی بہت دلچسپ ہے کہ شروع شروع میں تو اس غرض کے لئے کسی الگ انتظام کی ضرورت نہ سمجھی گئی مگر آہستہ آہستہ انتظامات میں وسعت و تنوع کی وجہ سے باقاعدہ منتظم جلسہ کا تقرر ہونے لگا جو جلسہ سے متعلق تمام امور کی نگرانی و سرانجام دہی کا ذمہ دار ہوتا تھا۔ بعد میں اس انتظام میں اور وسعت ہوئی اور افسر جلسہ گاہ اور افسر جلسہ سالانہ کے نام سے دو الگ الگ منتظم مقرر ہونے لگے اور اس طرح انتظامات میں بہتری اور سہولت پیدا ہو گئی۔ ابتدا میں جلسہ سالانہ کا کوئی الگ دفتر نہیں تھا۔ پھر عارضی دفتر بننے لگے جو جلسہ سے چند دن قبل شروع ہو کر جلسہ کے چند دن بعد ختم ہو جاتے تھے مگر جیسے جیسے جلسہ

کی حاضری میں اضافہ ہوتا گیا۔ جلسہ سالانہ کے انتظامات کو بھی وسعت ملتی چلی گئی۔ چنانچہ جلسہ سالانہ کا مستقل الگ دفتر اور سٹاف مقرر ہوا جو سارا سال جلسہ کی ضروریات مثلاً گندم کی بروقت خریداری۔ بروقت آٹا پسوائی۔ بروقت دوسری اجناس کی خریداری۔ دیگوں وغیرہ کی دیکھ بھال۔ نانبائیوں وغیرہ کا انتظام اور دوسرے بے شمار چھوٹے بڑے کاموں کی نگرانی کرتا ہے۔ کچھ سالوں سے ربوہ میں روٹیوں کی تیاری میں مشینیں بھی استعمال ہو رہی تھیں۔ جن سے کام میں کافی سہولت ہوگئی تھی۔ یاد رہے کہ ان مشینوں کی تیاری کا سارا کام مخلص احمدی انجنیئروں کے ذریعہ انجام پایا۔ افسر جلسہ سالانہ اور افسر جلسہ گاہ کی مدد کے لئے ہزاروں معاونین رضاکارانہ طور پر اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ ان رضاکاروں میں اپنے اپنے فن کے ماہرین ڈاکٹروں انجنیئروں کے علاوہ وہ کم عمر طالب علم بھی شامل ہوتے ہیں جو شوق خدمت اور جذبہ مہمان نوازی سے سرشار شدید سردی کی راتوں میں اپنے مفوضہ فرائض کی ادائیگی میں مصروف عمل رہتے ہیں۔ ان معاونین کی اس غیر معمولی قربانی و اخلاص سے ہی یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ جلسہ میں شریک ہونے والے لاکھوں مہمان اپنی اقامت گاہوں میں بڑے آرام اور سکون کے ساتھ کھانا کھاتے اور جلسہ میں بروقت حاضر ہو سکتے ہیں۔ اتنی بڑی تعداد کو اس طرح نظم وضبط اور وقار کے ساتھ کھانا کھلانے کی یہ منفرد اور انوکھی مثال ہے جلسہ سالانہ ہمیشہ ہی دسمبر کے آخری ہفتہ میں ۲۸، ۲۷، ۲۶ دسمبر کو ہوتا رہا اور یہی وہ تاریخیں ہیں جو حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اس جلسہ کے لئے مقرر فرمائی تھیں۔ بعض استثنائی صورتوں میں مثلاً رمضان کی وجہ سے کبھی کبھی ان تاریخوں میں تبدیلی بھی کی گئی مگر التزاماً مقررہ تاریخوں پر ہی جلسہ ہوتا رہا۔ علماء سلسلہ کی بہت محنت و دعاؤں سے تیار کی گئی۔ علمی و تربیتی تقاریر کے علاوہ بنیادی اہمیت کی تقاریر آئمہ جماعت کی ہوتی تھیں۔ حضرت فضل عمر کی شہرہ آفاق تقاریر حقیقت الرویا۔ تقدیر الٰہی۔ ملائکۃ اللہ۔ ہستی باری تعالیٰ۔ سیر روحانی۔ اقتصادی نظام۔ نظام نو۔ تعلق باللہ اور اس قسم کی نہایت بلند پایہ علمی تقاریر جلسہ سالانہ کی برکات میں سے ہی ہیں۔ قادیان کے زمانہ میں جبکہ بجلی کا مناسب انتظام نہیں تھا۔ عشاق کو موم بتی کی

روشنی میں حضور کی تقریروں کے نوٹ لیتے ہوئے دیکھا جاتا تھا۔ یہ ایمان افروز نظارہ بھی ابھی تک خوب یاد ہے کہ سردیوں کی بارش کے دوران بھی کھلے میدان میں حاضرین پوری توجہ دلجمعی اور شوق سے جلسہ کی کارروائی سن رہے ہیں جیسا کہ

اوپر بیان کیا گیا ہے ان تقاریر میں بعض بنیادی اور مشکل مسائل بیان کئے جاتے تھے۔ مگر حضور کی تقاریر کا یہ بھی ایک عجیب حسن تھا کہ آپ مشکل سے مشکل مضمون کو نہایت سادہ دلنشیں انداز میں بیان فرماتے اور سامعین جن کی کثرت ان پڑھ دیہاتی افراد پر مشتمل ہوتی ان مضامین کو برابر سمجھتے اور ان سے علمی و روحانی فوائد حاصل کرتے۔

اس مضمون میں جلسہ سالانہ کی برکات و فوائد کا احاطہ کرنا تو کسی طرح بھی ممکن نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تربیتی و علمی۔ اقتصادی و معاشرتی بے شمار فوائد اس جلسہ سے وابستہ ہو چکے ہیں۔

حضرت فضل عمر جلسہ سالانہ کا ذکر کرتے ہوتے فرماتے ہیں:

حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) نے جلسہ سالانہ کی اہمیت پر بہت زور دیا ہے آپ نے ایک موقعہ پر ایک بڑی دردناک بات کہی۔ فرمایا کہ دوست جلسہ پر ضرور آئیں پتہ نہیں انہیں اگلے سال کے بعد مجھے دیکھنا نصیب ہو یا نہیں وہ یہاں آئیں گے تو کم از کم مجھے دیکھ تو لیں گے۔ ۱۸۹۲ء پہلا جلسہ سالانہ ہوا تھا اور اب ۱۹۵۶ء آگیا ہے گویا ۶۴ سال ہو گئے مگر بعض لوگ ایسے ہیں جو ۶۴ سال سے متواتر ہر سال جلسہ سالانہ دیکھتے چلے آئے ہیں مثلاً کل ہی میاں فضل محمد صاحب ہرسیاں والے (خاکسار راقم کے دادا جان) فوت ہوئے ہیں انہوں نے ۱۸۹۵ء میں حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ جس پر اب ۶۱ سال گزر چکے ہیں..... ان کے ایک لڑکے نے بتایا کہ والد صاحب کہا کرتے تھے کہ میں نے جس وقت بیعت کی اس کے قریب زمانہ میں ہی میں نے ایک خواب دیکھا جس میں مجھے اپنی عمر ۴۵ سال بتائی گئی۔ میں حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور رو پڑا اور میں نے کہا حضور بیعت کے بعد میرا خیال تھا کہ..... احمدیت کو جو ترقیات نصیب ہونے والی ہیں۔ انہیں دیکھوں گا۔ مگر مجھے تو خواب آئی ہے کہ میری عمر ۴۵ سال ہے۔ اس پر حضور نے فرمایا گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں

اللہ تعالیٰ کے طریق نرالے ہوتے ہیں شاید وہ ۴۵ کو ۹۰ کر دے۔ چنانچہ کل جو وہ فوت ہوئے تو ان کی عمر پورے ۹۰ سال کی تھی۔ اس طرح احمدیت کو جو ترقیات ملیں وہ بھی انہوں نے دیکھیں اور ۶۱ جلسے بھی دیکھے۔ ان کے چار بچے ہیں جو دین کی خدمت کر رہے ہیں.... انہوں نے ایک لمبے عرصہ تک خدا تعالیٰ کا نشان دیکھا۔ جب ۴۵ سال کے بعد ۴۶ واں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے میں نے خدا تعالیٰ کا ایک نشان دیکھ لیا ہے۔ میں نے تو ۴۵ سال کی عمر میں مرجانا تھا اب ایک سال جو بڑھا ہے تو حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی پیشگوئی کے مطابق بڑھا ہے۔ جب چھیالیسویں کے بعد سینتالیسواں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے میں نے خدا تعالیٰ کا ایک اور نشان دیکھ لیا ہے۔ میں نے ۴۵ سال کی عمر میں مرجانا تھا مگر اب دو سال جو بڑھے ہیں تو حضور کی پیشگوئی کے مطابق بڑھے ہیں۔ جب سینتالیسویں سال کے بعد اڑتالیسواں سال گزرا ہوگا تو وہ کہتے ہوں گے میں نے خدا کا ایک اور نشان دیکھ لیا۔ میں نے ۴۵ سال کی عمر میں مرجانا تھا مگر اب تین

سال جو بڑھے ہیں تو حضرت (بانیٔ سلسلہ احمدیہ) کی کے مطابق بڑھے ہیں.....

گویا وہ ۴۵ سال تک برابر ہر سال یہ کہتے ہوں گے کہ میں نے خدا تعالیٰ کا نشان دیکھ لیا اور ہر سال جلسہ سالانہ پر ہزاروں ہزار احمدیوں کو آتا دیکھ کر ان کا ایمان بڑھتا ہوگا پس جلسہ سالانہ کو بڑی عظمت حاصل ہے.......“

یہ ذکر آچکا ہے کہ فی الحال کسی خاص حکمت الٰہی سے ہمارا یہ انتہائی بابرکت جلسہ ربوہ میں منعقد نہیں ہو رہا مگر دنیا کے ساتوں براعظموں میں اس جلسہ کے اظلال روایتی طریق پر ان برکتوں کو پھیلانے کا باعث بن رہے ہیں جن کی حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے دعا کی تھی اور حضور کا یہ ارشاد کہ ”اس جلسہ کو معمولی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ (حق) پر بنیاد ہے۔ خدا کی عجیب در عجیب قدرتوں اور فضلوں کو دیکھتے ہوئے یقین ہے کہ پاکستان میں بھی پہلے کی طرح بلکہ پہلے سے بڑھ کر پر عظمت جلسے پھر منعقد ہونے لگیں گے۔

مولانا عطاء اللہ کلیم

پانچ بنیادی اخلاق

اللہ تعالیٰ کے مظہر کامل حضرت سید الکونین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد جو آپ کی ایک حدیث میں مذکور ہے یہ ہے کہ ۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اس لئے مبعوث فرمایا ہے کہ اخلاق عالیہ کی تکمیل کردوں اور جو اخلاق عالیہ قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں ۔ دنیا کی کوئی اور کتاب اس کا عشر عشیر بھی بیان کرنے سے قاصر ہے اور تمام انبیاء کرام اور مصلحین عالم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات اقدس اس لحاظ سے ممتاز نظر آتی ہے کہ آپ خود اپنی تعلیم کا عملی نمونہ تھے ۔ اخلاق و عمل کا جو نکتہ آپ دوسروں کو سکھاتے تھے ۔ آپ خود اس کی عملی تصویر بن جاتے تھے ۔ بیوی سے بڑھ کر انسان کے اخلاق کا اور کون رازدار ہو سکتا ہے جب چند اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے آپ کے اخلاق و عادات کے متعلق استفسار کیا تو آپ نے فرمایا ۔ جن اخلاق کی تعلیم کتاب اللہ میں دی گئی ہے ۔ آپ اس کی عملی تصویر تھے ۔ قرآن کریم میں مذکورہ مکارم اخلاق کی عملی تصویر بننا کوئی آسان امر نہیں تھا ۔ لہذا آپ اپنے رب کریم قادر مطلق سے التجا فرماتے تھے کہ اے میرے مجیب الدعوات خدا مجھے اخلاقِ حسنہ پر گامزن فرما ۔ چنانچہ آپ کی اس دعا کی قبولیت کی گواہی خود خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ میں بیان فرما دی کہ آپ یقیناً اخلاقِ عظیم کے حامل ہیں ۔ ان اخلاقِ عظیمہ میں سے پانچ بنیادی اخلاق پیش خدمت کرتے ہوئے التماس ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بابرکت زندگی اخلاق حسنہ کا بہترین نمونہ ہے ۔

سچ کی عادت

پہلا بنیادی خُلق جو باقی تمام اخلاق کے لئے اساس یا جڑ کی حیثیت رکھتا ہے وہ صدق کو اختیار کرنا اور سچ کی عادت ڈالنا ہے ۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ۔

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچی بات کہو اگر تم ایسا کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال کو درست کر دے گا ۔ اور تمہارے گناہوں کو معاف کر دے گا اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے وہ بڑی کامیابی حاصل کرتا ہے (سورۃ الاحزاب ۔ آیت ۷۱-۷۲)

اس قرآنی آیت میں سچی بات کو انسانی اعمال کی درستی کا موجب قرار دیا گیا ہے ۔

جہاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں سچ کو اختیار کرنے کا حکم دیا اور اپنے عمل سے ایک اسوہ حسنہ پیش فرمایا وہاں کذب اور جھوٹ سے اجتناب کا ارشاد فرمایا اور اس کو دوزخ تک پہنچانے والا بھی قرار دیا ۔

اس سلسلہ میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں :

" اللہ تعالیٰ نے تو جھوٹ کو نجاست کہا تھا کہ اس سے پرہیز کرو ۔ ۔ ۔ بت پرستی کے ساتھ اس جھوٹ کو ملایا ہے جب احمق انسان اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پتھر کی طرف سر جھکاتا ہے ویسے ہی صدق اور راستی کو چھوڑ کر اپنے مطلب کیلئے جھوٹ کو بت بناتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بت پرستی کے ساتھ ملایا اور اس سے نسبت دی جیسے ایک بت پرست بت سے نجات چاہتا ہے ۔ جھوٹ بولنے والا بھی اپنی طرف سے بت بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس بت کے ذریعہ نجات ہو جاوے گی ۔ کیسی خرابی آکر پڑی ہے اگر کہا جاوے کہ کیوں بت پرست ہوتے ہو ۔ اس نجاست کو چھوڑ دو تو کہتے ہیں کیونکر چھوڑ دیں اس کے بغیر گذارہ نہیں ہو سکتا ۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بدقسمتی ہوگی کہ جھوٹ پر اپنا مدار سمجھتے ہیں مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ آخر سچ ہی کامیاب ہوتا ہے ۔ بھلائی اور فتح اسی کی ہے ۔

مجھے یاد ہے کہ میں نے ایک مرتبہ امرتسر ایک مضمون بھیجا اس کے ساتھ ہی ایک خط بھی تھا ۔ رلیارام کے "وکیل ہند" اخبار کے متعلق تھا ۔ میرے اس خط کو خلاف قانون ڈاکخانہ قرار دے کر مقدمہ بنایا گیا ۔ وکلاء نے بھی کہا کہ اس میں بجز اس کے رہائی نہیں جو اس خط سے انکار کر دیا جاوے ۔ گویا جھوٹ کے سوا بچاؤ نہیں مگر میں نے اس کو ہرگز پسند نہ کیا بلکہ یہ کہا کہ اگر سچ بولنے سے سزا ہوتی ہے تو ہونے دو ۔ جھوٹ نہیں بولوں گا ۔ آخر وہ مقدمہ عدالت میں پیش ہوا ۔ ڈاکخانہ کا افسر بحیثیت مدعی حاضر ہوا مجھ سے جس وقت اس کے متعلق پوچھا گیا تو میں نے صاف طور پر کہا کہ یہ میرا خط ہے مگر میں نے اس کو جزو مضمون سمجھ کر اس میں رکھا ہے مجسٹریٹ کی سمجھ میں یہ بات آگئی ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بصیرت دی ۔ ڈاکخانوں کے افسر نے بہت زور لگایا مگر اس نے ایک نہ سنی اور مجھے رخصت کر دیا ۔"

میں کیونکر کہوں کہ جھوٹ کے بغیر گذارہ نہیں ۔ ایسی باتیں نری بیہودگیاں ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ سچ کے بغیر گذارہ نہیں میں اب تک بھی جب اپنے اس واقعہ کو یاد کرتا ہوں تو ایک مزہ آتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے پہلو کو اختیار کیا ۔ اس نے ہماری رعایت رکھی اور ایسی رعایت رکھی جو بطور نشان کے ہو گئی (جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے وہ (اللہ) اس کے لئے کافی ہے"۔ سورہ الطلاق آیت ۴ ۔

یقیناً یاد رکھو جھوٹ جیسی کوئی منحوس چیز نہیں ۔ عام طور پر دنیا دار کہتے ہیں کہ سچ بولنے والے گرفتار ہو جاتے ہیں مگر میں کیونکر باور کروں ؟ مجھ پر سات مقدمے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے کسی ایک میں بھی مجھے جھوٹ کہنے کی ضرورت نہیں پڑی ۔ کوئی بتائے کہ کسی ایک میں بھی خدا تعالیٰ نے مجھے شکست دی ہو ۔ اللہ تعالیٰ تو آپ سچائی کا حامی و مددگار ہے ۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ راستباز کو سزا دے ؟ اگر ایسا ہو تو دنیا میں پھر کوئی شخص سچ بولنے کی جرأت نہ کرے اور خدا تعالیٰ پر سے ہی اعتقاد اٹھ جاوے ۔ راستباز تو زندہ ہی مر جاویں ۔

اصل بات یہ ہے کہ سچ بولنے سے جو سزا پاتے ہیں وہ سچ کی وجہ سے نہیں ہوتی وہ سزا ان کی بعض اور مخفی در مخفی بدکاریوں کی ہوتی ہے اور کسی اور جھوٹ کی ہوتی ہے خدا تعالیٰ کے پاس تو ان کی بدیوں اور شرارتوں کا ایک سلسلہ ہوتا ہے ان کی بہت سی خطائیں ہوتی ہیں اور کسی نہ کسی میں وہ سزا پالیتے ہیں ۔ ۔ ۔ ۔" ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۳۴۹-۳۵۳

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء میں جماعت کو نصیحت فرمائی کہ ۔

" ہم اپنے بچوں کو شروع سے ہی نرمی سے بھی، اور سختی سے بھی سچ پر قائم کریں اور کسی قیمت پر ان کے جھوٹے مذاق کو بھی برداشت نہ کریں ۔ یہ کام اگر مائیں

انٹرنیشنل جماعت ہائے احمدیہ کی خدمت میں
دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں
گوہر برادرز
اقصیٰ چوک
ربوہ
برائے
الیکٹرک اور ہارڈ ویئر کا معیاری سامان

کرلیں تو باقی مراحل جو ہیں قوم کے لئے بہت ہی آسان ہو جائیں گے۔ سچ کے بغیر وہ FIBER میسر نہیں آتا وہ تانا بانا نہیں ملتا جس کے ذریعہ سے آپ بوجھ ڈال سکتے ہیں یا منصوبے بنا کر ان کو استعمال کر سکتے ہیں۔ جھوٹی قومیں کمزور ہوتی ہیں ان کے اندر برداشت کی طاقت نہیں ہوا کرتی .... سچ کے بغیر کسی اعلیٰ قدر کسی اعلیٰ منصوبے کی تعمیر ممکن نہیں اس لئے جماعت احمدیہ میں بچپن سے ہی سچ کی عادت ڈالنا اور مضبوطی سے اپنی اولاد کو سچ پر قائم کرنا نہایت ضروری ہے اور جو بڑے ہو چکے ہیں ان پر اس پہلو سے نظر رکھنا اور ایسے پروگرام بنانا کہ بار بار خدام، انصار اور لجنات اس طرف متوجہ ہوتی رہیں۔"

نرم اور پاک زبان کا استعمال

دوسرا انبیاء کی خلق جس کی یاد دہانی کروانی چاہتا ہوں وہ نرم اور پاک زبان استعمال کرنا اور ایک دوسرے کا ادب کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نرم خوئی سے کلام کرنے کا حضرت لقمان کی زبان میں ارشاد فرمایا ہے جہاں وہ اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

(سورہ لقمان آیت ۲۰)

اور اپنی آواز میں نرمی پیدا کر۔

دوسری جگہ قرآن کریم میں جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو فرعون کی طرف جانے کا ارشاد باری ہے وہاں دونوں کو یہ بھی ہدایت دی کہ

(سورہ طٰہٰ آیت ۴۵)

کہ تم دونوں اس سے نرم نرم کلام کرو۔

پھر قرآن کریم میں بنی اسرائیل سے جو عہد لیا گیا تھا۔ اس کا ذکر کرتے ہوئے اس خلق کا بھی ذکر کیا ہے کہ

(سورہ البقرہ آیت ۸۴)

یعنی لوگوں کو وہ باتیں کہو جو واقعی طور پر نیک ہوں۔

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں،

"اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر میں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ میں اس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ میں اس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بر جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچا (صاحب ایمان) نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل نرم نہ ہو جب تک وہ اپنے تئیں ہر ایک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دور نہ ہو جائیں خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جھک کر بات کرنا مقبول الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی سے جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غصہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے"

(روحانی خزائن جلد ۶ صفحہ ۳۹۶)

اس خلق کے سلسلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا۔

"یہ بظاہر چھوٹی سی بات ہے ابتدائی چیز ہے لیکن میں نے جہاں تک جائزہ لیا ہے وہ سارے جھگڑے جو جماعت کے اندر نجی طور پر پیدا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے تعلقات میں پیدا ہوتے ہیں ان میں جھوٹ کے بعد سب سے بڑا دخل اس بات کا ہے کہ بعض لوگوں کو نرم خوئی کے ساتھ کلام کرنا نہیں آتا۔ ان کی زبان میں درشتگی پائی جاتی ہے ان کی باتوں اور طرز میں تکلیف دینے کا ایک رجحان پایا جاتا ہے جس سے بسا اوقات وہ باخبر ہی نہیں ہوتے جس طرح کانٹے دکھ دیتے ہیں اور ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اسی طرح روحانی طور پر بعض لوگ سوکھ کر کانٹے بن جاتے ہیں اور ان کی روزمرہ کی باتیں چاروں طرف دکھ بکھیر رہی ہوتی ہیں۔ تکلیف دے رہی ہوتی ہیں اور ان کو خبر ہی نہیں ہوتی کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ ایسے مرد ہوں تو ان کی عورتیں ہمیشہ ظلم کا نشانہ بنی رہتی ہیں اور اگر عورتیں ہوں تو ان کے مردوں کی زندگی اجیرن ہو جاتی ہے۔ یہ بات بھی ایسی ہے جس کو بچپن سے ہی پیش نظر رکھنا ضروری ہے ..... میں نے کہا ہے کہ جب تک بچپن سے ہم اپنی اولاد کو زبان کا ادب نہیں سکھاتے اس وقت تک آئندہ بڑے ہو کر قوم میں ان کے کردار کی کوئی ضمانت نہیں دے سکتے اور ان کی بد خلقیاں بعض نہایت خطرناک فساد پیدا کر سکتی ہیں جن کے نتیجہ میں دکھ پھیل سکتے ہیں۔ جماعتیں بٹ سکتی ہیں منافقتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ سلسلہ سے انحراف کے واقعات ہو سکتے ہیں۔ کیونکہ یہی چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کو لوگ معمولی سمجھتے ہیں جن کے اوپر آئندہ قوموں کی تعمیر ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں بڑے بڑے واقعات رونما ہو جاتے ہیں۔"

وسعتِ حوصلہ

تیسرا انبیاء کی خلق جس کی طرف حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو توجہ دلائی ہے وہ ہے وسعت حوصلہ

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اپنی دائمی نعمتوں کا جن مومنین کو وارث قرار دیا ہے ان کی صفات بیان کرتے ہوئے ایک صفت یہ بیان فرمائی ہے۔ (سورہ الشوریٰ آیت ۳۸) اور جب ان کو غصہ آتا ہے تو معاف کر دیتے ہیں۔ پھر سورہ اٰل عمران آیت ۱۳۵ میں متقیوں کی صفات بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ متقی وہ ہیں جو غصہ کو دبانے والے اور لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلہ میں فرماتے ہیں

طاقتور پہلوان وہ شخص نہیں جو دوسرے کو پچھاڑ دے۔ اصل پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے آپ پر قابو رکھتا ہو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں متعدد واقعات آپ کے وسعتِ حوصلہ کی نشان دہی کرتے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے۔ ایک یہودی عورت نے صحابہ سے پوچھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جانور کے کس حصے کا گوشت زیادہ پسند ہے؟ صحابہ نے بتایا کہ آپ کو دست کا گوشت زیادہ پسند ہے۔ اس پر اس نے بکرا ذبح کیا اور پتھروں پر اس کے کباب بنائے اور پھر اس گوشت میں زہر ملایا خصوصاً بازوؤں میں جس کے متعلق اسے بتایا گیا تھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کا گوشت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

شام کے وقت جب آپ کھانے کے لئے بیٹھے تو کھانے پر وہ بھنا ہوا گوشتِ دست بھی رکھا گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے ایک لقمہ کھایا اور آپ کے ایک صحابی بشیر ابن البراء بن المعرور نے بھی ایک لقمہ کھایا۔ اتنے میں باقی صحابہ نے بھی گوشت کھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا تو آپ نے فرمایا نہ کھاؤ کیونکہ اس ہاتھ نے مجھے خبر دی ہے کہ گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔ اس پر بشیرؓ نے کہا کہ جس خدا نے آپ کو عزت دی ہے اس کی قسم کھا کر میں کہتا ہوں کہ مجھے بھی اس لقمہ میں زہر معلوم ہوا ہے .... اس کے تھوڑی دیر بعد بشیر کی طبیعت خراب ہو گئی اور بعض روایتوں کے مطابق وہ وہیں خیبر میں فوت ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت سے بلا کر دریافت فرمایا تو اس نے اقرار کیا کہ اس نے زہر ملایا ہے اور وجہ یہ بتائی کہ میری قوم سے آپ کی لڑائی ہوئی تھی جس میں میرے رشتہ دار مارے گئے تھے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ میں ان کو زہر دے دوں۔ اگر ان کا کاروبار انسانی کاروبار ہوگا تو ہمیں اس سے نجات حاصل ہو جائے گی اور اگر یہ واقعہ میں نبی ہوں گے تو خدا تعالیٰ ان کو بچا لے گا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سن کر اُسے معاف فرما دیا اور اس کی سزا جو یقیناً قتل تھی نہ دی۔

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے خطبہ جمعہ ۲۴ نومبر ۱۹۸۹ء میں اس خلق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا

"بچپن ہی سے اپنی اولاد کو یہ سکھانا چاہیئے۔ اگر تمہیں تھوڑی سی کسی نے بات کہی ہے یا کچھ تمہارا نقصان ہو گیا ہے تو گھبرانے کی ضرورت نہیں اپنا حوصلہ بلند رکھو اور یہ حوصلے کی تعلیم بھی زبان سے نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر اپنے عمل سے دی جاتی ہے.. ...

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے اپنے بچوں کی جو تربیت کی وہ محض کلام کے ذریعہ نہیں بلکہ اعلیٰ اخلاق کے اظہار کے ذریعہ کی ہے۔ حضرت (فضل عمر) جب بچے تھے۔ حضرت (بانی سلسلہ) کا بہت ہی قیمتی مقالہ جو آپ نے تحریر فرمایا اور طباعت کے لئے تیار فرمایا تھا۔ وہ آپ نے کھیل کھیل میں جلا دیا اور سارا گھر ڈرا بیٹھا تھا کہ اب پتہ نہیں کیا ہوگا اور کیسی سزا ملے گی۔ جب حضرت (بانی سلسلہ) کو علم ہوا تو آپ نے فرمایا کوئی بات نہیں خدا تعالیٰ اور توفیق دے دے گا۔ حوصلہ اپنے عمل سے پیدا کیا جاتا ہے اور وہ ماں باپ جن کے دل میں حوصلے نہ ہوں وہ اپنے بچوں میں حوصلے پیدا نہیں کر سکتے۔ اور نرم گفتاری کا بھی حوصلے سے بڑا گہرا تعلق ہے۔ چھوٹے حوصلے ہمیشہ بدتمیزیاں پیدا کرتے ہیں۔ بڑے حوصلوں سے زبان میں بھی تحمل پیدا ہوتا ہے زبان کا معیار بھی بلند ہوتا ہے۔ پس محض زبان سے نرمی پیدا کرنا کافی نہیں جب تک اس کے ساتھ حوصلہ بلند نہ کیا جائے لیکن وسیع حوصلگی کا یہ مطلب نہیں کہ ہر نقصان برداشت کیا جائے اور نقصان کی پرواہ نہ کی جائے

....

نئی صدی کی محراب سے گزرنے کا حق ادا کرنے کے لئے
اپنے بچوں کی صحیح رنگ میں تعلیم و تربیت کیجئے
RJ
الرّحیم
جیولرز
خورشید کلاتھ مارکیٹ
حیدری نارتھ ناظم آباد کراچی
فون: 629443 - 626280

غریب کی ہمدردی

چوتھا بنیادی خلق جس کی حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت کو تلقین کی ہے وہ ہے

غریب کی ہمدردی اور دکھ دور کرنے کی عادت۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ (سورۃ البلد آیت ۱۲-۱۷)
مگر وہ پھر بھی چوٹی پر نہ چڑھا اور تجھے کس نے بتایا کہ چوٹی کیا ہے اور کس چیز کا نام ہے۔ چوٹی پر چڑھنا غلام کی گردن چھڑانا ہے یا بھوک کے دن کھانا کھلانا ہے۔ یتیم کو جو قریبی ہو یا مسکین کو جو زمین پر گرا پڑا ہو۔

اسی قسم کی تلقین سورہ الماعون میں کی گئی ہے۔ درحقیقت ترقیات روحانی تبھی ملتی ہیں جب انسان دنیا سے غلامی کو مٹائے یا دنیا سے غربت کو دور کرے اور اسی طرح یتیموں اور مسکینوں کا انتظام کرے۔

سورۃ الماعون کی متعلقہ آیات کے ضمن میں حضرت فضل عمر فرماتے ہیں:۔

"یتامی اور غرباء کی طرف سے لاپرواہی برتنا قومی جذبہ کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے اگر قومی خدمت کا جذبہ نہ ہو تو پھر قومی جتھہ کمزور ہو جاتا ہے اور اگر یتامی کی خبر گیری نہ کی جائے تو لوگ قربانی کرنے سے رکتے ہیں اور پھر غرباء کی مدد اس لئے بھی کی جاتی ہے تا وقت پر ان کی مدد مل جائے۔ اگر ان کی مدد نہ کی جائے تو وہ بھی وقت پر ساتھ نہیں دیتے جس قوم میں غرباء کے ساتھ سلوک اچھا ہوتا ہے اس کے غرباء بھی جوش میں آکر قربانی کرنے لگ جاتے ہیں... پس اگر غرباء کا خیال نہ رکھا جائے تو قومی جتھہ کمزور ہو جاتا ہے اور اگر یتامی کی خبرگیری نہ کی جائے تو جذبۂ قربانی کم ہو جاتا ہے اور یہ دونوں نقص کسی قوم کو تباہی کے گڑھے میں ڈال دینے کیلئے کافی ہیں۔"

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:۔

"میری نصیحت یہی ہے کہ دو باتوں کو یاد رکھو۔ ایک خدا تعالیٰ سے ڈرو دوسرے اپنے بھائیوں سے ایسی ہمدردی کرو جیسی اپنے نفس سے کرتے ہو۔ اگر کسی سے کوئی قصور اور غلطی سرزد ہو جاوے تو اسے معاف کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس پر زیادہ زور دیا جاوے اور کینہ کشی کی عادت بنالی جاوے۔" (ملفوظات جلد ۹ صفحہ ۱۶۴)

پھر فرماتے ہیں:۔

"اپنی ہمدردی کو صرف مسلمانوں تک ہی محدود نہ رکھو بلکہ ہر ایک کے ساتھ کرو۔ اگر ایک ہندو سے ہمدردی نہ کرو گے تو (دین حق) کے سچے دکھایا اسے کیسے پہنچاؤ گے؟ خدا سب کا رب ہے ہاں مسلمانوں کی خصوصیت سے ہمدردی کرو اور پھر متقی اور صالحین کی اس سے زیادہ خصوصیت سے..."

(ملفوظات جلد ۶ صفحہ ۳۷۱)

نیز فرمایا:۔

"عزمن نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے مگر میں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے ان پر ٹھٹھے کئے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکرگزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں اور اس خدا داد فضل پر تکبر نہ کریں۔ اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔ خوب یاد رکھو کہ امیری کیا ہے؟ امیری ایک زہر کھانا ہے۔ اس کے اثر سے وہی بچ سکتا ہے جو شفقت علی خلق اللہ کے تریاق کو استعمال کرے..."

(ملفوظات جلد ۸ صفحہ ۱۰۲-۱۰۳)

چنانچہ آئندہ نسل میں اس خلق کو پیدا کرنے کی طرف حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) نے مندرجہ ذیل الفاظ میں توجہ دلائی ہے:۔

"یہ عادت بھی بچپن ہی سے پیدا کرنی چاہیئے جن بچوں کو نرم مزاج مائیں غریب کی ہمدردی کی باتیں سناتی ہیں غریب کی ہمدردی کا رجحان ان کی طبیعتوں میں پیدا کرتی ہیں وہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مستقبل میں ایک عظیم الشان قوم پیدا کر رہی ہوتی ہیں۔ جو خیر امت بننے کی اہل ہو جاتی ہیں۔ اس لئے انسانی ہمدردی پیدا کرنا نہ صرف ضروری ہے بلکہ اس کے بغیر آپ اپنے اس اصل مقصد کو پا نہیں سکتے جس کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے... اس لئے ہم اپنی زندگی کا قومی مقصد کھو دیں گے۔ اگر ہم بچپن سے ہی اپنی اولاد کو ہمدردی کی طرف متوجہ نہ کریں اور عملاً ان سے ایسے کام نہ لیں یا ان کو ایسے کام نہ سکھائیں جن کے نتیجہ میں غریب کی ہمدردی ان کے دل میں پیدا ہو... پس جس کی جتنی بھی آپ حاجت دور کر سکتے ہیں خود بھی کریں اور بچوں سے بھی کرائیں۔ بچپن میں اگر اس کی عادت پڑ جائے تو اس کے نتیجہ میں بچہ جو لذت محسوس کرتا ہے وہ اس نیکی کو دوام بخش دیتی ہے۔"

(خطبہ جمعہ ۲۴ نومبر ۸۹ء)

مضبوط عزم اور ہمت

پانچواں بنیادی خلق جو حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہر ایک احمدی میں دیکھنا چاہتے ہیں وہ ہے مضبوط عزم اور ہمت۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں جماعت مومنین سے مشورہ لینے کا ارشاد فرماتا ہے وہاں ساتھ ہی فرماتا ہے کہ (آل عمران آیت ۱۶۰) یعنی پھر جب تو کسی بات کا پختہ ارادہ کرے تو اللہ پر توکل کر۔ اللہ توکل کرنے والوں سے یقیناً محبت کرتا ہے۔

پھر سورہ لقمان میں حضرت لقمان کی ان قیمتی نصائح میں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو فرمائیں۔ ایک نصیحت اسی خلق کو اپنانے کی ہے چنانچہ انہوں نے فرمایا:۔ (لقمان آیت ۱۸) یعنی جو تنگی ترشی تجھے پہنچے اس پر صبر سے کام لے یہ بات یقیناً نہایت ہی ہمت والے کاموں میں سے ہے۔

حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:۔

"ہمت نہیں ہارنی چاہیئے۔ ہمت اخلاق فاضلہ میں سے ہے اور (صاحبِ ایمان) بڑا بلند ہمت ہوتا ہے۔ ہر وقت خدا تعالیٰ کے دین کی نصرت اور تائید کے لئے تیار رہنا چاہیئے اور کبھی بزدلی ظاہر نہ کرے۔ بزدلی منافق کا نشان ہے۔ (صاحب ایمان) دلیر اور شجاع ہوتا ہے مگر شجاعت سے یہ مراد نہیں کہ اس میں موقع شناسی نہ ہو۔ موقع شناسی کے بغیر جو فعل کیا جاتا ہے وہ تہور ہوتا ہے۔ (صاحب ایمان) میں شتابکاری نہیں ہوتی بلکہ وہ نہایت ہوشیاری اور تحمل کے ساتھ نصرتِ دین کے لئے تیار رہتا ہے اور بزدل نہیں ہوتا۔ انسان سے کبھی ایسا کام ہو جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو ناراض کر دیتا ہے مثلاً کسی سائل کو اگر دھکا دیا تو سختی کا موجب ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کو ناراض کرنے والا فعل ہوتا ہے اور اسے توفیق نہیں ملے گی کہ اسے کچھ دے سکے لیکن اگر نرمی یا اخلاق سے پیش آوے گا اور خواہ اسے پیالہ پانی ہی کا دے دے تو وہ ازالہ قبض کا موجب ہو جاوے گا...."

(ملفوظات جلد ۵ صفحہ ۱۰)

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس خلق کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:۔

"مضبوط عزم اور ہمت اور نرم دلی اکٹھے رہ سکتے ہیں۔ اگر یہ اکٹھے نہ ہوں ایسا انسان کمزور تو ہوگا با اخلاق نہیں ہوگا۔ نرم دلی جب آپ پیدا کرتے ہیں تو یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایسا نرم دل انسان، ایسا نرم خو انسان جو مشکلات کے وقت گھبرا جائے اور مصائب کا سامنا کرنے کی طاقت نہ پائے۔ بچپن ہی میں یہ خلق پیدا کرنا چاہیئے کہ ہم نے شکست نہیں کھانی۔ حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) کے متعلق یہ جو ایک فقرہ ہے کہ جو آپ کے اس عظیم خلق پر روشنی ڈالتا ہے کہ میری سرشت میں ناکامی کا خمیر نہیں۔ بہت بلند تعلیم ہے حضرت (بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ) سے وابستہ ہونے والوں کی سرشت میں بھی ہرگز ناکامی کا خمیر نہیں ہونا چاہیئے..... جہاں نرم کلام بچے پیدا کریں، جہاں نرم دل بچے پیدا کریں، جہاں نرم خو اولاد پیدا کریں جو دوسروں کے غم سے پگھلنا شروع ہو جائیں اس کے باوجود اس اولاد کو عزم کا پہاڑ بنا دیں اور بلند ہمتوں کا ایک عظیم الشان نمونہ بنا دیں جس کے نتیجہ میں قومیں ان سے سبق حاصل کریں۔"

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:۔

"یہ وہ پانچ بنیادی اخلاق ہیں جو میں سمجھتا ہوں کہ ہماری تنظیموں کو خصوصیت کے ساتھ تربیتی پروگراموں میں پیش نظر رکھنے چاہئیں۔ ان پر اگر وہ اپنے سارے منصوبوں کی بنا ڈالیں اور سب سے زیادہ توجہ ان اخلاق کی طرف کریں تو اس کا فائدہ آئندہ سو سال ہی نہیں بلکہ سینکڑوں سال تک بنی نوع انسان کو پہنچتا رہے گا۔"

چوہدری جیولرز
اپنے پسندیدہ زیورات آرڈر پر تیار کروائیں
پروپرائیٹر:
مبشر احمد خالد چوہدری اینڈ برادرز
سلیمی چوک ستیانہ روڈ فیصل آباد
فون: P.P - ۴۲۵۸۳

پاکستان میں سب سے پہلے واشنگ مشین بنانے والوں کی ایک اور منفرد اور انقلابی پیشکش
Soby
صوبی واشنگ مشین
واشنگ مشین
بھائی بھائی ٹریڈرز نزد ایوان محمود ربوہ

مکرم عبد السمیع خان صاحب
استاد جامعہ احمدیہ

بزرگانِ احمدیت کے ایمان افروز واقعات

مذہب کا پہلا اور آخری مقصود انسان کو با خدا اور با خدا سے خدا نما انسان بنانا ہے ۔ اور درحقیقت یہی روحانی انقلاب کسی خدا رسیدہ شخص کی صداقت کا اٹل اور غیر مبدل معیار ہے ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس کسوٹی کو لفظوں کے موتیوں میں اس طرح پرو دیا ۔

" کوئی اچھا درخت نہیں جو ردی پھل لائے ۔ اور نہ کوئی ردی درخت ہے جو اچھا پھل لائے ۔ پس ہر ایک درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے ۔"
(لوقا باب ۶ آیت ۴۳)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ بھی اس زمانہ میں اچھے درخت ہونے کے مدعی اور اچھے پھل ظاہر کرنے کی نوید لے کر آئے ۔ اور آپ کا حقیقی اور سب سے بڑا کارنامہ ایک ایسی جماعت کا قیام ہے جو اپنی گفتار اور کردار میں سچے اہل اللہ اور بزرگانِ سلف کے نقوش پر نہ صرف عمل پیرا ہے بلکہ ہر میدان میں نئے سنگِ میل نصب کر رہی ہے ۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اس انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

" میں دیکھتا ہوں کہ میری جماعت نے جس قدر نیکی اور صلاحیت میں ترقی کی ہے یہ بھی ایک معجزہ ہے ۔"
(التذکرۃ الحکیم ع۱ ص۱)

عالمگیر نشان

اس معجزہ کے مظہر محض چند لوگ نہیں جو کسی علاقہ یا زمانہ یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں بلکہ اس شجرۂ طیبہ کی شاخیں کل عالم میں پھیلی ہوئی ہیں اور دنیا کی مختلف نسلوں اور قوموں اور علاقوں سے آنے والے روحانی پرندے اس پر آرام کر رہے ہیں ۔ ان میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے اولین مخاطبین بھی ہیں اور ان سے اور قدرتِ ثانیہ کے نظام سے فیض پانے والے خوش نصیب بھی ہیں ۔ اور ہر طبقہ میں ہزاروں کی تعداد میں موجود رہے ہیں اور موجود ہیں اور ان کو خدا کی ہستی کے زندہ گواہ کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے ۔

اس مضمون میں محض چند عناوین پر نمونہ کے طور پر گنتی کے واقعات اکٹھے کئے گئے ہیں جو درحقیقت نفسِ مضمون نہیں بلکہ انڈیکس کی حیثیت رکھتے ہیں ۔ یہ چند جھلکیاں ہیں جن کے عقب میں ایمان افروز واقعات اور انقلاب انگیز تاثیرات کی موسلا دھار بارشیں برس رہی ہیں ۔

خدمتِ خلق

خدا سے سچی محبت کا لازمی اور منطقی نتیجہ مخلوق سے محبت اور ہمدردی اور اس کی خدمت ہے ۔ اسی لئے خدمتِ خلق ' محبت الٰہی کو جانچنے کا آلہ ہے ۔ جماعتِ احمدیہ اس معیار پر بھی پوری اتری ہے اور دکھ اٹھا کر بھی خدمت کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہی ہے ۔

جماعت احمدیہ کے پہلے امام حضرت مولانا نور الدین صاحب ایک بے مثال خادم خلق تھے ۔ اور جس طرح محبت الٰہی میں آپ کو ایک بہت بلند مقام حاصل تھا ۔ اسی طرح خدمتِ خلق میں بھی آپ بہت نمایاں اور ممتاز شخصیت تھے اور اس ضمن میں آپ نے بعض ایسے کاموں کا آغاز کیا ہے جن کا سلسلہ بغیر کسی وقفہ کے آج بھی جاری ہے

حضرت فضلِ عمر کے زمانہ میں خدمتِ خلق کے منظم پروگرام بنائے گئے جن میں مسلسل اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے ۔

قیامِ پاکستان کے بعد حضرت فضلِ عمر ابھی لاہور کے رتن باغ میں قیام پذیر تھے اور سلسلہ کی مالی حالت بہت کمزور تھی کہ انہی ایام میں سلسلہ کے اشد مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کا ایک لڑکا کہیں سے پھرتا پھراتا وہاں آ گیا ۔ حضور کو اس کا علم ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ اس کے قیام و طعام اور لباس کا بندوبست کیا جائے ۔ اس ارشاد کی تعمیل کی گئی مگر افسوس کہ وہ پندرہ سولہ دن وہاں رہ کر چلا گیا ۔ لباس اور بستر تو ساتھ لے گیا مگر آرام دہ رہائش اور خوراک سے محروم ہو گیا ۔

ایک دفعہ قادیان کے ایک قریبی گاؤں کے سکھوں نے حضرت فضلِ عمر سے گوردوارہ کی تعمیر میں مدد دینے کی درخواست کی چنانچہ ان کی حسبِ منشاء امداد فراہم کر دی گئی ۔ وہ سکھ بتایا کرتے تھے کہ اس گوردوارہ میں شرک کی کوئی بات نہیں ہوتی ۔ ایک خدا کی بڑائی بیان کی جاتی ہے اور یہ گوردوارہ مرزا صاحب کی مہربانی سے تعمیر ہوا ہے ۔

عظیم خدمتگار

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی وفات پر جالندھر کے اخبار "ہندسماچار" نے لکھا احمدی جماعت کے ممتاز اور عظیم خادمِ خلق کے عظیم خدمتگار مرزا بشیر احمد صاحب ایک لمبی علالت کے بعد چند دن ہوئے پاکستان میں رحلت فرما گئے ۔ مرزا صاحب علم و ادب اور بلند ترین انسانی قدروں کے مجسمہ تھے ۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی بنی نوع انسان کی بہتری اور بہبودی کے لئے صرف کی ۔ اچھوت پکارے جاتے والے کروڑوں دبے کچلے لوگوں کو سماجی مفلسی سے نجات دلانے کے لئے جو قابلِ داد خدمت انہوں نے اپنے حیران کن طریق سے سرانجام دی ۔ اس کے لئے انہیں ہمیشہ کے لئے یاد کیا جاتا رہے گا ۔

حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب بہت ہی دریا دل تھے ۔ اور غریبوں اور ضرورت مندوں کی خدمت کے لئے ہمہ وقت مستعد رہتے تھے ۔ سڑک پر کوئی ضرورتمند مسافر دکھائی دیتا تو اسے منزل تک پہنچنے کا کرایہ دے دیتے ۔ کوئی میلے کپڑوں والا آدمی ملتا تو اسے صابن خریدنے کے لئے رقم عنایت فرما دیتے ۔

ایک دفعہ ایک دکان پر تشریف لے گئے ۔ دکاندار سے حال پوچھا تو اس نے کہا کساد بازاری ہے ۔ آپ نے سو روپے کا نوٹ اسے تھما دیا اور چل پڑے ۔ ایک دوا بہت نایاب تھی اور خود ان کے لئے بھی کافی نہ تھی ۔ ایک حاجت مند آیا اور سوال کیا تو آپ نے قریباً نصف شیشی اس کے حوالے کر دی

حضرت نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ اگر آخری ایام میں بیماری کے سبب رات کے وقت کسی خادمہ کو جگاتیں تو پھر اس کے لئے بہت دعائیں کرتیں اور دن کو اسے بتاتیں کہ آج رات میں نے تمہارے لئے بہت دعا کی ہے ۔ خدمت کرنے والی لڑکیوں کے بارہ میں فرماتیں یہ میری بیٹیاں ہیں ۔

کراچی میں معیاری سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز
الکریم جیولرز
بازار فیصل کریم آباد (چورنگی) کراچی
پروپرائیٹرز: میاں عبداللطیف شاہکوٹی اینڈ سنز
: ۶۸۵۵۱۱

حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی ایک ملازمہ بیمار ہوگئی۔ آپ کو معلوم ہوا کہ تیماردار کوئی نہیں تو دو روپیہ روزانہ پر ایک عورت کو تیمارداری کے لئے مقرر کر دیا۔

حضرت نواب محمد عبداللہ خان صاحب ہمسایہ کا بہت خیال رکھتے اور گھر والوں کو بھی اس کی تاکید کرتے جب کوئی اچھی چیز پکتی یا باہر سے آتی اپنے ہمسایہ کو ضرور بھجواتے۔

ایک غریب احمدی طالب علم کو ربوہ میں رہائش درکار تھی حضرت نواب صاحب نے اپنی کوٹھی کا ایک کمرہ اس کے لئے مختص کر دیا۔ مفت کھانا فراہم کیا اور کئی طرح سے امداد فرماتے رہے۔

بشاشت کے ساتھ

حضرت مولوی شیر علی صاحب گھر میں ایک دو بھینسیں رکھتے تھے اور لسی لینے والے اکثر آپ کے پاس آیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ مولوی صاحب اپنے کمرہ میں کام کر رہے تھے کہ ایک صاحب اسی غرض کے لئے آئے۔ آپ نے اٹھ کر لسی لا دی وہ باہر نکلے تھے کہ دوسرا آگیا۔ علیٰ ھذا القیاس نصف درجن کے لگ بھگ آدمی آئے مولوی صاحب کام چھوڑ کر اٹھتے اور لسی لا دیتے اور آپ کے چہرہ پر بڑی بشاشت ہوتی تھی۔

لسی لینے والے اکثر کہتے مولوی صاحب ذرا سا نمک ڈال کر لانا۔ اگر آپ بھول جاتے تو دوبارہ نمک لاکر دیتے تھے۔

حضرت سیٹھ حسن صاحب یادگیری نے قادیان میں احمدی بچوں کو تعلیم دلانے پر نصف لاکھ روپیہ خرچ کیا۔ یادگیر میں ایک لائبریری قائم کی جس پر تین ہزار روپیہ سالانہ خرچ کرتے۔

مہمان کے لئے

حضرت حافظ معین الدین صاحب کے ہاں ایک مہمان آگیا۔ ان کے گھر میں کچھ نہ تھا مگر مہمان نوازی بھی ضروری تھی۔ اس لئے کہیں سے اس کو روٹی لا دی۔

دوسرے دن بھی اسی طرح کیا۔ تیسرے دن قریب کے ایک گاؤں میں گئے اور وہاں سے جاکر غلہ مانگا۔ جب ایک سیر کے قریب ہوگیا تو چکی سے خود پیسا اور اس کی روٹی پکوا کر مہمان کو کھلائی جب کسی نے پوچھا کہ آپ نے یہ گداگری کیوں کی تو فرمایا۔

میں نے اپنے واسطے تو گداگری کبھی نہیں کی مگر مہمان کو روٹی کھلانی ضروری تھی۔

۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے وقت جب لاکھوں مہاجر لٹے پٹے قافلوں کے ساتھ پاکستان کی طرف رخ کئے ہوتے تھے اور دوسری طرف مسلمان عورتوں کی عزت و حرمت کے ساتھ ظلم کی ہولی کھیلی جا رہی تھی اور بچوں کو اچھال کر نیزوں میں پرویا جا رہا تھا۔ اس وقت احمدیہ جماعت کا مرکز قادیان جو خود بھی دشمنوں کے نرغہ میں تھا دُور دُور کے تمام مسلمان دیہات کی پناہ گاہ بن چکا تھا۔ اس چھوٹی سی بستی نے ۷۵ ہزار بے خانماؤں کو سہارا مہیا کیا۔ ان بالکل مفلس اور قلاش مہاجروں کی کفالت جماعت احمدیہ نے کی اور کسی ایک کو بھی بھوکا نہیں مرنے دیا گیا۔ جلسہ سالانہ کی ضروریات کے خیال سے اکٹھی کی ہوئی گندم کے گودام ان کے لئے کھول دیئے گئے۔

ان ننگے اور عریاں جسموں کو جیز دل کے کپڑوں سے ڈھانپا گیا۔ حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے خود اپنی بیگم کے قیمتی کپڑے تقسیم کرکے اس کام کا آغاز کیا۔ ان کے کپڑوں میں بعض ایسے قیمتی اور پرانے خاندانی ملبوسات بھی تھے جو وہ خراب ہونے کے ڈر سے نہیں پہنتی تھیں اس کے بعد تو ہر کمرہ کے بکس کھل گئے

(جلسہ سالانہ کی دعائیں ص۸۹)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب جب قادیان سے نکلے تو ان کے ہاتھ میں صرف ایک خاکی تھیلا تھا جس میں صرف ایک جوڑا تھا۔ (خطبہ حضور یکم مارچ ۸۵)

راولپنڈی میں اوجڑی کیمپ سے آگ برسی تو دنیا جدھر منہ اٹھا بھاگ پڑی ان میں احمدی بھی تھے۔ مگر وہ موت کے ڈر سے نہیں بھاگ رہے تھے۔ دوسروں کو موت سے بچانے کے لئے بھاگ رہے تھے سب سے پہلا امدادی کیمپ وہاں جماعت احمدیہ نے قائم کیا۔

قابل فخر

تحریک شدھی کے دوران ریاست بھرت پور کے گاؤں کی ایک بڑھیا کی فصل کاٹنے سے اس کے بیٹوں نے انکار کر دیا تو قادیان کے گریجویٹ اور عربی فاضل اس بڑھیا کی فصل کاٹنے کے لئے پہنچے۔ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے اخبار زمیندار نے لکھا:-

"احمدی بھائیوں نے جس خلوص، جس ایثار، جس جوش اور جس ہمدردی سے اس کام میں حصہ لیا ہے وہ اس قابل ہے کہ ہر (شخص) اس پر فخر کرے۔"

(زمیندار ۸ر اپریل ۲۳ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۵ ص۳۴۳)

دو اجر

خواجہ حسن نظامی لکھتے ہیں:-

آج دہلی کی قادیانی جماعت کے چالیس افراد خدمت خلق کے لئے آئے تھے۔ مجھ سے پوچھا کہیں کا راستہ صاف کرنا ہو تو بتا دیجئے۔ میں نے اپنے مسافرخانہ کا راستہ خود جاکر بتایا۔ ان لوگوں نے مزدوروں کی طرح بھاوڑے لے کر راستہ صاف کیا ان میں وکیل بھی تھے اور بڑے بڑے عہدے داروں کے سرکاری نوکر بھی تھے اور مرزا صاحب کے قرابتدار بھی تھے ان کے اس مظاہرے کا درگاہ کے زائرین اور حاضرین پر بہت اثر ہوا۔ ایک صاحب نے کہا کہ پراپیگنڈا کے لئے یہ کام کر رہے ہیں۔ میں نے کہا حضرت سلطان المشائخ نے فرمایا ہے جو شخص ظاہرداری کے لئے خدمت کرتا ہے اس کو اجر ملتا ہے اور جو محض خدا کی رضا کے لئے خدمت خلق کرتا ہے اس کو دو اجر ملتے ہیں۔

سخت سردی کا موسم تھا ضلع امرتسر کے احمدی نور محمد صاحب کے پاس نہ کوٹ تھا نہ کمبل۔ صرف اوپر نیچے دو قمیصیں پہن رکھی تھیں کہ گاڑی میں ایک معذور بوڑھا ننگے بدن کانپتا ہوا نظر آیا۔ اسی وقت اپنی ایک قمیص اتار کر اسے پہنا دی۔ ایک سکھ نے یہ دیکھ کر بڑا تعجب کیا۔ چند دن بعد یہی احمدی گرم کمبل اوڑھ کر بیت الذکر میں گئے تو دیکھا کہ ایک اور شخص سردی سے کانپ رہا ہے اسی وقت انہوں نے نیا کمبل اسے اوڑھا دیا۔

افریقہ میں احمدی ڈاکٹروں نے بے سروسامانی کے باوجود خدمت خلق کی روشن مثالیں قائم کی ہیں جنہوں نے احمدیت کا سر افریقہ میں ہمیشہ کے لئے فخر سے بلند کر دیا ہے۔

ڈاکٹر عمرالدین صاحب سدھو مریضوں کا مفت علاج کرتے تھے۔ آپ ڈاکٹروں کی دنیا میں ان گنتی کے چند لوگوں میں شامل تھے جنہوں نے شاید کبھی فیس نہیں لی بلکہ مریضوں کی پاس سے امداد کرتے تھے۔

ایک دفعہ ایک غریب عورت ان کے پاس دوائی لینے کے لئے آئی۔ ڈاکٹر صاحب نے انہیں دوا لکھ دی اور کہا کہ یہ دودھ کے ساتھ کھانی ہے۔ عورت نے کہا میرے پاس دوائی کی رقم نہیں تھی دودھ کہاں سے پیوں گی۔ آپ نے اسے دوا مہیا کی اور ساتھ کچھ رقم دودھ کے لئے بھی دی۔

چند دن بعد خود اس غریب عورت کے مکان پر بیمار پرسی کے لئے گئے اور مزید ضرورت کے لئے پوچھتے رہے۔

جانوروں پر شفقت

حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے رفیق حضرت حافظ معین الدین صاحب بینائی سے محروم تھے۔ وہ سرما کی ایک سرد رات میں جبکہ بارش کی وجہ سے قادیان کی کچی گلیوں میں سخت کیچڑ تھا، افتاں و خیزاں جا رہے تھے۔ ایک دوست نے وجہ پوچھی تو فرمایا بھائی یہاں ایک کتیا نے بچے دیئے ہوئے ہیں۔ میرے پاس روٹی پڑی تھی۔ میں نے سوچا کہ جھڑی کے دن ہیں اس کو ہی ڈال دوں۔

مالی تنگی کے باوجود صبر و استقامت

خدا پر زندہ ایمان انسان کے اندر صبر و توکل اور شجاعت پیدا کرتا ہے۔ وہ مصائب اور مشکلات سے خوفزدہ نہیں ہوتا بلکہ اس کی صلاحیتیں اور نکھرتی ہیں۔ اس کی امیدوں کا سر ہمیشہ بلند رہتا ہے اس کے حوصلہ کو کوئی چیز جھکا نہیں سکتی۔

زیر نظر سطور میں صرف مالی تنگی کے حالات میں صبر و استقامت کے نمونہ کا تذکرہ ہے جو بزرگانِ احمدیت سے ظہور میں آیا۔

سیدنا حضرت مولانا نورالدین صاحب امام جماعت اوّل نے اس بارہ میں عظیم الشان کردار کا مظاہرہ کیا آپ کے متعلق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ تحریر فرماتے ہیں۔

"کثرتِ مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خداتعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضا کے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں سے کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں دیکھی یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے۔"

سیدنا حضرت مرزا بشیرالدین محمود احمد صاحب نے قدرتِ ثانیہ کے دورِ اوّل میں ۱۹۱۳ء میں جب الفضل نکالنے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس کوئی رقم نہ تھی آخر آپ کی اہلیہ حضرت سیدہ ام ناصر صاحبہ نے اپنے دو زیور پیش کئے۔ جو فروخت کر کے الفضل کا ابتدائی سرمایہ مہیا کیا گیا۔ یہ تقریباً ۵۰۰ روپیہ تھا۔ اسی طرح حضرت اماں جان نے اپنا زیور عطا فرمایا

(الفضل ۲۸ دسمبر ۳۹)

حضرت عبدالرحیم صاحب شرما سابق کشن لعل ہندوؤں سے احمدی ہوئے تھے اور اس وقت ریاست پٹیالہ میں داروغہ چنگی یعنی سپرنٹنڈنٹ تھے اور خوشحال زندگی گذار رہے تھے جب قادیان منتقل ہوئے تو دس روپے ماہوار کی پیشکش کو قبول کرلیا۔ اس میں سے بھی پانچ روپے اپنی ہندو والدہ کو بھیج دیتے

سچائی پر قائم رہے

حضرت سیٹھ حسن صاحب یادگیری لاکھوں کے کاروبار کے مالک تھے۔ مگر یک دفعہ ایسا نقصان ہوا کہ بالعموم ایسے صدمہ کو برداشت نہ کر کے تاجر خودکشی کر لیتے ہیں۔ آپ کے خلاف تیس کے قریب مقدمات دائر ہو گئے۔ لوگ کہتے تھے کہ اب ان کا زندہ رہنا مشکل ہے۔ مگر آپ نے ان ایام میں بھی ثابت قدمی اور کامل بشاشت کا نظارہ دکھایا۔ مقدمات میں وکلا کے اصرار کے باوجود آپ نے جھوٹ بولنے سے انکار کر دیا اور دعاؤں میں لگے رہے اور خداتعالیٰ نے آپ کو بشارت دی کہ آپ اس وقت تک فوت نہیں ہوں گے جب تک کاروبار کی حالت پہلے جیسی نہ ہو جائے۔

چنانچہ خدائی وعدوں کے مطابق حالات آہستہ آہستہ بہتر ہوتے گئے اور بارہ سال کے بعد خوشحالی کا دور لوٹ آیا۔

درویشی

حضرت چوہدری نصراللہ خاں صاحب والد محترم حضرت چوہدری محمد ظفراللہ خاں صاحب ایک مشہور اور کامیاب وکیل تھے مگر آپ نے انتہائی کامیاب پریکٹس چھوڑ کر زندگی وقف کر دی اور پھر ساری عمر درویشی کے ساتھ گزار دی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیر افریقہ کے مربی تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنی مشکلات کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا

"یہاں احمدی مربی کو کنوئیں کا پانی بھی میسر نہیں آتا۔ گھنے جنگلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ وہ جو دودھ گھی وغیرہ سے تیار شدہ مٹھائیاں استعمال کرتے ہیں ان کو بتا دیں کہ خادمِ احمد کے لئے یہ چیزیں یہاں ممنوع ہیں۔"

سب کچھ دے دیا

مالی تنگی کے باوجود خدا کی راہ میں خرچ کرنا بلکہ سب کچھ پیش کر دینا واقعی صبر کا انتہائی بلند مقام ہے۔

حضور کے ایک رفیق بابو فقیر علی صاحب امرتسر میں تھے کہ حضور کی طرف سے چندہ لینے والے پہنچ گئے۔ آپ کے پاس اس وقت ٹین میں صرف آدھ سیر کے قریب آٹا تھا۔ آپ نے وہی پیش کر دیا اور اس رات آپ اور آپ کے اہل و عیال بھوکے سو گئے۔

(الفضل ۱۸ جنوری ۱۹۷۷ء)

حضور کے ایک رفیق سائیں دیوان شاہ صاحب اپنے قادیان آنے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں۔

"میں چونکہ غریب ہوں چندہ تو دے نہیں سکتا۔ قادیان جاتا ہوں تاکہ مہمان خانہ کی چارپائیاں بُن آؤں اور میرے سر سے چندہ اتر جائے۔"

شکر کرو

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ الثالث سے یہ واقعہ خاکسار راقم الحروف نے خود سنا کہ

بارش وغیرہ کے نتیجہ میں آپ کی کھڑی فصل کا نصف حصہ ضائع ہو گیا کارندے بڑے افسوس کے ساتھ آپ کو بتانے کے لئے آئے تو آپ نے فرمایا اس بات پر خدا کا شکر ادا کرو کہ نصف حصہ اللہ تعالیٰ نے ضائع ہونے سے بچا لیا ہے۔

جماعت احمدیہ کی تاریخ میں ایسے وقت بھی آئے کہ کارکنان کو کئی کئی ماہ تک گزارہ الاؤنس نہ دیئے جا سکے مگر سب نے نہایت اعلیٰ درجہ کے صبر اور استقلال کا مظاہرہ کیا۔ بھوک کا یہ عالم تھا کہ دفتر میں کام کرتے ہوئے کارکنوں پر غشی طاری ہو جاتی مگر کبھی اپنا حال ظاہر نہ کیا۔

بھوکے رہ کر

۱۹۲۳ء میں ہندوستان میں کارزار شدھی گرم کیا گیا۔ تو احمدی مربیان کا یہ حال تھا کہ وہ تیز چلچلاتی دھوپ میں کئی کئی میل روزانہ پیدل سفر کرتے۔ بعض اوقات کھانا تو الگ رہا پانی بھی نہیں ملتا تھا۔ اکثر اوقات کچا پکا باسی کھانا کھاتے یا بھنے ہوئے چنوں پر گزارا کرتے اور پانی پی لیتے۔ بعض اوقات صرف ستو ہی میسر آتے۔ ان کو ہدایت تھی کہ کسی کی دعوت قبول نہ کریں۔ انہیں رات کو جہاں جگہ ملتی سو جاتے دن کو سامان اٹھائے سفر کرتے رہتے اور کسی پر کھانے کا بوجھ نہیں ڈالتے تھے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۸ صفحہ ۳۴۲)

صوفی عبدالقدیر نیاز صاحب قریباً ۱۶ میل روزانہ کی اوسط سے پیدل سفر کرتے رہے۔

مکرم محمود مجیب اصغر صاحب بیان کرتے ہیں کہ:۔

میرے میٹرک کرنے کے بعد سے لے کر ہمارے گھر کی مالی حالت کافی تنگ رہی۔ والد صاحب کو واجبی سی تنخواہ میں گھر کے اخراجات اور دو تین بچوں کے بیک وقت کالجوں میں پڑھائی کا خرچ

معجون مقوی رحم
کمزوری رحم، ورم رحم کو دور کرتا ہے
شربت خانہ ساز
دائمی نزلہ، کھانسی، دمہ اور امراض سینہ کیلئے مفید شربت
معجون نوفل
سیلان الرحم کی تکلیف سے بچانے والی دوا۔
تریاقِ سل
سل دق جیسے موذی مرض اور لاعلاج کھانسی کے لئے
امساکی
مردانہ طاقت کی مشہور عالم دوا
خدمت میں پیش پیش
جدید دواخانہ خدمتِ خلق
گولبازار ربوہ
فون ۶۵۹
پوسٹ بکس ۵۸
کریسنٹ
جنرل سٹور اوکاڑہ
ڈسٹری بیوٹرز
ٹرانسپارکارپوریشن
سونے چاندی کے معیاری زیورات تیار کروانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
المبارک جیولرز
پروپرائیٹر
مبارک احمد
سی بلاک چوک دربار والا اوکاڑہ
• تقریبات کی معیاری فوٹوگرافی • پولارائیڈ پاسپورٹ سائز فوٹو • کاغذات کی اعلیٰ فوٹوسٹیٹ کے لئے تشریف لائیں
فوٹو ٹائم سٹوڈیو
گولبازار۔ ربوہ
پروپرائیٹر: عطاء المنان
فون ۷۳۶
فون ۶۱۳۸۶۳
ظہیر پلاسٹک کمپنی
ہر قسم کے لفافے پلاسٹک شاپنگ بیگ اور چھتوں کیلئے پلاسٹک بازار سے بارعایت خریدیں۔
پروپرائیٹر: شیخ ظہیر احمد شاہین۔
گول امین پور بازار نزد بیت الفضل۔ فیصل آباد
ہمارا نصب العین
بہتر اور بے لوث خدمت
ربوہ اور ربوہ کے گردونواح میں ہر قسم کی جائیداد کی خرید و فروخت کیلئے
آپکا اپنا با اعتماد ادارہ
پراپرٹی ہوم اینڈ پراپرٹی سنٹر
کمیٹی مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ
پروپرائیٹر: نعیم الرحمن ضیاء
نرینہ اولاد سے محروم حضرات اور اٹھراء کی شکار دُکھی عورتوں کیلئے
امید کی کرن
اٹھراء کی گولیاں
عورتوں اور بچوں کے علاج کیلئے ہم سے رجوع کریں
گولڈن پلز طاقت کا سرچشمہ
اعضائے رئیسہ کیلئے بے حد مفید اور مقوی
زیرِ نگرانی: مرض اٹھراء کے مشہور معالج حکیم عطاء الرحمن علوی اینڈ سنز ولد حکیم نظام جان
دواخانہ محافظِ صحت گول چوک اوکاڑہ
زیورات کے اعلیٰ ڈیزائن اور سونے کی پوری گارنٹی ہے
خصوصی رعایت
آپکی خدمت میں پیش کرتے ہیں
مراد جیولرز
۲۶۰۸۲
ریل بازار فیصل آباد
مراد کلاتھ ہاؤس
ریل بازار فیصل آباد
۳۲۷۴۰
۲۷۷۶۷

برداشت کرنا پڑتا تھا۔ مگر والدین نے ہمت اور دعاؤں سے کام کیا اور بچوں کو کبھی محسوس نہ ہونے دیا کہ کتنی مشکل سے سب اخراجات مہیا ہوتے ہیں۔

انجینئرنگ کرنے کے بعد جب مجھے نوکری ملی تو والدہ صاحبہ نے پہلی نصیحت یہ فرمائی کہ ہم پہلے کی طرح روکھی سوکھی کھاکر گزارہ کرلیں گے۔ مگر تم ہمیشہ حق حلال کی روزی کمانا اور کبھی ناجائز رزق کے قریب نہ پھٹکنا۔

ایک گرجے کے پادری نے احمدیت قبول کی۔ پہلے ان کا تمام انحصار گرجے سے ہونے والی آمد پر تھا۔ مگر انہوں نے سب کچھ چھوڑ دیا اور غریبانہ حالت میں گزارہ شروع کر دیا۔

رزق حلال

بھارت میں احمدیت کے ایک سخت مخالف پولیس ملازم نے بیعت کرنے کے ساتھ ہی رشوت لینی بالکل بند کر دی۔ چنانچہ ان کے ذریعے پہلے ان کے افسروں کو جو رشوت ملتی تھی۔ وہ بھی بند ہو گئی جس کی وجہ سے ان کے افسران شدید مخالف ہو گئے۔ اور کئی قسم کی مشکلات ان کے لئے کھڑی کیں مگر وہ ہر پہلو سے ثابت قدم رہے۔

گلاسگو میں احمدی مربی بشیر احمد صاحب آرچرڈ نہایت قلیل رقم میں گزارہ کرتے تھے۔ ۱۹۴۹ء میں ان کی شادی ہو گئی جس سے اخراجات میں اضافہ ہوا۔ لیکن انہوں نے مرکز سلسلہ سے اپنے مشاہرہ میں اضافہ کی کوئی درخواست نہ کی۔ بلکہ اکتوبر ۵۰ سے اپنا ماہانہ الاؤنس بھی بند کروایا اور خود پرانے حکمت، عطر اور سٹیشنری کی فروخت اور ٹائپ اور سائیکلو سٹائل کر کے مشن کے اخراجات چلاتے رہے۔

محنت کی کمائی

سپین کے احمدی مربی مولانا کرم الٰہی صاحب ظفر کو کہا گیا کہ جماعت کے پاس آپ کو دینے کے لئے رقم نہیں ہے لہذا مشن بند کر دیں۔ آپ نے اجازت لی کہ خود کماؤں گا۔ اس طرح سے مدتوں مرکز سلسلہ سے کوئی رقم نہ لی اور عطر بیچ کر معمولی رقم کماتے بچوں کو بھی پالتے اور اسی رقم سے مشن کے اخراجات پورے کرتے رہے اور کتابیں بھی شائع کرتے رہے۔

امام جماعت احمدیہ سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب ایدہ اللہ فرماتے ہیں یورپ کے بعض احمدی دکانداروں کے متعلق مجھے معلوم ہوا کہ ان کے ہوٹل کے کاروبار ہیں اور وہاں شراب بھی بکتی ہے۔ چنانچہ جب میں نے اس کا سختی سے نوٹس لیا کہ آپ کو یہ کاروبار چھوڑنا ہوگا تو اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بڑی بھاری تعداد ایسی تھی جنہوں نے اس کاروبار کو ترک کر دیا۔ بعضوں کو خدا تعالیٰ نے فوراً بہتر کاروبار بھی عطا کیا۔ بعض کو ابتلاء میں بھی ڈالا وہ لمبے عرصے تک دوسرے کاروبار سے محروم رہے لیکن وہ پختگی کے ساتھ اپنے اس فیصلے پر قائم رہے۔"

سیرالیون میں جماعت کے معلم ذکی صاحب سخت آزمائشوں سے گزرے۔ ریاست کویا کا دورہ کرتے ہوئے وہاں کے پیراماؤنٹ چیف نے انہیں ۳ پونڈ جرمانہ کر دیا۔ جبکہ ان کا ماہوار الاؤنس ڈیڑھ پونڈ تھا۔ یہ ۱۹۴۳ء کی بات ہے۔ وہ جرمانہ ادا نہ کر سکے تو چیف نے انہیں نیم برہنہ حالت میں ۳ ہفتہ کے لئے جیل میں ڈال دیا۔

حرف شکایت نہ آیا

سماٹرا کے مربی پر بعض اوقات تین تین دن کے فاقے آتے۔ گندا بدبودار پانی واحد گزارا تھا۔ مگر زبان پر حرف شکایت نہ آیا۔ ایک نئے علاقہ میں دعوت الی اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک مکان کرایہ پر لیا۔ کسی واقف نے ایک میز اور چٹائی تو دے دی مگر یہ خیال نہ کیا کہ خالی ہاتھ ہیں۔ اور کھانے پینے کی احتیاج ہے۔ دوست آتے گفتگو کر کے چلے جاتے۔ اس طرح تین دن فاقہ سے گزر گئے مکان میں ایک پرانا کنواں تھا جس کے گندے پانی پر گذارا تھا۔

آخر اپنے آپ کو خدا کے حوالے کیا اور دعا میں لگ گئے جس کے نتیجہ میں کچھ رقم آئی اور زندگی کا سامان ہوا۔

عبدالرحیم اشرف لکھتے ہیں:۔

ہزاروں اشخاص ایسے ہیں جنہوں نے اس نئے مذہب کی خاطر اپنی برادریوں سے علیحدگی اختیار کی۔ دنیاوی نقصانات برداشت کئے اور جان و مال کی قربانیاں پیش کیں۔

(ہفت روزہ المنیر لائلپور ۲ مارچ ۵۶ء صفحہ ۱۰)

یہ وہ جماعت ہے جس نے تقویٰ کی نئی مشعلیں روشن کی ہیں اور ایک دنیا سے اس کا اقرار کروایا ہے۔ پس بہت عظیم ہے وہ وجود جو ایمان کو ثریا سے دوبارہ زمین پر واپس لایا اور ہزارہا دلوں کو نور ایمانی سے منور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کی اس پر ہزار ہزار رحمتیں ہوں۔

خالص سونے چاندی کے
زیورات کا قدیم مرکز
شریف جیولرز
اقصیٰ روڈ۔ ربوہ
فون: دکان ۶۷۹
رہائش ۸۴۱

گلشن بیکرز رحمت بازار ربوہ
اچھی صحت کا راز اچھی غذا
ہمارا تعاون آپ کے خاندان کی صحت کا ضامن
گلشن بیکری
الناصر مارکیٹ نزد ایوان محمود جنوبی گیٹ ربوہ
تقریبات کیلئے مال آرڈر پر بھی سپلائی کیا جاتا ہے

رابعہ زری ہاؤس
PHONE : ۶۱۶۴۷۴
سلمہ ستارہ اور کڑھائی کا بہترین مرکز
نیز مشینی کڑھائی کا بھی بہترین
کام کیا جاتا ہے
گلی نمبر ۵۔ انار کلی بازار
فیصل آباد

ہر قسم کے چاول کی خرید و فروخت
کیلئے
ہماری خدمات حاصل کریں
میاں محمد یعقوب سنز
رائس مرچنٹ
بالمقابل مسجد اہلحدیث۔ منٹگمری بازار
فیصل آباد
فون ـــــ ۶۱۰۱۴۲

کریسنٹ کلاتھ ہاؤس
فون نمبر
۴۳۶۰
صدر بازار
اوکاڑہ

ہومیوپیتھک کلینک
حنیف
۱۷۶۔ بینک سکوائر مارکیٹ نزد شیزان بیکری ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
موسم سرما کے اوقات کار: اتوار سے جمعرات تک صبح ۹½ بجے سے ۱۲ بجے تک
شام ۵ بجے سے ۷½ بجے تک
ہر جمعہ کی شام اور ہفتہ کی صبح دواخانہ بند رہتا ہے۔
خاکسار: ڈاکٹر شیخ محمد حنیف آف کوئٹہ حال لاہور

مکرم عطاء المجیب صاحب راشد

ایک مخلص خادم سلسلہ کی رحلت

دفتر میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجتی ہے تو بارہا یہ خیال آتا ہے کہ ریسیور اٹھاتے ہی مکرم غلام احمد صاحب چغتائی کی آواز آئے گی "امام صاحب! آپ کے لئے فون ہے!" لیکن افسوس کہ اب کبھی ایسا نہ ہو پائے گا کیونکہ چغتائی صاحب تو ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو اس دنیائے فانی سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو کر ایک دوسری دنیا میں جا بسے ہیں جہاں سے کبھی کوئی واپس نہیں آیا۔ ان کی رحلت کو آج ایک ماہ سے زائد عرصہ گذر گیا ہے لیکن پھر بھی اس بات کا یقین نہیں آتا۔ بیت الفضل لندن کے گرد و نواح میں آج بھی اس نہایت مخلص و بے لوث، ہنس مکھ خادم سلسلہ کی آواز کی گونج سنائی دیتی ہے اور احباب میں ان کی نیک سیرت کا تذکرہ جاری ہے اور لمبے عرصہ تک جاری رہے گا۔

۱۹۸۵ء میں آپ کا دل کا بائی پاس کا اپریشن ہوا۔ اپریشن کے بعد کچھ ایسی پیچیدگی ہو گئی کہ ڈاکٹروں نے مایوسی کا اظہار کرنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے اس موقعہ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی دعاؤں کی قبولیت کا ایک عظیم معجزہ دکھایا۔ حضور نے دعا بھی کی اور دوا بھی عطا فرمائی۔ راتوں رات ان کی کایا پلٹ گئی اور چند دنوں میں آپ صحت یاب ہو کر ہنستے مسکراتے ہسپتال سے گھر آ گئے۔ خدمتِ دین کا شوق اور جذبہ تو ابتداء سے ہی تھا لیکن یوں لگتا ہے کہ اپریشن کے بعد جب خدا تعالےٰ نے اپنے فضل سے گویا انہیں ایک نئی زندگی عطا فرمائی تو ان کا یہ جذبۂ خدمت ایک جنون کی کیفیت میں بدل گیا۔ صحت کی کمزوری اور ڈاکٹروں کی طرف سے آرام کرنے کی ہدایت کے باوجود جب دیکھو وہ خدمت پر کمربستہ نظر آتے تھے خدمت بھی اللہ تعالےٰ نے ان کو ایسی عطا فرمائی تھی کہ گویا ان کی روح کی غذا کا کام دیتی تھی۔ حضور انور کے لندن تشریف لانے کے بعد آپ کے سپرد ٹیلیفون کی ڈیوٹی ہوئی۔ بظاہر دفتر میں بیٹھنے اور بولنے کی معمولی سی خدمت نظر آتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بہت ہی نازک اہم اور ذمہ داری کی خدمت ہے اور مکرم چغتائی صاحب نے اس اہم ذمہ داری کے سب تقاضوں کو ایسے رنگ میں نبھایا کہ کچھ عرصہ کے بعد یوں محسوس ہونے لگا کہ آپ سے زیادہ موزوں آدمی شائد اس کام کے لئے اور کوئی نہیں۔ اس ڈیوٹی کی برکت سے ایک طرف حضور انور کا قرب انہیں نصیب تھا تو دوسری طرف دنیا کے کونے کونے سے رابطہ کرنے والوں سے سب سے پہلے گفتگو بھی آپ ہی کی ہوتی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ نوٹ پڑھنے والوں میں بہت سے ایسے دوست ہوں گے جو غائبانہ طور پر فون کے اس رابطہ کی وجہ سے اس خادمِ سلسلہ سے متعارف ہوں گے۔

مکرم غلام احمد صاحب چغتائی ۱۹۵۵ء میں لندن آ کر آباد ہوئے۔ ہمیشہ آپ کا مشن سے بہت قریبی رابطہ رہا۔ ۱۹۷۰ء مجھے پہلی بار آپ کو قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا جب میں بطور نائب امام لندن آیا۔ میں نے آپ کو ایک ہمدرد اور مخلص صاف گو دوست کے رنگ میں دیکھا اور وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ میرا یہ تاثر اور بھی گہرا ہوتا گیا بلکہ ان کے خوبصورت کردار کے کئی اور پہلو ابھر کر سامنے آنے لگے۔ ابتداء میں آپ نے جماعت کے سیکرٹری دعوت وارشاد کے طور پر خدمت سرانجام دی۔ محصل کے طور پر بھی کام کیا۔ دفتری امور میں معاونت کا سلسلہ بھی ہمیشہ جاری رہا۔ حضور انور کے یہاں تشریف لانے کے بعد شعبہ ٹیلیفون کی ذمہ داری نہایت احسن رنگ میں نبھائی۔ ان کی یہ خدمت ہمیشہ یادگار رہے گی۔ کمزوریٔ صحت کے باوجود، طبیعت پر بوجھ ڈال کر بھی اس خدمت کو جاری رکھتے۔ بسا اوقات اسی دوران طبیعت زیادہ خراب ہو جاتی تو بادل نخواستہ خدمت چھوڑ کر چلے جاتے لیکن جونہی طبیعت ذرا سنبھلتی تو پھر خدمت پر حاضر ہو جاتے اور اکثر کہا کرتے کہ جب تک میں کام پر نہ آ جاؤں میری طبیعت کو سکون نہیں ملتا۔

محنت اور خلوص کے ساتھ ساتھ طبیعت میں احتیاط کا پہلو غالب تھا۔ سلسلہ کے ساتھ بے لوث عقیدت اور سلسلہ کے اموال کا بہت درد رکھتے تھے۔ ہمیشہ اس بات پر فکرمندی کا اظہار کرتے کہ فون کا بل بہت زیادہ آتا ہے اس کو کس طرح کم کیا جا سکتا ہے اس کے لئے عملی تدابیر بھی اختیار کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ فون کے غیر ضروری استعمال کی حوصلہ شکنی کرتے۔ اس سلسلہ میں کسی فرد کی ناراضگی کو خاطر میں لائے بغیر افسرانِ مجاز کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرنا اپنا فرض سمجھتے۔ نیت صرف یہ ہوتی تھی کہ سلسلہ کا خرچ کم ہو اور اسراف کی ہر راہ بند کی جائے۔ اس سلسلہ میں انہیں بڑی ہمت سے اپنے موقف پر قائم رہنا پڑتا تھا اور میں نے یہ نوٹ کیا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے آپ کو اس میدان میں بڑی استقامت عطا فرمائی تھی۔

بڑے زندہ دل اور ہنس مکھ انسان تھے۔ ٹیلیفون کی ڈیوٹی پر کئی تلخ تجربات بھی ہو جاتے ایسے مواقع پر پوری ذمہ داری سے اپنے فرض کو ادا کرتے۔ لیکن طبیعت کا بوجھ ہلکا کرنے کے لئے بعد میں ان تجربات کی روداد بہت لطف لے کر سناتے۔ ان کی زندہ دلی بھی یقیناً ان کی صحت کا ایک راز تھی۔ ایک بار کہنے لگے کہ لمبے عرصہ تک ٹیلیفون کی ڈیوٹی دینے کے بعد اب یہ حال ہو گیا ہے کہ رات کو سوتے ہوئے بھی یہ محسوس ہوتا ہے کہ جیسے فون کی گھنٹیاں بج رہی ہیں۔ اور میں فون کی ڈیوٹی پر بیٹھا ہیلو ہیلو کہہ رہا ہوں۔ ان کی زندہ دلی کا ایک عجیب واقعہ ایک دوست نے اس وقت سنایا جب ان کی تدفین کے بعد احمدیہ قبرستان بروک وڈ (BROOK WOOD) میں چند دوست ان کا ذکر خیر کر رہے تھے۔ اس دوست نے بتایا کہ آج ان کی طبیعت اچھی نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ ہمت کر کے آ گئے ہیں اور اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ میرے کانوں میں ابھی تک چغتائی صاحب کی ایک بات گونج رہی ہے۔ بتانے لگے کہ کچھ عرصہ قبل ایک جنازہ کے ساتھ تدفین کے لئے جانے والوں کی تعداد بہت کم تھی۔ اس موقعہ پر چغتائی صاحب نے اپنے اس دوست کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ بھئی آپ میرے جنازہ کے ساتھ تدفین کے لئے ضرور جانا ورنہ میں نے تابوت میں سے سر اٹھا کر دائیں بائیں دیکھ لینا ہے کہ کون کون آیا ہے!

مکرم چغتائی صاحب کی ایک نمایاں خوبی آپ کی نظامِ امامت سے عقیدت اور محبت تھی۔ بہت گہرا اور قلبی تعلق تھا۔ فدائیت اور اطاعت کی روح بہت نمایاں تھی۔ ان کی وفات کی خبر آئی تو اس صدمہ کا اظہار واضح طور پر حضور انور کے چہرۂ مبارک سے ہوتا تھا۔ ۲ نومبر کی نماز جمعہ سے قبل حضور نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اپنے دستِ مبارک سے ان کی پیشانی کو چھو کر برکت عطا کی۔ جنازہ اور تدفین میں غیر معمولی طور پر کثیر احبابِ جماعت نے شرکت کی۔ ہر ایک مغموم اور ان کی خوبیوں کا مداح تھا۔ اللہ تعالےٰ ان سے محبت اور پیار کا سلوک فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔ اللہ تعالےٰ ان کے جملہ پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو اور صبرِ جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت ہی اخلاص سے خدمتِ سلسلہ بجا لانے والی ہیں اللہ تعالےٰ یہی روح ان کے سب بچوں میں پیدا فرمائے۔

احباب جماعت احمدیہ کو نیا سال
مبارک
ہو
شیزان
پاکستان میں
تازہ پھلوں کی مصنوعات
بنانے والا
سب سے بڑا ادارہ
FRUIT SALAD
Mango Juice
GARDEN PEAS
ANAR SQUASH
LEMON BARLEY SQUASH
MANGO SQUASH
ORANGE SQUASH
TOMATO KETCHUP
ONION
MIXED PICKLE
MANGO
LIME
ORANGE JUICE
PINEAPPLE
APPLE
Shezan International Ltd., Lahore-Karachi.
adcom 111-89
شیزان انٹرنیشنل لمیٹڈ (پرائیویٹ)
لاہور کراچی

مکرمہ سعیدہ احسن صاحبہ

دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ اور احباب جماعت کی آپس میں محبت

قارئین الفضل جانتے ہیں کہ امسال جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ یو۔ کے ۲۷، ۲۸ اور ۲۹ جولائی کو ہوا اور حسب سابق لندن سے بہ میل کے فاصلہ پر واقع اسلام آباد نامی جگہ میں منعقد ہوا۔ محض خدا کے فضل سے اس مرتبہ خاکسار کو بھی اس جلسہ میں شمولیت کی توفیق ملی تمام تعریفیں خدائے بزرگ و برتر کو ہی حاصل ہیں جس نے یہ موقع فراہم کر دیا۔ مئی سے تیاری کا آغاز ہوا، پاسپورٹ انٹرویو اور ویزا کے مراحل میں سے گزرنے کے بعد جب روانگی کافی حد تک یقینی ہو گئی تو اپنے عزیزوں، رشتہ داروں کے علاوہ دوستوں اور شناساؤں کو بھی دعا کی غرض سے بتانا شروع کر دیا کہ جلسہ سالانہ لندن کے لئے جا رہی ہوں۔ اس کے جواب میں سب نے ہی بے ساختہ کہا، آپ تو بہت خوش قسمت ہیں جلسہ پر جا رہی ہیں حضور سے ملاقات کے موقع پر ہماری طرف سے بھی محبت بھرا سلام اور دعا کی درخواست کرنا"۔ بہن بھائیوں، عزیز رشتہ داروں کے علاوہ بہت ساری واقف کار بہنوں نے جس والہانہ انداز سے پیارے آقا کے حضور تحفۂ سلام اور دعا کی درخواست پیش کرنے کے لئے کہا اس نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا کہ حضور سے ملاقات کا وقت تو چند منٹ ہو گا۔ میں کس طرح سب کی خواہش پوری کر سکوں گی۔ چنانچہ روانگی سے قبل حضور کی خدمت میں خط لکھا جس کا نفسِ مضمون کچھ اس طرح تھا۔

پیارے آقا! مجھے جلسہ میں شمولیت کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔ کامیاب سفر کی درخواستِ دعا کے ساتھ مندرجہ ذیل کی طرف سے محبت بھرا تحفۂ سلام اور دعا کی درخواست بھی پیش خدمت ہے۔ اس کے بعد ایک فہرست کی شکل میں اجتماعی رنگ میں بہن بھائیوں، عزیز رشتہ داران دوستوں، احمدی سٹاف جامعہ نصرت، ہمسائیوں، اہلِ محلہ اور ربوہ کی تمام ممبرات کی طرف سے بھی سلام اور دعا کی گزارش کر دی اور یہ خط ملاقات کے وقت خود حضور کو پیش کر دیا۔ ۱۵ اگست کو ہم بخیریت واپس ربوہ آ گئے۔ گھر میں سب نے حضور کی خیریت اور جلسہ کے حالات پوچھے دو روز بعد ہمارے ایک محلہ میں ختم قرآن کی تقریب تھی۔ مجھے بھی مدعو کیا گیا۔ پروگرام کے اختتام پر صدر صاحبہ محلہ نے جلسہ کے حالات سنانے کیلئے کہہ دیا اور یہ اعلان بھی کیا کہ خاکسار حال میں ہی جلسہ سالانہ لندن سے واپس آئی ہے۔ اس پر تمام حاضرات کا اشتیاق قابل دید تھا۔ سب ہمہ تن گوش تھیں۔ خاکسار نے حضور کی تقاریر کے چیدہ چیدہ حصے بیان کئے اور دعا کے ساتھ یہ محفل برخواست ہوئی۔ مگر روانگی سے قبل بہت سی بہنوں نے خاکسار سے مصافحہ کیا (خیال رہے یہ عزت افزائی پیارے آقا کی زیارت اور جلسہ میں شامل ہونے کی وجہ سے تھی۔ ورنہ مجھے اپنی حیثیت خوب معلوم ہے) اور ہر ایک نے یہ پوچھا: حضور خیریت سے تھے؟ حضور کی صحت اچھی تھی؟ آپ نے ہمارے لئے بھی دعا کی درخواست کرنی تھی سلام عرض کرنا تھا۔ اسی دوران تین چار ممبرات ایسی میرے سامنے آئیں جن کی ظاہری حالت دیکھ کر ہر کوئی انہیں غریب کہے گا۔ مگر وہ اپنے آقا کی محبت کی دولت سے مالا مال تھیں۔ مصافحہ کیا اور آنسو پیتے ہوئے کہنے لگیں۔ حضور کی زیارت و ملاقات تو اب وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے پاس پیسہ ہو، ہم غریبوں کے لئے تو بہت مشکل ہے لندن جانا۔ ان کے اس بے ساختہ اظہار نے جذبات میں ہلچل مچا دی اور بمشکل اپنے آپ کو سنبھالا انہیں تسلی دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی دعاؤں کو قبول فرمائے گا اور ایک دن ضرور حضور کو واپس لائے گا۔ ہم سب کی آنکھیں ٹھنڈی کرے گا۔ پھر چند روز کے بعد لجنہ اماء اللہ پاکستان کی ایک اور تقریب میں شامل ہونے کا موقع ملا۔ جس نے دیکھا والہانہ انداز سے مصافحہ کیا، گلے ملے اور پھر وہی ورد شروع ہو گیا۔ جلسہ پر جانے کی مبارکباد ہو۔ جلسہ کیسا رہا؟ حضور کیسے تھے؟ انفرادی ملاقات ہوئی؟ اس دوران کیا کیا باتیں ہوئیں؟ اسی دوران ایک بہن کچھ فاصلے پر حیرت سے میری طرف دیکھ رہی تھیں اور زبان حال سے کہہ رہی تھی اسے آج کون سے سرخاب کے پر لگ گئے ہیں کہ شہد کی مکھیوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ ساتھ والی بہن سے وضاحت پوچھی اور پھر مسرت آمیز آواز سے نام لے کر کہا۔ اچھا! یہ بات ہے۔ اللہ کی تم پر سلامتی ہو۔ بہت بہت مبارک ہو جلسہ پر جانے کی۔ میں بھی کہوں یہ آج آپ نے کون سا کارنامہ انجام دے دیا ہے جو سب کی نگاہوں کا مرکز بنی ہوا در میں ایک مرتبہ پھر واضح کر دوں کہ اس عزت افزائی کا تمام تر سہرا ہمارے محبوب امام کی ذات والاصفات ہے۔

قارئین! مجھے جلسہ سے واپس آئے پانچ ماہ ہونے کو آئے ہیں اور اب تک بیسیوں مختلف بہنوں نے ملاقات کے وقت بالکل ایک جیسے سوال کئے کہ حضور سے ملاقات ہوئی؟ حضور خیریت سے تھے؟ صحت کیسی تھی؟ ملاقات کے دوران حضور نے کیا باتیں کیں؟ کسی خدا کی بندی نے یہ نہیں پوچھا کہ تم نے لندن جا کر کیا کچھ دیکھا۔ وہاں کے شب و روز کیسے تھے؟ کتنی شاپنگ کی اور لندن پسند آیا۔ وغیرہ وغیرہ ــ سب احمدی خواتین کی ایک ہی سوچ، ایک ہی تڑپ اور ایک ہی لگن ــ اپنے عزیز از جان آقا سے سچا اور سُچا عشق، ظاہری فاصلے بُعد اور جدائی کا قلق ــ سوچتی ہوں یہ سب کیا ہے۔ کس چیز نے احمدی خواتین کو اتنا منجھا ہوا اور شائستہ بنا دیا ہے اور دنیا کے پردہ پر ایک منفرد مقام عطا کر دیا ہے کہ ہر احمدی خاتون کی سوچ کا دھارا ایک ہی طرف، ایک ہی جیسا اور ایک ہی تڑپ ہے ــ جبکہ دنیا کے اسی پردہ پر عورت ذات کی تو کوئی وقعت نہیں اسے جاہل، فاطر العقل، بے حیثیت اور بے وقعت سمجھا جاتا ہے اس کے حقوق غصب کئے جاتے ہیں اور بڑی بڑی مہذب اور متمدن کہلانے والی قوموں میں ان سے جانوروں جیسا سلوک کیا جاتا ہے ــ

میری اس سوچ کا جواب تو تاریخ احمدیت دے گی، مستقبل کا مؤرخ دے گا کیونکہ اس دورِ نامدار میں گویائی کا یارا نہیں، بس جو کڑی سامنے آتی ہے سہے جاتے ہیں۔

ــ مگر اپنے آقا کے لئے یہ انمٹ نقوش محبت۔ جذب اور کشش کی کیفیت ہر سچے احمدی کے دل و دماغ میں رچی بسی ہے۔ ان جذبات کو دنیا کی کوئی تحریک، حرص و آز اور زنداں میلا اور گدلا نہیں کر سکتی۔ قارئین! اب اس تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھئے۔ ابتداء میں جس خط کا ذکر کیا گیا ہے اس کا حضور کی طرف سے درج ذیل جواب موصول ہوا:۔

پیاری مکرمہ ۔۔۔ تم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی سلامتی، رحمت اور برکت کا مورد ہو ــ آپ کا پرخلوص خط ملا۔ پرخلوص تحفہ کا شکریہ۔ اللہ تعالیٰ بہترین جزائے خیر دے۔ آپ کے سفر کو بابرکت فرمائے اور دعائیں قبول ہوں۔ جن خواتین نے سلام بھیجا ہے ان کو میرا بہت بہت سلام دیں۔ میں نے سب کے لئے دعا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مرادیں پوری فرمائے۔

خاکسار مرزا طاہر احمد

(۱ خاکسار نے حضور کی خدمت میں پگڑی پیش کی۔ حضور کا مستعمل قمیض تبرکاً طلب کیا جو آپ کی طرف سے لندن میں ہی موصول ہو گیا (سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہی ہیں)

یہ تو میرے خط کا شفقت بھرا جواب تھا۔ مگر جو نظارہ ملاقات کے دوران ان آنکھوں نے دیکھا، قلم اسے احاطۂ تحریر میں لانے سے قاصر ہے۔ پرمسرت کھلے ہوئے چہرے کے ساتھ حضور پرنور نے یوں لپک کر میرے دونوں چچا جان اور چچا زاد بھائیوں سے مصافحہ کیا اور گلے ملے کہ کیا کوئی باپ اپنے برسوں سے بچھڑے ہوئے اکلوتے بیٹے سے ملے گا۔ اس وقت دل نے سوچا مرد حضرات کتنے خوش قسمت ہیں۔ الوداعی ملاقات کے دوران حضور نے خاکسار اور چچی جان کے سر پر دست شفقت پھیرا اور یوں آتش حسرت کا کچھ مداوا ہوا۔ اس نظارے نے مجھے ایک اور ایسے ہی نظارے کی یاد دلا دی ہے جس کا ذکر کرنے سے رک نہیں سکتی۔ اور وہ برسوں پہلے دیکھا ہوا اک خواب کا نظارہ ہے۔ سیدنا حضرت محمود کا زمانہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضور قادیان میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مزار مبارک کے پاؤں کی طرف تشریف فرما ہیں۔ حضور کے سامنے چاردیواری کے اندر کچھ احمدی احباب کھڑے ہیں جو اپنے چہروں اور خد و خال سے بڑے

ہی پاکباز نظر آتے تھے۔ سب باری باری حضور کے پاس آکر نہایت محبت اور عقیدت سے مصافحہ کرتے ہیں اور حضور ہر ایک کو نہایت عمدہ قسم کا ایک ایک چوغہ عطا فرماتے جاتے ہیں۔ اس وقت میں سمجھتی ہوں کہ حضور مالِ غنیمت تقسیم فرما رہے ہیں۔ خاکسار حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) کے مزار مبارک کے قریب کھڑی ہے اور دل ہی دل میں یہ سوچ رہی ہے کہ مردکتنے خوش بخت ہیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں کتنی فضیلت عطا کی ہے۔ ان خیالات کا آنا تھا کہ مَیں نے دیکھا حضور میری طرف دیکھ رہے ہیں اور اپنا دایاں ہاتھ میری طرف کیا ہوا ہے۔ قریب گئی تو حضور نے چاندی کے دو روپے مجھے عطا کئے ـــ یہ خواب حضور کو تحریر کیا گیا۔ حضور کا جواب آیا: اللہ تعالیٰ آپ کے ایمان اور اخلاص میں برکت دے۔ یہ خواب بابرکت ہے۔

ـــ قارئین! پیار محبت، کشش و جذب کے یہ انوکھے سے نظارے اگر آپ کو اس جیتی جاگتی دنیا میں کہیں اور نظر آتے ہیں تو ذرا ان کی نشاندہی کیجئے۔ جہاں آقا و غلام، طالب و مطلوب اس طرح یک جان ہوں۔ لیکن میدانِ محبت میں ہم ایک نہیں ہیں۔ ہمارا آقا بہت آگے ہے۔ کہیں آگے ہے وہ تو میدانِ محبت کا شاہسوار ہے۔ ہم شب کو سکون کی نیند سوتے ہیں جبکہ وہ رات بھر اپنے ربِّ ذوالجلال کے حضور سجدہ ریز رہتے ہیں۔ ہماری چارہ گری کیلئے ہمارے دکھوں کا مداوا کرانے کیلئے۔

قارئین! یہ مصرع جو بطور عنوان ہے "دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی"! اس وقت قطعاً یاد نہیں کس شاعر کا ہے۔ اور اس کا سیاق و سباق کیا ہے۔ ممکن ہے، گل و بلبل کی زبان سے ادا کیا گیا ہو یا کسی عاشق کی داستانِ عشق کا عنوان ہو۔ بخدا کچھ بھی تو یاد نہیں آرہا۔ ہاں مگر یہ اس کششِ پُرکیف اور اس آبشارِ محبت کے دھارے کی مزدر ہلکی سی عکاسی کرتا ہے جو افرادِ جماعت احمدیہ اور امام جماعت احمدیہ کے مابین جاری و ساری ہے۔

اے اللہ ہم تیرے بالکل گئے گذرے بندے ہیں، تجھ سے مانگنے کا قرینہ بھی نہیں آتا۔ تو ہمیں بالکل ویسا بنا دے جیسا ہمارے امام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور تو ہمیں توفیق دے۔ اور تو ہمیں توفیق دے اپنے آقا کے ہر حکم کی تعمیل کی اور تو ہمارے آقا کی سب دعائیں قبول فرما کہ بجز تیرے اس بھری دنیا میں ہمارا کوئی بھی معین و مددگار نہیں۔

تربیت کا ایک اہم ذریعہ ـــ دعا

حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں:

"مغلوب الغضب اور سبک سر اور طائش العقل ہرگز سزاوار نہیں کہ بچوں کی تربیت کا متکفل ہو۔ جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔ مَیں التزاماً چند دعائیں ہر روز مانگا کرتا ہوں۔

اوّل:۔ اپنے نفس کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ خدا مجھ سے وہ کام لے جس سے اسکی عزت و جلال ظاہر ہو اور اپنی رضا کی پوری توفیق عطا کرے۔

دوم:۔ پھر اپنے گھر کے لوگوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ ان سے قرۃ عین عطا ہو اور اللہ تعالیٰ کی مرضیات کی راہ پر چلیں۔

سوم:۔ پھر اپنے بچوں کے لئے دعا مانگتا ہوں کہ یہ سب دین کے خدام بنیں۔

چہارم:۔ پھر اپنے مخلص دوستوں کے نام بنام

پنجم:۔ اور پھر ان سب کے لئے جو اس سلسلہ سے وابستہ ہیں۔ خواہ ہم انہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے"۔ (الحکم ۲۴ر جنوری ۱۹۰۰ء)

"اولاد کی خواہش تو لوگ کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ وہ اولاد کی تربیت اور ان کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی اور فکر کریں۔ نہ کبھی ان کے لئے دعا کرتے ہیں اور نہ مراتب تربیت کو مدِّنظر رکھتے ہیں۔

میری اپنی تو یہ حالت ہے کہ میری کوئی نماز ایسی نہیں ہے جس میں مَیں اپنے دوستوں اور اولاد اور بیوی کے لئے دعا نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اولاد کی خواہش کو اس طرح پر قرآن میں بیان فرمایا ہے:۔

خدا تو ہم کو ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما دے اور یہ تب ہی میسر آسکتی ہے کہ وہ فسق و فجور کی زندگی بسر نہ کرتے ہوں۔ بلکہ عباد الرحمٰن کی زندگی بسر کرنے والے ہوں اور خدا کو ہر شے پر مقدم کرنے والے ہوں اور آگے کھول کر کہہ دیا کہ اولاد اگر نیک اور متقی ہو تو یہ ان کا امام ہی ہوگا۔ اس سے گویا متقی ہونے کی بھی دعا ہے"۔ (الحکم ۲۴ر ستمبر ۱۹۰۱ء)

بچوں کا کالم

بزدلی سے نہیں ہمّت سے مار کھاؤ

حضرت فضلِ عمر فرماتے ہیں:۔

مجھے اپنے بچپن کا ایک واقعہ ہمیشہ یاد رہتا ہے۔ میں چھوٹا تھا۔ میں نے اور دوسرے بچوں نے مل کر جہلم سے ایک کشتی منگوائی وہ کشتی نیلام ہوئی تھی۔ اور ہمیں سستی مل گئی تھی یوں تو ویسی کشتی ان دنوں سو سوا سو روپیہ میں تیار ہوتی تھی۔ مگر ہمیں صرف ۱۷ر روپیہ میں مل گئی اور ۲۶ر روپے کرایہ لگا۔ جب وہ یہاں آگئی تو جو خریدنے والے تھے۔ ان میں سے کئی باہر چلے گئے اور آخری نگران میں ہی مقرر ہوا۔ ہم نے اسکو ایک زنجیر سے باندھ کر ڈھاب کے کنارے رکھا ہوا تھا۔ بعض دفعہ جب ہم وہاں موجود نہ ہوتے تو لڑکوں نے کشتی کو کھول کر لے جانا اور خوب کودنا اور چھلانگیں لگانی اور چونکہ وہ بے احتیاطی سے استعمال کرتے تھے اسلئے کشتی کے تختے روز بروز ڈھیلے ہوتے چلے گئے میں نے اسکے انسداد کے لئے کچھ دوست مقرر کر دئے اور انہیں کہہ دیا کہ تم نگرانی رکھو اور پھر کسی دن اگر لڑکے کشتی کو کھول کر پانی میں لے جائیں تو مجھے اطلاع دو۔ چنانچہ ایک دن قادیان کے بہت سے لڑکے اکٹھے ہو کر وہاں گئے انہوں نے کشتی کھولی اور خوب کودنا پھاندنا شروع کر دیا۔ اسی طرح پانی میں کوئی کشتی کو ادھر سے کھینچتا کوئی ادھر سے۔ مجھے بھی اطلاع ہوئی میں غصے سے ہاتھ میں بید لئے دوڑتا ہوا وہاں چلا گیا اور وہاں چاروں طرف لڑکے مقرر کر دئے کہ کسی کو بھاگنے نہیں دینا جب لڑکوں نے ہمیں دیکھا تو انہوں نے اِدھر اُدھر بھاگنا چاہا۔ مگر چاروں طرف آدمی کھڑے تھے۔ آخر وہ اسی طرف آئے جس طرف میں کھڑا تھا اور کشتی کو کنارے پر لگاتے ہی بھاگ کھڑے ہوئے اور تو نکل گئے لیکن ایک قصاب کا لڑکا میں نے پکڑ لیا اور گو وہ مجھ سے بہت مضبوط تھا اور اس کا جسم بھی ورزشی تھا۔ مگر میں جانتا تھا کہ وہ میرا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ کچھ اس میں فطرت کی اس کمزوری کا بھی دخل تھا کہ میں سمجھتا تھا کہ یہ لوگ ہم پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے کیونکہ ہم یہاں کے مالک ہیں۔ غرض بچپن کی جو ناعقلی ہوتی ہے کہ انسان اپنے رعب سے بعض دفعہ ناجائز فائدہ اٹھا لیتا ہے۔ اس کے مطابق میں نے بھی زور سے ہاتھ اٹھا کر اسے مارنا چاہا۔ اس نے پہلے تو اپنا منہ بچانے کے لئے ہاتھ اٹھایا جس پر مجھے اور زیادہ طیش آیا اور میں نے زیادہ سختی سے اسے تھپڑ مارنا چاہا۔ مگر ابھی اسے تھپڑ نہیں مارا گیا تھا کہ اسنے اپنا منہ میرے سامنے کر دیا اور کہنے لگا۔ لو جی مار لو۔ اس پر یک دم میرا ہاتھ نیچے گر گیا اور میں شرمندہ ہوا کہ فتح آخر اسکی ہوئی حالانکہ جسمانی لحاظ سے گو وہ مجھ سے طاقت ور تھا۔ مگر رعب کے لحاظ سے وہ مجھ سے کمزور تھا لیکن چونکہ اسنے مقابلے سے انکار کیا اور کہا کہ مار لو۔ تو میری انسانیت نے مجھے کہا کہ اب اگر تو نے اسے مارا تو انسان کہلانے کا مستحق نہیں رہے گا۔ لیکن اگر وہ تندرست اور زبردست نوجوان ہونے کی بجائے ایک چھوٹا سا بچہ ہوتا۔ اسکی پیٹھ میں خم ہوتا اسکے سینے میں گڑھا پڑا ہوا ہوتا۔ اس کی گردن دبلی پتلی ہوتی اس کی ناک سے رال بہہ رہی ہوتی اور وہ کہتا مار لو تو مجھ پر کچھ بھی اثر نہ ہوتا کیونکہ میں جانتا کہ اس میں مقابلے کی طاقت ہی نہیں۔ پس میں نے اگر جسمانی ورزش کی ہدایت دی ہے تو اس لئے کہ تمہاری قربانی دنیا کو سچی معلوم ہو۔ یہ نہ ہو کہ تم ماریں بھی کھاؤ اور قربانی بھی سچی معلوم نہ ہو۔ وہ مار لوگوں کے لئے ہدایت کا موجب بنتی ہے۔ جو طاقت رکھتے ہوئے کھائی جائے۔ مگر جو مار بزدلی کی وجہ سے کھائی جائے اس سے

حقارت اور نفرت بڑھتی ہے جب لوگ یہ سمجھیں کہ وہ ایک تھپڑ ماریں تو دوسرا دو تھپڑ مار سکتا ہے۔ وہ اگر ایک گال پر خراش پیدا کریں تو دوسرا ان کے دانت نکال سکتا ہے۔ وہ اگر کھوپڑی پر چوٹ لگائیں تو دوسرا ان کے سر پھوڑ سکتا ہے۔ تو اگر ایسی طاقت رکھنے والا انسان کمزور انسان سے کہے میں تم سے مار کھا لیتا ہوں تو دوسرے انسان کے دل پر ضرور چوٹ پڑتی ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے کہ کوئی ایسی طاقت ہے جس نے اسے اتنی بڑی قربانی کرنے پر آمادہ کر دیا

درخواست دعا

○ مکرم عبدالمالک صاحب نمائندہ الفضل لاہور اپنے بچوں کے امتحانات میں کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کرتے ہیں۔ احباب تمام احمدی بچوں کے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں نمایاں کامیابیاں عطا کرے۔

تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرو

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ (الاوّل) فرماتے ہیں

"میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں کہ تقویٰ اختیار کرو۔ تقویٰ کی راہوں پر چلتے چلتے اس حد تک پہنچ جاؤ گے کہ تمہاری موت ایک فرمانبرداری کی موت ہوگی اور یہ حالت اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے کہ انسان پہلے ہی تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرے"۔

(خطباتِ نور صـ۱۹۳، حصہ دوم)

تکلیف تمہاری اصلاح کے لئے آتی ہے

حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب امام جماعت احمدیہ (الاوّل) فرماتے ہیں

"تم زبان سے اللہ کی تسبیح کرو تو اس کے ساتھ دل سے بھی ایسا اعتقاد کرو اور اپنے دل کو تمام قسم کے گندے خیالات سے پاک کر دو۔ اگر کوئی تکلیف پہنچے تو سمجھو کہ مالک ہماری اصلاح کے لئے ایسا کرتا ہے"۔

(خطباتِ نور صـ۱۴۶، حصہ دوم)

بقیہ: ص ۲۵ سے آگے

سے فارغ ہو کر جب میں واپس قادیان آیا تو گھر جانے کی بجائے سیدھا بیت المبارک گیا تا کہ حضرت مولوی صاحب کو امتحان کی رپورٹ پیش کروں۔ اپنا کام چھوڑ کر فرمانے لگے میرے سامنے انگریزی کا ’بی‘ پرچہ حل کرو۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور ایک جگہ غلط جواب دیا۔ آپ نے فرمایا اس غلطی کی متعدد بار نشاندہی کر چکا ہوں لیکن تم نے پھر بھی غلطی کی۔ یہ کہہ کر میرا کان آہستہ سے پکڑا اور انگلیوں میں دبایا۔ یہ فعل بالکل غیر متوقع تھا اور اس سے مقصود پیار کا اظہار تھا۔ اس پیار کے باعث میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میں بول نہ سکا۔ فرمانے لگے اب تم فارغ ہو روزانہ میرے پاس آ کر کچھ وقت گزارا کرو۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں میری بھی یہ دلی خواہش تھی۔ روزانہ دو تین گھنٹے ان کی قربت میں گزارتا۔ وہ ترجمۃ القرآن کے کام میں مصروف رہتے میں پاؤں کے قریب فرش پر بیٹھ جاتا۔ خالی تو نہیں رہ سکتا تھا اس لئے ایک نوٹ بک دے کر مجھے فرمانے لگے یہ شیلف پر عربی انگریزی لغت کی جلدیں لگی ہیں۔ شروع سے ان کی ورق گردانی کرو اور جہاں جہاں وضاحت کے لئے آیات قرآنی اور ان کا ترجمہ درج کیا گیا ہے وہ آیت کے حوالہ کے ساتھ نوٹ بک میں درج کرتے جاؤ۔ میں کافی دنوں تک اس طرح کرتا رہا۔ جب تھک جاتا تو پیار سے مولوی صاحب کا چہرہ دیکھتا رہتا۔ کام کے دوران ان کے ہونٹوں میں ہلکی سی جنبش ہوتی۔ میز کے نیچے گھٹنے ادھر ادھر ہلتے رہتے۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ مولوی صاحب کام سے اکتاتے نہ تھے۔

قادیان کی پرانی آبادی اور نئی آبادی کے درمیان ایک نشیبی جگہ تھی جسے ریتی چھلہ کہا جاتا تھا۔ یہاں برسات کا پانی دوسرے دیہات سے آ کر جمع ہو جاتا تھا اس کے باعث آمد و رفت میں بڑی دقت ہوتی تھی۔ حضرت مولوی صاحب بڑی باقاعدگی سے باجماعت نمازوں کے لئے بیت المبارک تشریف لے جاتے۔ برسات میں جب رکاوٹ ہوتی تو دو شہتیر باہم باندھ کر ان پر کھڑے ہو جاتے اور ایک عصا ہاتھ میں لیتے جو کندھے کے برابر ہوتا۔ اس سے کشتی چلانے کا کام لیتے۔

حضرت مولوی صاحب جس باقاعدگی سے بیت المبارک تشریف لے جاتے اس سے بھی ان کے کردار کی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ حضرت مولوی صاحب کی دو اور بڑی خصوصیات تھیں۔ ایک تو یہ کہ راستہ میں جب گزرتے تو گزرنے والوں کو سلام کرنے میں ہمیشہ پہل کرتے۔ دوسرے اکثر دوستوں سے عند الملاقات اپنے لڑکے عبدالرحمٰن رانجھا کے لئے دعا کی درخواست کرتے۔ رانجھا صاحب بی ایس سی میں میرے کلاس فیلو تھے مولوی صاحب سے تعلق کی وجہ سے میں نے احمدیہ ہوسٹل میں اپنے بھائی کے ساتھ رہنے کی بجائے رانجھا صاحب کے ساتھ روم میٹ کی حیثیت سے رہنے کو ترجیح دی۔ عبدالرحمٰن صاحب معمولی قسم کے طالب علم تھے۔ تعلیم کی طرف کم توجہ تھی اور طبیعت میں کسی قدر لاابالی پن تھا تاہم وہ بی ایس سی میں کامیاب ہو گئے بلکہ اپنے والد محترم اور دوسرے بزرگوں کی دعاؤں کے طفیل انہوں نے بعد ازاں لکھنؤ یونیورسٹی سے ڈی۔ایس سی (D.Sc.) ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری حاصل کی۔

ہمارا بی ایس سی کا نتیجہ قادیان میں مغرب کی نماز سے کچھ دیر قبل پہنچا۔ عبدالرحمٰن رانجھا کی کامیابی کا سن کر مجھے خیال آیا کہ یہ خوشخبری حضرت مولوی صاحب کو سب سے پہلے مجھے پہنچانی چاہیے چنانچہ میں دوڑتا ہوا بیت المبارک پہنچا۔ مولوی صاحب سنتیں یا نفل پڑھ رہے تھے۔ وہ بڑی لمبی نماز پڑھتے تھے اس لئے مجھے کافی دیر انتظار کرنا پڑا۔ جب مولوی صاحب نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو میں نے خوشخبری سنائی۔ بہت خوش ہوئے اور مجھے دعا دی۔ کامیابی کے بعد ایم ایس سی کرنے کے لئے میں علیگڑھ چلا گیا۔ ایک دن غیر متوقع طور پر مجھے ایک روپیہ کا منی آرڈر موصول ہوا۔ بہت تعجب ہوا۔ تفصیل سے فارم کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ منی آرڈر حضرت مولوی صاحب نے بھیجا ہے۔ کوپن پر نگاہ ڈالی تو تحریر تھا کہ میں نے نیت کی تھی کہ جو شخص عبدالرحمٰن کی کامیابی کی خبر مجھے سب سے پہلے دے گا اسے ایک روپیہ انعام دوں گا۔ وہ اب ارسال ہے۔ اللہ اللہ کیا شفقت ہے۔ اپنے ناچیز شاگرد کو اتنی دور سے یاد کیا۔ وہ روپیہ بطور یادگار میں نے بہت دیر تک اپنے پاس رکھا تا کہ حضرت مولوی صاحب کی شفقت اور پیار کو یاد دلاتا رہے۔

یہ میرے تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کے اساتذہ کرام کا مختصر سا تعارف ہے۔ مجھے ان کی شاگردی پر فخر ہے۔ میں بڑا خوش نصیب ہوں کہ ایسے بزرگ استادوں سے پڑھنے کا مجھے شرف حاصل ہوا۔ ان کی یاد آج بھی میرے لئے خوشی اور راحت کا موجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

مرتبہ
غلام مصطفیٰ تبسم

صحت جسمانی

حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ

بچپن سے ہی کسی قدر خلوت پسند اور سوچنے والی طبیعت رکھتے تھے اور دوسرے بچوں کے ساتھ مل کر زیادہ کھیلنے کودنے کی عادت نہیں تھی۔ تاہم اعتدال کے ساتھ اور مناسب حد تک آپ ورزش اور تفریح میں بھی حصہ لیتے تھے۔ چنانچہ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے بچپن میں تیرنا سیکھا تھا اور کبھی کبھی قادیان کے کچے تالابوں میں تیراکی کرتے تھے۔ اسی طرح آپ نے اوائل عمر میں گھوڑے کی سواری بھی سیکھی تھی اور اس فن میں اچھے ماہر تھے۔ کبھی کبھی غلیل سے شکار بھی کھیلا کرتے تھے۔ مگر آپ کی زیادہ ورزش پیدل چلنا تھا جو آخری عمر تک قائم رہی۔ آپ کئی کئی میل تک سیر کے لئے جایا کرتے تھے اور خوب تیز چلا کرتے تھے۔ صحت کی درستی کے خیال سے کبھی کبھی موگریوں کی ورزش بھی کیا کرتے تھے اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی روایت ہے کہ میں نے ایک دفعہ آپ کو آخری عمر میں بھی موگریاں پھیرتے دیکھا ہے مگر یہ ساری باتیں صرف صحت کی درستی کی غرض سے تھیں۔

(سلسلہ احمدیہ صفحہ ۱۱ از مرزا بشیر احمد صاحب)

مولوی شیر علی صاحب روایت کرتے ہیں کہ "حضرت صاحب فرمایا کرتے تھے "ہمیں خوب تیرنا آتا ہے۔"

(سیرت حصہ دوم صفحہ ۷۹)

میں بچپن میں اتنا تیرتا تھا کہ ایک وقت میں سارے قادیان کے ارد گرد تیر جاتا تھا

(المہدی صفحہ ۲۷۲)

قادیان کے چاروں طرف ڈھاب جس میں پانی موسم برسات میں بھر جاتا تھا۔ جو پرانے وقت میں حفاظت کے لئے بنائی گئی تھی۔

ایک دفعہ کچہری برخاست ہونے کے بعد جب اہل کار گھروں کو واپس ہونے لگے تو اتفاقاً تیز دوڑنے اور مسافت کا ذکر شروع ہو گیا۔ ہر ایک نے دعویٰ کیا کہ میں بہت دوڑ سکتا ہوں۔ آخر کار ایک شخص بلا سنگھ نام نے کہا کہ میں سب سے دوڑنے میں سبقت لے جاتا ہوں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ میرے ساتھ دوڑو تو ثابت ہو جائے گا کہ کون بہت دوڑتا ہے۔ آخر شیخ اللہ داد صاحب منصف مقرر ہوئے اور یہ قرار پایا کہ یہاں سے شروع کر کے اس پل تک جو کچہری کی سڑک اور شہر میں حد فاصل ہے ننگے پاؤں دوڑو۔ جوتیاں ایک آدمی نے اٹھالیں اور پہلے ایک شخص اس پل پر بھیجا گیا تاکہ وہ شہادت دے کہ کون سبقت لے گیا اور پہلے پل پر پہنچا۔ مرزا صاحب اور بلا سنگھ ایک ہی وقت میں دوڑے اور باقی آدمی معمولی رفتار سے پیچھے روانہ ہوئے جب پل پر پہنچے تو ثابت ہوا کہ حضرت مرزا صاحب سبقت لے گئے اور بلا سنگھ پیچھے رہ گیا۔"

(سیرت حصہ اول صفحہ ۲۷۰-۲۷۱)

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب امام جماعت احمدیہ (الاول)

اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے

مجھ کو بچپنے میں شوق تھا کہ اس دریا (جہلم) پر جو ہمارے شہر (بھیرہ) کے قریب ہے جا کر تیرتا تھا۔

(مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۸۰)

حضرت فضل عمر امام جماعت احمدیہ (الثانی)

(اللہ آپ سے راضی رہے)

حضرت فضل عمر (اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) کسی ایک کھیل کے ایسے شوقین نہیں تھے کہ اس میں غیر معمولی مہارت پیدا کرنے کے لئے اُسے مستقلاً اپنا لیا ہو۔ طبیعت میں تجسس کا مادہ بہت تھا اور نئی چیز دیکھنے پر اس کا ذاتی تجربہ حاصل کرنے کا شوق مچلنے لگتا۔ چنانچہ ایسے دنوں میں جب کہ موسم اور طبیعت کو فٹ بال سے زیادہ مناسبت ہو۔ آپ فٹ بال کھیلا کرتے تھے۔ جب کبڈی کا دَور دورہ ہوتا آپ کبڈی کے میدان میں نکل جاتے۔ جب بچوں میں میرو ڈبہ یا گلی ڈنڈا کی رَو چلتی تو آپ میرو ڈبہ یا گلی ڈنڈا کی ٹیموں میں دکھائی دینے لگتے جب برسات کی جھڑیاں قادیان کے گردا گرد پھیلے ہوئے جوہڑوں کو لبالب بھر دیتیں بلکہ پانی ان کے کناروں سے اچھل کر میدانوں میں پھیل جاتا اور قادیان حدِ نظر تک پھیلے ہوئے پانی کے درمیان ایک جزیرہ دکھائی دینے لگتا تو تیراکی اور کشتی رانی کا شوق ہر شوق پر غالب آجاتا۔ پھر جب خزاں اور بہار کے معتدل دن رات شکار کا موسم لے کر آتے تو آپ کے دل میں بھی یہ شوق کروٹیں لینے لگتا۔

بچپن کے ابتدائی دَور میں آپ غلیل لے کر بچوں کے جھرمٹ میں شکار کے لئے نکل کھڑے ہوتے۔ بعد ازاں جب ہوائی بندوق میسر آئی تو ہوائی بندوق لے کر دوستوں کو ساتھ لئے ہوئے قادیان کے ارد گرد کے دیہات میں شکار کھیلنے نکل جاتے

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ ۱۲۷)

حضرت فضل عمر کے ایک بچپن کے ساتھی مرزا احمد بیگ بیان کرتے ہیں:

بڑے ہو کر حضور فٹ بال بھی شوق سے کھیلتے تھے اور میرو ڈبہ خاص شوق سے کھیلتے تھے۔ مجھے بھی حضور کے ساتھ میرو ڈبہ اور فٹ بال کھیلنے کا اکثر اتفاق ہوا۔

حضور کچھ عرصہ پہلوانی یعنی کشتی کا کرتب بھی سیکھتے رہے ہیں۔ یہ کرتب آپ ایک نوجوان جس کا نام محمد حسین تھا لیکن بچے ان کو بابا فضل حسین کر کے پکارتے تھے سے سیکھا کرتے تھے۔

ایک چھوٹی سی کشتی بھی جہلم سے منگوائی تھی یہ طغیانی کے دنوں میں حضور ڈھاب میں چلایا کرتے تھے۔ امامت سے پہلے حضور حضرت استاذی المکرم مولوی شیر علی صاحب کے ساتھ ضیاء الاسلام پریس کے عقب میں بیڈ منٹن کھیلا کرتے تھے

(سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ ۱۳۴)

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الثالث)

(اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ پر رحمت نازل فرماتا ہے)

کرنل مرزا داؤد احمد صاحب تحریر کرتے ہیں کہ بچپن میں آپ کھیل اور شکار کے شوقین تھے اٹر گن لے کر ہر جمعہ جاتے تھے اور ساتھ کوئی خادم ضرور ہوتا۔ مدرسہ احمدیہ میں کھیلوں میں باقاعدہ حصہ لیتے تھے۔ فٹ بال، ہاکی، اور والی بال کھیلتے تھے کبڈی بھی ہم لوگوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ ڈمبل اور کھینچنے کے سپرنگ سے ورزش بھی کیا کرتے تھے۔ جب رخِ انور پر سبزہ کا آغاز ہوا تو فرسٹ ٹیم میں آ چکے تھے بڑا زور لگا کر کھیلتے تھے

جب بٹالہ میں رابرٹ ٹورنامنٹ ہوا تو اس میں بھی حصہ لیا۔ ہاکی کی نسبت فٹ بال زیادہ اچھا کھیلتے تھے۔ ان دنوں کھیل کی یونیفارم نے کر اور سفید قمیص پر سرخ ٹیکا ہوتا تھا تاکہ مختلف ٹیموں کے کھیلنے والوں میں امتیاز ہو سکے۔

اس کے بعد جامعہ میں چلے گئے کھیلوں اور شکار کے شوق کی خواہش حضرت مولوی عبد الرحمان صاحب جٹ کی مرہون منت ہے۔

گورنمنٹ کالج میں لیگ میچوں میں آپ فٹ بال کھیلا کرتے تھے۔

(خالد اپریل مئی ۱۹۸۲ء صفحہ ۹۱-۹۲)

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ (الرابع)

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

۱۹۵۵ء میں جب حضور انگلستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ تو حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کو سکوائش کا شوق تھا اور اس شوق کو پورا کروانے کے لئے روشن خان انہیں پریکٹس کروایا کرتے تھے۔

(الفضل ۶ر جون ۱۹۸۴ء)

اس سلسلہ میں ریٹائرڈ ائر مارشل ظفر چوہدری صاحب لکھتے ہیں:

"اس عرصہ میں ہاشم خاں اور ان کے بھائی اعظم خاں سکوائش کے سلسلے میں انگلستان آئے اور جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے میں نے ہی صاحبزادہ صاحب کو سکوائش کے ان عظیم کھلاڑیوں سے متعارف کروایا۔ اس طرح صاحبزادہ مرزا طاہر احمد صاحب کو سکوائش میں مزید دلچسپی پیدا ہوئی۔ اور ان کے ان دونوں بھائیوں سے دوستی کے لئے بے تکلفانہ مراسم قائم ہو گئے اور وہ اکثر ان کے ساتھ پریکٹس بھی کیا کرتے تھے۔

(الفضل ۲۶ر جون ۱۹۸۹ء)

آپ بچپن میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ فٹ بال کھیلا کرتے تھے۔ تیز دوڑنے کا آپ کو بہت شوق تھا چنانچہ آپ ہائی جمپ اور چھلانگ میں اپنے ساتھیوں کو چیلنج دیا کرتے تھے۔ بارش کے دنوں میں آپ تیراکی بھی کیا کرتے تھے۔

کبڈی آپ کا پسندیدہ کھیل رہا ہے اور بچپن اور پھر خدام الاحمدیہ میں بھی کبڈی کھیلتے رہے ہیں آپ کبڈی کی کھیل میں قینچی مارنے کے بہت ماہر تھے اس لئے آپ کے نام پر ربوہ میں آل پاکستان طاہر کبڈی ٹورنامنٹ ہر سال منعقد ہوتا رہا۔

اس کے علاوہ جب ایوان محمود ربوہ میں ان ڈور گیمز کا آغاز ہوا تو آپ ٹیبل ٹینس کھیلتے رہے۔

جب آپ خدام الاحمدیہ مرکزیہ میں مہتمم صحت جسمانی تھے تو آپ نے خدام میں ورزش کو رائج کرنے کے لئے "ورزش کے زینے" کے نام سے کتاب لکھی جس میں تصویروں کے ذریعے ورزش کے طریقے بتائے گئے تھے۔

مکرم مرزا خلیل احمد قمر صاحب

لجنہ اماء اللہ ۔ ایک تاریخی جائزہ

حضرت فضل عمر (اللہ تعالےٰ ہمیشہ آپ سے راضی رہے) نے عورتوں کی اصلاح کیلئے حضرت سیدہ امۃ الحی صاحبہ کے مشورہ سے قادیان کی احمدی مستورات کے نام ۱۵ر دسمبر ۱۹۲۲ء کو ایک کھلی چٹھی لکھی اس چٹھی کا ایک اقتباس درج ذیل ہے

حضور نے فرمایا

"ہماری پیدائش کی جو غرض و غایت ہے اس کو پورا کرنے کے لئے عورتوں کی کوششوں کی بھی اسی طرح ضرورت ہے جس طرح مردوں کی۔ جہاں تک میرا خیال ہے عورتوں میں اس کا احساس ابھی تک پیدا نہیں ہوا کہ دین حق ہم سے کیا چاہتا ہے؟ ہماری زندگی کس طرح صرف ہونی چاہیئے جس سے ہم بھی اللہ تعالےٰ کی رضا کو حاصل کر کے مرنے کے بعد اس دنیا میں اللہ تعالےٰ کے فضلوں کے وارث ہو سکیں۔ اگر غور کیا جائے تو اکثر عورتیں اس امر کو محسوس نہیں کریں گی کہ روزمرہ کے کاموں کے سوا کوئی اور بھی کام ان کے کرنے کے قابل ہے یا نہیں ......

پس علاوہ اپنی روحانی و علمی ترقی کے آئندہ جماعت کی ترقی کا انحصار بھی زیادہ تر عورتوں کی کوشش پر ہے۔ چونکہ بڑے ہو کر جو اثر بچے قبول کر سکتے ہیں وہ ایسا گہرا نہیں ہوتا جو بچپن میں قبول کرتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں کی اصلاح بھی عورتوں کے ذریعہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر میں ایسی بہنوں کو جو اس خیال کی موید ہوں۔ اور مندرجہ ذیل باتوں کی ضرورت محسوس کرتی ہوں دعوت دیتا ہوں کہ ان مقاصد کو پورا کرنے کے لیے وہ مل کر کام شروع کریں۔ اور مہربانی کر کے مجھے اطلاع دیں تاکہ اس کو جلد شروع کر دیا جائے۔"

حضور نے اس چٹھی میں ۱۷ امور تحریر کئے تھے۔ جن سے عورتوں کی اصلاح کے لئے ایک ایسی تنظیم کی ضرورت واضح کی جاتی تھی اس تنظیم میں شمولیت کے لئے قادیان کی ۱۷ خواتین نے دستخط کئے۔ اور دستخط کرنے والی ۱۷ خواتین حضرت اماں جان کے گھر ۲۵ر دسمبر ۱۹۲۲ کو جمع ہوئیں۔ جہاں حضرت فضل عمر نے ایک مختصر تقریر فرمائی جس سے آپ نے عورتوں کی تنظیم کا باقاعدہ اعلان فرماتے ہوئے اس کا نام لجنہ اماء اللہ رکھا۔

حضرت اماں جان کی صدارت میں یہ تاریخی اجلاس شروع ہوا۔ مگر حضرت اماں جان نے آغاز میں ہی حضرت سیدہ ام ناصر محمودہ بیگم صاحبہ کو کرسی صدارت پر بٹھا دیا اور حضرت ام ناصر اپنی وفات ۳۱ر جولائی ۱۹۵۸ء تک بطور صدر فرائض سرانجام دیتی رہیں۔ اس کے علاوہ محترمہ حضرت امۃ الحی صاحبہ ام خلیل سیکرٹری۔ محترمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ چندہ جات محترمہ استانی مریم بیگم صاحبہ اہلیہ حافظ روشن علی صاحب خزانچی کے فرائض سرانجام دیتی رہیں۔

لجنہ اماء اللہ کے قیام کو ۶۸ سال ہو گئے ہیں۔ اور اس مدت میں لجنہ اماء اللہ کی تنظیم ایک تناور درخت بن چکی ہے۔ اس ۶۸ سالہ کارگذاری کا مختصر سا خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

۲۹ر جنوری ۲۳ء کو لجنہ اماء اللہ کا دوسرا اجلاس ہوا جس میں حضرت فضل عمر نے تقریر فرمائی۔ اور قیام لجنہ کے مقاصد بیان فرمائے اور کام کرنے کی ہدایات دیں۔ لجنہ کے قیام کے نمایاں مقاصد یہ ہیں۔

(۱) کہ احمدی مستورات میں مالی و جانی قربانیوں کی روح پیدا کرنا۔

(۲) دینی علم سیکھنے سکھانے

(۳) دعوت الی اللہ

(۴) خدمت خلق

(۵) آئندہ نسل کی بہترین تعلیم و تربیت کے ذرائع سوچنا قرار پائے۔

۲۳ء قیام لجنہ کے بعد سب سے پہلی مالی قربانی تعمیر بیت الذکر برلن کے لئے پچاس ہزار روپے کی رقم تین ماہ کے اندر جمع کرنی تھی۔

۲۵ء ۱۷ر مارچ کو بڑی عمر کی لڑکیوں اور عورتوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مدرسۃ الخواتین جاری کیا گیا اور یکم اپریل کو سیالکوٹ میں مدرسۃ البنات قائم کیا گیا۔ اس کے علاوہ دوسرا احمدیہ گرلز پرائمری سکول ساندھن (ملکانہ) میں قائم ہوا۔

۲۶ء ۱۵ر دسمبر کو مستورات کا رسالہ مصباح جاری ہوا۔ ۲۰ اگست کو پہلی بار صنعتی نمائش منعقد ہوئی۔

۲۷ء تحریک ناموس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں "مسلم آؤٹ لک" کے فنڈ میں گیارہ صد روپیہ جمع کرایا۔ لجنہ فیروزپور نے محضر نامہ پیش کیا جس پر پندرہ سو خواتین کے دستخط تھے۔ اور لجنہ اماء اللہ قادیان نے ۲۲ جولائی کو جلسہ عام منعقد کر کے قراردادیں منظور کیں جن کی نقول گورنر پنجاب کو بھجوائی گئیں۔ لجنہ سیالکوٹ اور پشاور نے بھی جلسے کئے۔ ۱۶ر ستمبر کو امۃ الحی لائبریری کا باقاعدہ افتتاح ہوا۔ ابتداء میں دو سو روپے کی کتب خریدی گئیں۔ انگلستان میں دعوت الی اللہ کے لئے ایک مزید مربی اور سابقہ اخراجات کی ادائیگی کے لئے نو ہزار روپے لجنہ کے ذمہ لگائے گئے یہ رقم بہت جلد پوری کر دی۔

۲۹ء مجلس مشاورت پر حضور نے اجازت فرمائی کہ کوئی عورت چاہے تو بول سکتی ہے اس پر محترمہ استانی میمونہ صوفیہ صاحبہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔

۳۱ء گرلز سکول کے ساتھ ایف اے کی کلاسز کا حضور نے افتتاح فرمایا مستورات نے تحریک کشمیر کے سلسلے میں جلسے کر کے کشمیر میں مسلمانوں پر مظالم کا حال بیان کیا اور چندہ کی تحریک میں نقدی اور زیورات کی صورت میں حصہ لیا اور جلسہ کی کارروائی سے لیڈی ولنگڈن وائسرائے ہند کو بذریعہ تار اطلاع دی۔

۳۲ء یوم دعوت الی اللہ منایا گیا اور اس سلسلہ میں مصباح کا خاص نمبر شائع ہوا۔ قادیان کے ماحول میں عورتوں اور بچیوں کی تعلیم و تربیت کا پروگرام بنایا گیا اور قادیان کی معزز خواتین نے ماحول قادیان کے دیہات میں جا کر نماز ناظرہ باترجمہ اور دوسرے دینی مسائل سکھلائے۔

۳۳ء سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے قادیان کے علاوہ دیگر شہروں میں کئے گئے۔

۳۴ء صوبہ بہار میں زلزلہ سے متاثرین کے لئے دل کھول کر امداد میں حصہ لیا۔ تحریک جدید کے آغاز کے موقعہ پر لجنہ نے سادہ زندگی غذا اور لباس میں کفایت شعاری کے لئے تین سال تک پابندی کا عہد کیا اور امانت فنڈ میں اپنے زیورات تک دے دیئے کل رقم گیارہ ہزار چار سو اناسی جمع کرائی۔

۳۵ء زلزلہ کوئٹہ کے متاثرین کی امداد کے لئے چندہ جمع کیا گیا۔ لجنہ نے خواتین کو خواندہ بنانے کی مہم کا آغاز کیا اور سینکڑوں بڑی عمر کی خواتین کو خواندہ بنایا۔

۳۶ء بریکار خواتین کو دستکاری سکھانے کا انتظام کیا

۳۷ء محلہ دارالانوار میں پرائمری سکول قائم کیا ایک لاکھ قرضہ حسنہ کی تحریک میں لجنہ نے اپنی استطاعت کے مطابق اور بیت المبارک و بیت اقصیٰ کی توسیع میں لجنہ نے حصہ لیا۔

۳۸ء ۱۵ر جون کو اشاعت مصباح سوسائٹی قائم ہوئی۔

۳۹ء اپریل میں حضرت فضل عمر نے ارشاد فرمایا کہ قادیان میں کوئی مرد یا عورت ان پڑھ نہ رہے۔ عورتوں میں تعلیم رائج کرنے کا فرض لجنہ اماء اللہ کے ذمہ تھا۔

لوائے احمدیت کی تیاری کے سلسلہ میں حضرت ام طاہر صاحبہ کی نگرانی میں ان خواتین نے سوت کاتا جنہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو دیکھا ہوا تھا۔

۴۲ء لجنہ اماء اللہ کے قواعد وضوابط کو بھی صدر انجمن کے قواعد میں شامل کیا ۔ غرباء کے لئے غلّہ کی تحریک میں بصورت جنس ونقدی حصّہ لیا ۔

۴۴ء میں حضور نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ۔ اگر تم پچاس فی صدی عورتوں کی اصلاح کر لو تو (دین حق) کو ترقی ہو جائے گی ۔ تحریک وقف جائیداد میں ۱۶۹ خواتین نے اپنے زیور اور جائیدادیں وقف کر کے حصہ لیا ۔

۴۵ء ۱۹ جنوری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کی تشکیل ہوئی ۔ پہلی صدر حضرت سیّدہ ام ناصر صاحبہ اور حضرت سیدہ ام داؤد صاحبہ نائب صدر تھیں ۔

۳۱ مارچ لجنہ کی پہلی شوریٰ منعقد ہوئی ۔ بیس لجنات شامل ہوئیں ۔ چندہ منارہ ...... میں لجنہ اماء اللہ نے پچاس ہزار روپیہ کا وعدہ لکھوایا ۔

۴۶ء کے قومی انتخابات کے موقعہ پر ہر احمدی ووٹر عورت کو لکھنا سکھا کر ووٹ کا اہل بنوایا اور مسلم لیگ کے امیدوار کے حق میں ووٹ دینے کے لئے تیار کیا اور انتخاب کے روز خود مستورات نے انتہائی نامساعد حالات (زچگی تک) میں پولنگ سٹیشن پر آکر ووٹ ڈالے ۔

۴ اپریل کو ناصرات الاحمدیہ کا پہلا امتحان ہوا جس میں ۱۱۰ ناصرات شامل ہوئیں ۔

۴۷ء تقسیم ملک کے بعد نومبر میں لاہور میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے دفتر کا قیام ہوا لجنہ نے مہاجرین کے لئے بصورت رہائش ۔ لباس ۔ خوراک امداد میں حصہ لیا ۔

۴۸ء فرقان فورس کے احمدی مجاہدین نے آزاد کشمیر کے محاذ پر خدمات سرانجام دیں ۔ احمدی مستورات نے ان مجاہدین کے لئے وردیوں اور کپڑوں کی تیاری میں شبانہ روز محنت سے کام کیا ۔

۴۹ء ستمبر میں ربوہ میں لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کا دفتر تعمیر ہوا ۔

۵۰ء ہیگ (ہالینڈ) میں بیت الذکر کی تعمیر کے تمام اخراجات ایک لاکھ پچھتر ہزار روپے ادا کئے ۔ اپریل ربوہ سے لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے تحت "مصباح" کا اجراء ہوا ۔

۵۱ء جون ۔ زنانہ کالج جامعہ نصرت کا قیام عمل میں آیا ۔

۵۲ء حضرت سیدہ مریم صدیقہ کی زیر قیادت لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے وفد نے لاہور جا کر مسز روزویلٹ سے ملاقات کی اور قرآن مجید مترجم انگریزی کا تحفہ پیش کیا اور محترمہ فاطمہ جناح کو فیصل آباد میں قرآن مجید انگریزی کا تحفہ پیش کیا ۔

۵۴ء مشرقی پاکستان اور مغربی پاکستان میں سیلاب زدگان کی بذریعہ نقدی ، کھانے اور کپڑوں سے مدد کی ۔

۵۵ء ۱۴ فروری لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے اجلاس میں عہد نامہ منظور ہوا ۔

۵۶ء لجنہ اماء اللہ کا پہلا اجتماع ۱۹ اکتوبر کو ربوہ میں منعقد ہوا ۔

۵۷ء ۲۱ ستمبر کو سفیر انڈونیشیا کی بیگم ربوہ تشریف لائیں اور ان کو ایڈریس اور پارٹی دی گئی ۔

۵۸ء ۲۸ دسمبر کو نئی صدر لجنہ حضرت سیدہ مریم صدیقہ صاحبہ کا انتخاب عمل میں آیا ۔

۵۹ء قرضہ حسنہ کی ایک مد قائم کی گئی تاکہ ضرورت مندوں کو قرض دیا جاسکے ۔

۶۱ء مصباح کی توسیع کے لئے اعانت فنڈ کی تحریک کی جس میں ۲۶۵ خواتین نے حصہ لیا ۔

۶۲ء لجنہ کے کاموں میں بیداری کے لئے زیادہ دوروں اور رابطوں کا پروگرام بنایا گیا ۔ ۲۵ اگست کو حضرت سیدہ نواب امۃ الحفیظ بیگم صاحبہ نے بیت المحمود زیورچ کا سنگِ بنیاد رکھا ۔

۶۳ء سراج الدین عیسائی نامی کتاب کی ضبطی کے سلسلہ میں لجنات نے صدر پاکستان اور گورنر مغربی پاکستان کو احتجاجی خطوط لکھے ۔ ربوہ میں لڑکیوں کے لئے ایم ۔ اے عربی کلاسز کا اجراء ہوا ۔

۶۴ء قدرت ثانیہ کے پچاس سال پورے ہونے پر بطور نذرانہ ڈنمارک کے دارالخلافہ کوپن ہیگن میں ایک بیت الذکر کی تعمیر کی پیشکش کی اور چھ لاکھ چھ ہزار چھ سو چھبیس روپے کی رقم ادا کی ۔

۶۵ء پاک بھارت جنگ میں لجنات نے جنگ کے نتیجہ میں بے گھر ہونے والوں اور فوج کے سرفروش مجاہدین کی امداد کے لئے دل کھول کر حصّہ لیا ۔ دفاعی فنڈ میں لجنہ مرکزیہ کی طرف سے دس ہزار روپے ادا کئے گئے ۔

۶۶ء بچوں اور عورتوں کو قرآن مجید پڑھانے کا اہم کام لجنہ کے سپرد ہوا ۔ دفتر اطفال و ناصرات برائے وقف جدید کا اعلان حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) اللہ آپ پر رحم کرتا رہے نے فرمایا تاکہ بچوں اور بچیوں میں قربانی کی روح پیدا کی جاسکے ۔

۶۷ء جامعہ نصرت میں سائنس بلاک کا قیام عمل میں آیا ۔ جس کے لئے لجنہ نے ۷۵ ہزار روپے پیش کئے ۔ لجنہ اماء اللہ کے پچاس سال پورے ہونے کی خوشی میں اشاعت دین کیلئے ۵ لاکھ روپے جمع کرنے کی تحریک ہوئی

۶۸ء ۶۸ء کے سالانہ اجتماع اور جلسہ سالانہ پر خواتین نے روٹیاں پکائیں ۔

۶۹ء حضرت مرزا ناصر احمد صاحب نے سورہ بقرہ کی ابتدائی سترہ آیات حفظ کرنے کی تحریک کی جس پر ۶۱۰۶ لجنات اور ۲۶۴۰ ناصرات نے یہ آیات حفظ کیں ۔

۷۰ء حضرت امام جماعت احمدیہ (الثالث) نے ٹیچی مان (افریقہ) میں لجنہ اماء اللہ کے ہال کا سنگ بنیاد رکھا ۔ اور غانا کے شہر واہ میں احمدی بچیوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنے کے لئے نصرت جہاں گرلز اکیڈیمی قائم کی ۔

۷۱ء لجنہ کے تحت احمدی خواتین نے پاک بھارت جنگ میں مجاہدین کی خدمت میں بھرپور حصّہ لیا ملک کے دفاع کے لئے لجنہ مرکزیہ نے دس ہزار روپے دیئے اس کے علاوہ ربوہ کی خواتین نے تحائف کے ۳۶۳ بکس ۵۴۵۳ روپے نقد ۔ زیور اور سامان دیا ۔ کراچی کی لجنہ نے ۵۵۶۵ روپے جمع کرائے ۔

۷۲ء افواج پاکستان کے لئے روئی کی صدریاں تیار کرنے کے لئے لجنہ نے جوش و جذبہ سے کام لیا ۔ اور صرف ۲۵ دن کے عرصہ میں چھ ہزار دو سو بیس صدریاں تیار کی گئیں کل ۸۷۵۱ صدریاں تیار ہوئیں ۔ لجنہ کی پچاس سالہ تقریبات منائی گئیں اردو اور انگریزی میں مجلّے شائع ہوئے ۔

۷۳ء تنظیم موصیات کے تحت ۵۴۲ خواتین نے ۱۱۸۹ افراد کو قرآن مجید پڑھایا ۔ تحریک وقف عارضی میں ۶۹۷۰ خواتین نے حصّہ لیا ۔ سیلاب زدگان کے لئے اجناس کپڑوں بستروں اور نقدی سے امداد کی ۔

۷۴ء جماعت کے لئے خطرناک ابتلاء میں اپنی بہنوں کے لئے گرم وسرد بستر ۔ مردانہ و زنانہ کپڑے برتن اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کیں اس سلسلہ میں ۴۶,۷۱۸ روپے جمع ہوئے ۔ اور بیرونِ پاکستان کی لجنات نے وزیر اعظم پاکستان کو احتجاجی پیغام اور تار بھی بھجوائے ۔

۷۵ء میں کل لجنات پاکستان کی تعداد ۵۵۹ ہوگئی ۔ بیت الفضل لنڈن کی مرمت کے لئے لجنہ انگلستان نے ۴ ہزار پونڈ کی رقم مہیا کی اور جلسہ سالانہ ربوہ میں امریکہ ماریشس ۔ نائجیریا سیرالیون اور انڈونیشیا کی خواتین نے شرکت کی ۔

۷۶ء جلسہ سالانہ کے لئے نئی قیام گاہوں کی تعمیر کا آغاز ہوا ۔ کل رقم ۷۷۱۶۷۸ روپے جمع کئے ۔ لجنہ ربوہ نے ۱۵۸ لحاف اور ۷۹ گدے اور ایک سو صدریاں تیار کیں ۔

۷۷ء سالانہ اجتماع میں ۱۳۰ لجنات سے ۱۰۱۲ خواتین نے شرکت کی ۔

۷۸ء بھارت میں ۵۶ مقامات پر لجنہ اور ۱۱ مقامات پر ناصرات الاحمدیہ کی تنظیم قائم ہوئی ۔ سالانہ اجتماع ربوہ میں ۱۶۷ لجنات کی ۱۴۲۲ خواتین نے شرکت کی ربوہ کی مستورات کی تعداد ۱۳... علاوہ تھی ۔ جلسہ سالانہ ربوہ میں امریکہ ۔ ... ۔ انڈونیشیا ۔ ماریشس ۔ جرمنی ۔ ہالینڈ ۔ سپین ۔ غانا ۔ سورینام ۔ جاپان کی خواتین نے شرکت کی ۔

۷۹ء ۱۷۰ لجنات کی ۶۲۱ خواتین نے اجتماع میں شرکت کی جلسہ سالانہ پر ۶۶ ہزار مستورات شامل ہوئیں ۔

۸۰-۸۱ء ۳۰-۳۱ مارچ ۸۱ء کو لجنہ کا پہلا آل پاکستان تقریری مقابلہ ربوہ میں منعقد ہوا ۔ بچیوں کو قرآن مجید

پڑھانے کے لئے ۴۳۶ مراکز تھے۔ جن میں ۱۴۸۰۰ بچے اور ۱۰۹۷ خواتین نے قرآن مجید ناظرہ با ترجمہ اور قاعدہ یسرنا القرآن سیکھا۔

۸۲-۸۱ء لجنہ ربوہ کے تحت ۶۶۳ خواتین نے ۱۵۲۵ بچوں کو قرآن مجید پڑھایا۔

۸۳-۸۲ء لجنہ ربوہ کے تحت ۲۶ مراکز میں منعقد ہونے والی فضل عمر تعلیم القرآن کلاسوں میں ربوہ کی ۴۰۳ خواتین (کل ۲۳۹۴) اور ۹۵۸ طالبات نے حصہ لیا۔

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے اجتماع ۸۲ء میں لجنہ کو بصری پروگرام عطا فرمایا اور صوتی ذرائع اختیار کرکے خواتین جماعت کی تعلیم و تربیت کرنے کی ہدایت فرمائی۔ جلسہ ۸۲ء میں ۱۳ طالبات کو تعلیمی تحفہ جات دیئے گئے۔

۸۳ء صدر لجنہ اماء اللہ نے اس سال انگلستان جرمنی، سوئٹزرلینڈ۔ ہالینڈ۔ بیلجیم۔ سپین امریکہ اور کینیڈا کا دورہ کیا۔

۱۷ جنوری کو لجنہ اماء اللہ انڈونیشیا کے سالانہ اجتماع میں ۸۰ جماعتوں کی ۵۰۰ احمدی عورتوں کی شرکت۔

حضرت امام جماعت احمدیہ نے مجلس مشاورت میں لجنہ اماء اللہ کو براہ راست خطاب کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

جلسہ سالانہ میں ۸۰ ہزار سات سو اکیس عورتیں شریک ہوئیں۔

۸۴ء میں لجنہ کے تحت ابتدائی طبی امداد کا کورس شروع ہوا۔

بیرون ممالک جرمنی برطانیہ ہالینڈ ہمبرگ میں لجنہ کے اجتماع ہوئے۔

۸۵ء ۳ مئی کو لجنہ اماء اللہ مرکزیہ کے دفاتر کا سنگ بنیاد رکھا گیا

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے دوران سال کنری سندھ۔ راولپنڈی واہ کینٹ کا دورہ کیا۔ لجنہ انڈونیشیا کی صرف دو ماہ کے اندر ۹۲۶ خواتین نے آنکھوں کے عطیہ کی پیشکش کی۔

سالانہ اجتماع میں ۵۲۰ مجالس کی ۳۲۴۴ خواتین اور ۶۲۸۷ ناصرات نے شرکت کی۔

۸۶ء بیرون پاکستان درج ذیل مقامات پر لجنہ کے اجتماعات ہوئے۔ گیمبیا۔ انڈونیشیا۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ناروے۔

صدر لجنہ اماء اللہ مرکزیہ نے درج ذیل مقامات کا دورہ کیا۔ اور ان مجالس کو فعال کرنے کی ہدایات دیں۔

گجرات۔ جہلم۔ شاہ تاج شوگر ملز۔ چکوال۔ کالا گجراں۔ محمود آباد۔ منگلا ڈیم دوالمیال۔ بھون۔ کلر کہار۔ خوشاب۔ ادکاڑہ۔ ملتان۔ بہاولپور۔ بہاولنگر۔ سیالکوٹ۔ لاہور۔

۸۷ء صدر لجنہ نے انگلستان۔ ڈنمارک۔ جرمنی۔ نائجیریا گھانا کا دورہ کیا اور مجالس کو فعال کرنے کی ہدایات دیں۔

۸۸ء ستمبر میں سیلاب زدگان کی امداد کے لئے کپڑے۔ بستر۔ ادویات اور دیگر اشیاء مہیا کیں۔ ۴۳ مجالس نے اپنے ہاں سالانہ اجتماعات منعقد کئے۔

۸۹ء بیرون پاکستان صد سالہ جشن تشکر کے سلسلہ میں بہت سی تقریبات منعقد ہوئیں۔ ربوہ اور پنجاب میں حکومت پاکستان نے تقریبات منعقد کرنے کی اجازت نہ دی۔

قلب سیماب وار کیا کہئے
آرزوؤں کی ایک دنیا ہے
بے خودی، اضطراب، بے چینی
بہتے شعلوں کا ایک دریا ہے

جس کو سمجھے ہو شعر خوانی تم
یہ مرے غم کی داستاں بھی ہے
اس میں خونِ جگر بھی شامل ہے
شاعری میری رازداں بھی ہے

زندگی بیت جائے گی، لیکن
درد دل کا نہ ہو سکے گا کم
میں جہاں جاؤں ساتھ رہتا ہے
میری تقدیر بن گیا ہے غم

سیّدہ منیرہ ظہور

طولِ شبِ ہجراں سے نہ بددل ہو خدارا
وہ دیکھ طلوع ہوتا ہوا صبح کا تارا

ہر بار صبا لائی بہاروں کی بشارت
ہر دَورِ خزاں صبر سے جب ہم نے گذارا

پرواز بلند اور بھی ہو جاتی ہے اس سے
کرتے رہو تم بادِ مخالف کو گوارا

چلتی ہیں اسی سمت زمانے کی ہوائیں
ہوتا ہے جدھر قادرِ مطلق کا اشارا

آغوش میں لے لیتی ہے رحمت اسے بڑھ کر
مضطر نے مصیبت میں اسے جب بھی پکارا

ہوتا ہے رواں آنکھ کے پانی سے وہ دریا
ملتا نہیں فرعوں کو کبھی جس کا کنارا

کم ظرف سنبھلتا نہیں مل جائے جو رُتبہ
بڑھتی ہے ہوا حد سے تو پھٹتا ہے غبارہ

شاہیں نے اٹھائی ہے ممولے سے ہزیمت
دیکھا ہے یہ دنیا نے کئی بار نظارا

رحمت اللہ شاکر

اخلاقِ حسنہ

حضرت امام جماعت احمدیہ (الرابع) ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں
"دعوت الی اللہ کیلئے بہت اہم کام یہ ہے کہ اپنے اندر اعلیٰ اخلاق پیدا کریں تاکہ آپکی ذات دنیا بھر کیلئے مجسم نمونہ بن جائے۔ آج دنیا کو جب بھی دین کی بات بتائی جاتی ہے تو وہ سوال کرتے ہیں کہ آپ ہمیں کیا دیں گے۔ اس لئے بہت ضروری اور اہم بات یہ ہے کہ آپ اخلاقِ حسنہ سے مزیّن ہوں۔"

(خطبہ جمعہ ۲۲ جون ۱۹۹۰ء)

شادی بیٹے کی ہو یا بیٹی کی! آپکی جملہ ذہنی، فکری اور عملی ضروریات
کا واحد مکمل حل
گفٹ سنٹر
مین گول بازار
ربوہ
فون: ۴۳۵ PP

ھوالشافی
جدید یونانی طریقہ علاج کا مرکز
الیاس دواخانہ
ہر قسم کے پیچیدہ امراض کے علاج کیلئے تشریف لائیں
مستورات کیلئے معائنہ کا معقول انتظام ہے نیز ہر قسم کی دیسی ادویات بھی دستیاب ہیں
حکیم الیاس احمد رجسٹرڈ طبی کونسل پاکستان۔ اقصیٰ روڈ۔ ربوہ

I.C.C کی طرف سے آپکو نیا سال مبارک ہو
I.C.C آپ کو اپنے شہر میں مندرجہ ذیل سہولیات فراہم کرتا ہے
① I.B.M COMPATIBLE کمپیوٹر پروگرامنگ کورسز
② بچوں کے لئے خصوصی کمپیوٹر کورسز
③ ٹائپ، شارٹ ہینڈ (اردو، انگلش) کلاسز
④ جرمن کلاسز کا اجراء
⑤ کلاسز، صبح شام
⑥ نئے کمپیوٹرز کی خریداری کے لئے آپ کا معاون (I.C.C)
رابطہ کے لئے
آفس
انسٹیٹیوٹ آف کمپیوٹر اینڈ کامرس
ریلوے روڈ دارالرحمت شرقی (الف) ربوہ
فون ۳۴۳

دوکان: 527
رہائش: 526
شمیم میڈیکس
بالمقابل فضل عمر ہسپتال
ربوہ
• ایمبولینس
• انگریزی ادویات حاصل کرنے کیلئے

AL-FURQAN MOTORS (PVT) LTD

کیوریٹو کورسز

پتھری گردہ کورس	۱۶۵ روپے	KIDNEY STONE COURSE
دمہ کورس	۶۵ "	ASTHMA COURSE
چھوٹا قد کورس	۱۰۰ "	DWARFISHNESS COURSE
مقوی دل کورس	۲۲۵ "	HEARTONE COURSE
ہائی بلڈ پریشر کورس	۱۸۰ "	HYPERTENTION COURSE
بواسیر کورس	۴۵ "	PILES COURSE
بہرہ پن کورس	۵۰ "	DEAFNESS COURSE
گنٹھیا کورس	۶۵ "	GOUT COURSE
پولیو کورس	۱۲۰ "	POLIO COURSE
ٹی بی کورس	۵۰ "	T. B COURSE
بانجھ پن کورس	۷۵ "	STERILITY COURSE

نیز دیگر کورسز کے متعلق لٹریچر مفت

- کراچی صدر : صدر میڈیکل سٹور بالمقابل ایمپریس مارکیٹ صدر
- کراچی سٹی : مشتاق احمد ندیم ۲۱۴ گرعن سنٹر ڈانڈیا بازار بالمقابل سٹی کورٹ
- لاہور : شیراز میڈیکل سٹور نکلسن روڈ بوہڑ والا چوک ریلوے سٹیشن
  کیوریٹو سٹور اچھرہ شاپنگ سنٹر بالمقابل پوسٹ آفس
- کوئٹہ : ہومیو ڈاکٹر منیر الحسن غلام نبی روڈ
- پشاور : اختر میڈیکل سٹور ہسپتال روڈ
- ملتان : ہومیو ڈاکٹر الطاف حسین صدر بازار
- راولپنڈی : جرمن لیبارٹریز بوہڑ بازار
- فیصل آباد : کریم میڈیکل ہال گول امین پور بازار فون ۳۴۱۳۴
- گوجرانوالہ : کیوریٹو میڈیسن سروسز ۔ گلی حاجی عبدالعزیز باغبانپورہ
- سیالکوٹ : ڈان ڈرگ ہاؤس ریلوے روڈ
- واہ کینٹ : طیب ہومیوپیتھک کلینک آنوا چوک
- بہاولپور : بخاری ہومیو سٹور نزد مسجد اہلحدیث ۔ ماڈل ٹاؤن بی
- حیدر آباد : ابن سینا میڈیکل سٹور گاڑھی کھاتہ
- مظفر آباد : پاک میڈیکل ہال مین بازار
- ایبٹ آباد : ہومیو ڈاکٹر عبدالرشید تسلیم ۔ ڈاکخانہ روڈ حویلیاں
- سرگودہا : عابد ہومیوپیتھک سٹور بلاک ۱۱ فیصل بازار
- شیخوپورہ : لاثانی میڈیکل سٹور ۔ سرگودہا روڈ
- منڈی بہاؤالدین : اسراری دواخانہ کمیٹی بازار

ویٹرنری ڈاکٹرز اور امورِ حیوانات کے ماہرین

جدید ویٹرنری میڈیسنز مثلاً اکسیر اپھارہ، اکسیر سرکن، تریاقِ زہرباد، اکسیر گلٹی پستان، اکسیر سوزش پستان، اکسیر خرابیٔ دودھ، اکسیر ٹک، اکسیر کنار اکسیر منہ کھر، اکسیر فالج، اکسیر بندش، اکسیر حمل، اکسیر گل گھوٹو، اکسیر واہ وغیرہ پر مشتمل لٹریچر اور فری سیمپلز کیلئے بذریعہ ڈاک مطلع فرمائیں یا بالمشافہ ملیں۔

بین الاقوامی علاج کا رواج ترقی کر رہا ہے

کیوریٹو تشخیص فارم CURATIVE DIAGNOSTIC FORM
مریض کی تکالیف کا سر سے لیکر پاؤں تک کا نقشہ پیش کرتا ہے اور اسے پڑھ کر ڈاکٹر گویا دور بیٹھے مریض کو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ ۳ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر منگوائیں۔

سٹاکسٹس کیلئے ۲۰۰ روپے فی سینکڑہ

ہومیوپیتھک و بائیوکیمک ادویات و کتب

معیاری مدر ٹنکچرز، پوٹنسیاں 6× ،200 ،1000 ،10,000 اور ایک لاکھ طاقت، ملک شوگر، نیز سیلڈ جرمن پوٹنسیاں اور ہومیوپیتھک کتب ہمارے ہاں سے معیاری قیمتوں پر دستیاب ہیں

ڈاکٹری سیمپلز SAMPLES

مزمن امراض (CHRONIC DISEASES) کیلئے مستند معالجین فری سیمپلز طلب کریں۔ ہمارا نمائندہ خود حاضر ہوگا یا بذریعہ ڈاک روانہ کر دیئے جائیں گے۔